هذا الورد اللطيف الشّهير لسيدنا الإمام الكبير والولي الشهير إمام عصرِه شيخ الإسلام الداعي إلى الله والعارف بالله فخر الوجود السيد الشيخ : أبـي بكر بن سالم { صاحب عينات } اليمن ـ حضرموت المُتوفي بعينات سنة 992هـ رحمه الله ونفعنا به في الدارَين آمين

فينبغي الإكثار من هذا الدعاء وقرآئته يومياً وخصوصاً في أوقات الأزمات والشدائد والمصائب وتسلُّطِ الأعداء ولقضاء الحوائج ، وهو مما عليه العمل جماعياً في الجهات اليمنية والإفريقية والأندنوسية بعد الصلوات وفي المجالس العلمية .

اللهمَّ يا عظيم السُلطان ، يا قديم الإحسان ، يا دائم النِّعم ، يا كثير الجُود ، يا واسع العطاء ، يا خفي اللُّطف ، يا جميل الصُّنع ، يا حليماً لا يعجل ، صلِّ يا ربِّ على سيدنا محمد وآله وسلم وارض عن الصحابة أجمعين .

اللهم لك الحمدُ شُكرا ، ولك المنُّ فضلاً ، وأنت ربُّنا حقاً ، ونحن عَبيدُك رِقّاً ، وأنت لم تزل لذلك أهلاً ، يا ميسر كل عسير ، ويا جابِرَ كل كسير ، ويا صاحِبَ كل فريد ، ويا مُغنيَ كل فقير ، ويا مُقوِّيَ كل ضعيف ، ويا مأمَن كل مَخيف ، يسِّر علينا كل عسير ، فتيسير العسير عليك يسير ، اللهم يا من لا يحتاج إلى البيان والتفسير ، حاجاتنا كثير ، وأنت عالم بها وخبير .

اللهم إني أخاف منك ، وأخاف ممن يخاف منك ، وأخاف ممن لا يخاف منك ، اللهم بحق مِمن يخاف منك نجِّنا ممن لا يخاف منك ، اللهم بحق سيدنا محمد احرُسنا بعينك التي لا تنام ، واكنُفنا بكنفك الذي لا يُرام ، وارحمنا بقُدرتك علينا فلا نهلك وأنت ثِقتنا ورجاؤنا ، وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم ، والحمد لله رب العالمين ، عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومِداد كلماته .

اللهمَّ إنا نسألك زيادةً في الدين ، وبركةً في العُمر ، وصحة في الجسد ، وسعة في الرزق ، وتوبة قبل الموت ، وشهادة عند الموت ، ومغفرة بعد الموت ، وعفواً عند الحساب ، وأماناً من العَذاب ، ونصيباً من الجَنة ، وارزقنا النظَر إلى وجهك الكريم ، وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم ،

سبحان ربك رب العزة عمَّا يصِفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمي

EDITED: ASRARSIDDIQUI1@GMAIL.COM

حب الوطن من الایمان (حدیث)

داستان حضرموت

۱۳۹۰ھ

از

حبیب غالب قدیری ابن ابوبکر (حبیب یار جنگ)
بن الشیخ ابوبکر بن سالم صاحب عینات

اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار

حب الوطن من الایمان (حدیث)

"داستان حضرموت"

۱۳۹۰ھ

از

حبیب علی قدیری بن ابوبکر (حبیب یار جنگ) بن الشیخ ابوبکر بن سالم صاحب عینات

مطبوعہ :- اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد

تعداد (۵۰۰)

۱۳۹۰ھ

قیمت دو روپے

تقریظ عالیجناب ڈاکٹر سید عبد اللطیف صاحب (پروفیسر پی۔ ایچ۔ ڈی) لندن۔ موظف صدر شعبہ انگریزی جامعہ عثمانیہ

عزیزم کرنل حبیب علی صاحب قدیری جامعہ عثمانیہ کے اور خود میرے بھی قدیم شاگرد ہیں۔ خدا کے فضل سے انہیں اجدادی نسبت کے ساتھ ساتھ اہل علم و فضل حضرات کی صحبت اور صالح احوال میسر ہو۔ خصوصاً مولانا محمد عبد القدیر صاحب صدیقی حسرت جو جامعہ عثمانیہ کے شعبہ دینیات کے صدر ہونے کے علاوہ اپنے زمانہ کے عالم بے بدل فقیہ کامل اور سلاسل باطنی کے پیر روشن ضمیر تھے ایسے بزرگ کے حبیب صاحب مرید اور خلیفہ ہی نہیں بلکہ سفر اور حضر میں علامہ ممدوح کے ساتھ گویا ایک روح دو قالب تھے

مرشد کی صحبت نے انہیں ایسا رنگا کہ ہر مسئلہ کو بہر پہلو تحقیق و تلاش کر کے مسلم الثبوت و عدیم النظیر بنا دیتے ہیں۔

ان کے سفر نامہ "مقامات صدق وصفا" اور داستان حضرموت" کو (اپنی خرابی صحت کے باعث) مختلف مقامات سے پڑھوا کر سنا جس کی بناء پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ انہوں نے لکھا کامل صحت اور پورے وثوق کے ساتھ لکھا۔ خصوصاً مذہبی مسائل ازدواجی زندگی، تصوف اور اسلام پر بہ حیثیت سفر جو جو اعتراضات کئے گئے ان کے برجستہ اور مدلل جوابات دیئے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مساعی کو مشکور اور اس کتاب کو مقبول بنائے۔

(آمین)

سید عبد اللطیف صاحب پروفیسر

تقریظ:
مولانا الحاج حکیم محمد حسین صاحب امیر جامعہ نظامیہ حیدرآباد

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی رسولہ

محبی الحاج مولوی حبیب علی صاحب کرنل حب الوطن من الایمان کی روشنی میں "داستان حضرموت" کو جس خوبی، اور عمدگی، محنت و کاوش سے تفصیل کے ساتھ ضروری امور کو مثلاً (حقوق نسوان وغیرہ) ملحوظ رکھ کر لکھا قابل قدر اور لائق تحسین کام ہے۔ دورِ حاضر میں جب کہ ہندوستان کے مسلمان اس مردم خیز خط کو بھول گئے تھے اردو زبان میں لکھ کر عظیم الشان خدمت اپنے وطن عزیز کی ادا کی جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء اس کے ساتھ ہی اس کی صراحت ضروری سمجھی جاتی ہے کہ آپکا سفر نامہ مقامات صدق و صفا آپ کے صدق و صفا، محبت ایمانی اور شعائر اسلام سے کمال محبت کی نشانی ہے۔ فقط

مولانا حکیم محمد حسین صاحب امیر جامعہ نظامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ مولانا عبدالحمید صاحب شیخ الجامعہ النظامیہ و صدر امارت اسلامیہ آندھرا پردیش

حامداً و مصلیاً :-

"سفر نامہ صدق و صفا" "داستان حضرموت" مرتبہ کردہ جناب حبیب علی صاحب قدیری قادری زاد قدرہ کا مطالعہ کیا گیا۔ موصوف کو حرمین شریفین و مقامات مقدسہ اور اپنے وطنِ حضرت موت کے سفر کا موقعہ ملا۔ موصوف نے احوالِ سفر کو نہایت حسن و خوبی سے عام فہم زبان میں بیان فرمایا ہے۔ ان دونوں پر موصوف کے پیر بھائی جناب ابوالمحامد محمد احمد اللہ صاحب احمد قدیری ناظم شعبۂ اوقاف امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش و مدیر "رسالہ" "القدیر" کا تعارف نہایت جامع اور حاوی ہے۔ حسب فرمایش سطورِ ذیل درج ہیں:-

از آغاز سفر نامہ تا اختتام "تاریخ وار حالات و وارداتِ سفر کے ساتھ مناظرِ قدرت کا نقشہ اس حسن و خوبی سے کھینچا گیا ہے کہ بے اختیار کلمات تحسین نکل جاتے ہیں۔ سیروا فی الارض کا حکم قرآنی اسی لئے ہے کہ سفر سے معلومات، منافع، تجارت سبق و عبرت حاصل ہو اور انسان اپنے مقصدِ زندگی پر پوری توجہ سے گامزن رہے۔ لذائذِ نفس اور ماحول کے اثرات سے اُدھر ہی کا ہو کر غافل و بے خبر نہ ہو جائے۔ مگر ہر شخص کو سفر کا موقعہ کہاں۔ سفر کرنے والوں کے سفر ناموں کا مطالعہ ایک حد تک سفر کے مشتملات سے بہرہ اندوز ضرور کرتا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو ان کا مطالعہ کار آمد و نفع بخش ضرور ہو گا۔ خصوصاً مذکورہ ہر دو سفر نامے قابلِ دید لائق شنید ہیں۔ سفر ناموں کے پورے مضامین دلچسپ ہیں۔ مگر راقم کے لئے جو بات زاید جاذب نظر رہی وہ محترم حبیب صاحب کے دینی مذہبی معاشی معاشرتی مسائل پر مباحث ہیں جن میں بے حجابی، بے پردگی پر بحث نہایت سبق آموز

وعبرت انگیز ہے۔ اس طرح حبیب صاحب نے اصلاحی وتبلیغی کام کو بھی اپنے ان اسفار میں انجام دیا ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء ان مباحث میں حیدرآباد کے مشہور و معروف عالم دین متین عارف عرفان مبین کی تعلیم و تربیت اور ان کی صحبت بابرکت کے فیضان صدق وصفا کا بڑا حصہ ہے۔ اللھم زد فزد۔

العاجز عبد الحمید عفا اللہ عنہ شیخ الجامعہ نظامیہ
حیدرآباد

تعمیل حکم پیر روشن ضمیرؒ

حضرت پیر ومرشد قبلہ کا سفر نامۂ حجاز دوران سفر ہی میں رسالہ "النور" قاضی پورہ حیدرآباد میں چھپنا شروع ہو گیا تھا۔ اس کی آخری قسط النور کی جلد (۱۲) نمبر (۶، ۷) ماہ شعبان و رمضان ۱۳۴۶ھ میں شائع ہوئی جس کے آخر میں حضرت قبلہؒ نے یہ تحریر فرمایا کہ

"آج فقیر عبد القدیر کا روزنامچۂ سفر عرب ختم ہو گیا۔ آئندہ لفٹنٹ حبیب علی صاحب کا روزنامچۂ سفر حضر موت ہدیۂ ناظرین النور ہو گا۔"

اس حکم کی تعمیل میں آج میں یہ سفر نامہ پیش کرنے کے قابل ہوا ہوں الحمد للہ

گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

تقریظ محبت مانوس اخی محترم مولینا الحاج حبیب جعفر بن احمد بن عیدروس العیدروس مدظلہ

اخویم الحاج کرنل حبیب علی بن ابوبکر بن الشیخ ابوبکر بن سالم کے سفر نامہ "داستان حضرموت" کے مطالعے سے حیرت ہوتی ہے کہ قابل مولف نے آج نصف صدی قبل کے حضرموت" کے قاف جیسے سلاسلِ کوہ اور وادیوں سے پر اور اکثر بے آب و گیاہ صحراوں پر مشتمل دشوار گزار مقام کا صرف دُو ماہ میں مکمل سفر اور وہاں کے جملہ بزرگانِ دین کی تفصیلی زیارت کی سعادت حاصل کی جن سے خود وہاں رہنے والے اکثر حضرات کو موقع نہ ملا ہو۔

یہ بھی اک امر واقعہ ہے کہ اخی محترم نے یہ پر صعب سفر اپنے والد بزرگوار کے حکم کی تعمیل اور اجدادی وطن سے محبت کے جذبے سے متاثر ہو کر طے کیا جس سے بلاشک "حب الوطن من الایمان" کا یقین پختہ ہو گیا۔ نیز بزرگوں کے فیوض اور تصرفات نے سفر کی سختیوں کو آسان بنا دیا۔

میرے لئے یہ امر بھی موجب مسرت ہے کہ بھائی صاحب نے بدورانِ سفر جب بلد سیون پہنچے تو ہمارے مقام کا پتہ چلا۔ محض ہم سے مل لینے کی خاطر وہاں سے کافی فاصلہ طے کر کے پیچھے واپس لوٹ آئے۔ اور "حوطۃ الحزم" میں ہمارے پاس آ کر ایک دن رہ کر اپنے قلبی تعلقات و یگانگت کا ثبوت دیا۔

یہ بات بھی مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میرے جد بزرگوار حضرت حبیب عیدروس بن حسین العیدروس قدس سرہٗ کے پاس ہر پنجشنبہ کو حضرہ میں بھائی اکثر شرکت کرتے اور انہیں دیکھتے ہی حضرت جد بزرگوار بکمالِ شفقت فرماتے "علی ولی اللہ"

اس سفر نامہ کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ہر مقام کے ماحول، تاریخی جغرافی حالات، باشندوں کی تہذیب، اخلاق و آداب اور رسم و رواج کا ایک ایسا جیتا جاگتا مرقع کھینچا گیا ہے کہ پڑھنے والے پڑھتے پڑھتے ان مناظر سے لطف اندوز ہونے لگتے ہیں۔

H

اس کے ساتھ ساتھ موصوف نے ان مقامات میں جہاں کہیں بھی مذہب سے بے توجہی پائی گئی یا وہاں کسی نے مذہب پر بیجا اعتراضات کئے تو آپ نے اُن مسائل کو بڑی خوبی اور حکمت سے سلجھا دیا جن کے سبب وہ مسائل صرف وہیں کے مقامی نہیں رہے بلکہ ان کی عمومیت کے باعث سب کیلئے یکساں قابلِ استفادہ ہو گئے، خصوصاً ازدواجی مسائل، طلب زوجیت، شادی بیاہ کے رسوم، تصوف اور علمِ باطن پر اعتراضات کے جوابات قول فیصل ہیں۔

الغرض موصوف کی اس علمی کاوش کی نسبت میں خود بھی وہ کہنا چاہتا ہوں جو کچھ ہمارے محترم منصب مشہد جناب سید احمد بن حسین العطاس نے بھائی حبیب علی صاحب سے بحین ملاقات، عراق، دمشق، بیت المقدس حرمین شریفین کے سفر اور حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد حضر موت میں آنے پر فرمایا تھا "آپ (حبیب علی صاحب) نے ایسے طول و طویل سفر کی یہ واحد ہمت کی شاید ہی کسی نے کی ہو۔ آپ نے تو کسی بھی متبرک مقام کو نہیں چھوڑا خصوصاً آپ کا حضر موت کی زیارت کو آنا (جو نہایت ضروری تھا) قابلِ تعریف ہے۔ معلوم تو ایسا ہوتا ہے کہ آپ تمام بزرگانِ دین کے مقبول ہیں کہ ہر ایک اپنے پاس بلا رہا ہے"

(سفر نامہ ہذا صفحہ ۶۱)

آخر میں میری دعا ہے کہ مولف نے جس طرح ان مقامات کی زیارتوں کا شرف حاصل کیا ہے اسی طرح اس کا پڑھنے والا بھی اس سعادت سے بہرہ اندوز ہو۔ آمین

۲۶ر شعبان ۱۳۹۱ھ

فقیر حبیب جعفر بن احمد بن عیدروس العیدروس

ایسے سفر اختیاری نہیں ہوتے، اذنِ غیبی ہوتے ہیں۔ آدمی جاتا نہیں، بلوایا جاتا ہے۔ آرل صاحب کی طرف خوش بختی یہ رہی کہ پیر و رہنما خود میرِ کارواں تھا۔ عقیدت و مقبولیت کا امتزاج مشیت کی ہم آہنگی کا بدل میں کیوں نہ اترتا؟

اس سفرنامے سے متعلق میرے ذاتی جذبات و احساسات کا حقیقی ترجمان صرف ایک مصرع ہے۔

"ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے"

عبدالحی خان صاحب شارق
بی۔ اے۔ عثمانیہ

K

فہرست مضامین داستان حضرموت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی

تعارف

از جناب ابوالمحامد محمد احمد اللہ صاحب احمد قدیری

مدیر ماہنامہ القدیر و ناظم شعبۂ اوقاف امارتِ ملتِ اسلامیہ

للہ الحمد۔ محترم اخی حضرت کرنل حبیب علی قدیری نے اپنے مقدس سفر حج و زیارات مقامات مقدسہ کا پہلا حصّہ جو حرمین شریفین کے علاوہ بیت المقدس اور عراق کے مقدس مقامات پر مشتمل تھا "سفرنامۂ مقامات صدق و صفا" (١٣٨٩ھ) کے تاریخی نام سے شائع فرما دیا۔ اس سفرنامہ کے واقعات اگرچہ تقریباً نصف صدی قبل کے تھے مگر اس کا اندازِ بیان اور ترتیب کی دلکشی قارئین کی دلچسپی کا باعث رہی، اور جن حضرات نے بھی اس کا مطالعہ کیا، اسکی افادیت کا اعتراف ہی نہیں بلکہ اسکے جزو ثانی یعنی سفرنامہ حضرموت کی اشاعت کا تقاضہ شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے زیرِ مطالعہ سفرنامہ "داستانِ حضرموت" (١٣٩٠) کے تاریخی نام سے قارئین کرام کے ملاحظہ میں پیش ہے:۔

حضرموت عرب کا قدیم ترین علاقہ اور حضرات صالح اور ہود

ہنبیناعلیہا السلام جیسے اولوالعزم پیغمبروں کا مدفن ہے، یہاں کی تہذیب و تمدن بے حد قدیم اور ما قبل عہد تاریخ کی یادگار ہے۔ افسوس کہ اردو زبان میں حضرموت کی کوئی تاریخ نہیں۔ حال ہی میں جناب الحاج صالح عبداللہ باذقیل نے ایک مختصر کتابچہ "تاریخ حضرموت" کے نام سے حیدرآباد ہی سے شائع کیا ہے مگر حضرموت جیسے قدیم مقام کی تاریخ کی اس سے تشفی و تکمیل نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ موصوف نے جو کچھ بھی لکھا وہ ان عربی تواریخ کا فراہم کردہ مواد ہے جن میں "الفکر والثقافہ فی التاریخ الحضرمی" "معالم تاریخ جزیرۃ العرب" از تالیفات جناب سعید باعوض باوزیر اور جناب صلاح عبدالقادر صاحب البکری یافعی کی "تاریخ حضرموت" (حضرموت و عدن" وغیرہ ہیں۔ حالانکہ جناب باذقیل صاحب مکلا گئے تھے جو بندرگاہ ہے مگر حضرموت اور اس کے دیگر اہم مقامات تک (غالباً اس زمانہ میں راستہ کی دشواری گذاری اور عدم سہولتوں کے باعث) نہ جا سکے اور مکلا ہی میں کتب متذکرہ کے مطالعہ کے بعد تاریخ مذکورہ مرتب کی۔

اس اظہار سے میرا مقصد یہ ہے کہ حضرموت ان دنوں کچھ تو وہاں کے قبائل کے باہمی جدال و قتال اور کچھ راستہ کی صعوبتوں کے باعث بہت دشوار گذار تھا مگر بتائید ایزدی برادر محترم حضرت حبیب علی صاحب نے حضرموت کے سارے اہم مقامات کا خود بہ نفس نفیس سفر کیا، ہر جگہ مختصر ہی سہی قیام کیا۔ بزرگان کرام کی زیارتوں سے مشرف ہوئے

اور جو کچھ لکھا نہایت تحقیق اور صحت کے ساتھ لکھا۔ تعجب تو اس امر کا ہے کہ اس نصف صدی کے حالات کو جس احتیاط سے اپنی کاپیوں میں جمع کیا تھا پوری ترتیب اور کافی جانچ کے بعد انھیں سپردِ قلم کیا۔

واقعہ یہ ہے کہ حضر موت جیسے دُور دراز اور اس زمانہ میں دشوار گذار وادیوں، پہاڑوں اور لق و دق ریگزاروں سے مملو منازل کا تفصیلی سفر اور وہاں کے آسودہ بزرگان دین کے صحیح حالات جمع کئے۔ وہاں کے رہنے والے مختلف قبایل کے حبایب، شرفا اور نجبا کی پُر لطف صحبتوں سے خود مستفید ہوئے اور اپنی ملنسار طبیعت اور منکسر المزاجی سے ان لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت کے ایسے نقوش ثبت کر دیئے کہ ہر مقام کے لوگ ان کے مختصر قیام کو طویل کرنے پر مُصر رہے۔

بھائی حبیب علی صاحب کے اوصافِ حمیدہ کی نسبت میں اپنی طرف سے جو بھی لکھوں وہ کم ہوگا۔ اس لئے اس موقع پر ان کے پیر روشن ضمیر حضرت مرشدنا مولٰنا محمد عبد القدیر حسرت صدیقی قدس سرہٗ نے اس وقت کہ اپنے سفر نامہ کے اختتام پر ان کی نسبت جو کچھ لکھا اسے پیش کر دینا مناسب سمجھا گیا۔ "حبیب علی صاحب عثمانیہ بی۔ اے تک تعلیم پا چکے ہیں۔ لفٹننٹ پرنس باڈی گارڈ ہیں، حبیب ابوبکر نواب حبیب یار جنگ کے فرزند ہیں، ان کے جدِّ امجد شیخ ابوبکر ابن سالم صاحب عینات، حضر موت کے مشہور و معروف اولیاء سے ہیں جو بڑے با اقبال مانے جاتے ہیں۔

حبیب علی صاحب شگفتگی میں امتیاز خاص رکھتے ہیں۔ ان کو

اپنی سیادت پر ناز ہے، نہ لفٹنٹ ہونے پر، نہ فنون سپہ گری پر ممتاز
ہونے پر فخر ہے، عاجزی، مسکنت ان کا شیوہ ہے، آدمی کیا ہے۔
فرشتہ ہے! ان کے اچھے ہونے پر کسی شہادت کی ضرورت نہیں! ع
نور النبوۃ فی کدیر وجوھھم   یغنی الشریف عن الطراز الاخضر
میں حبیب یار جنگ بہادر کو بھی ان کے لخت جگر کے مبارک سفر
عرب پر مبارکباد دیتا ہوں"

(از سفرنامہ حضرت بحر العلوم مولٰنا حسرت صدیقی رح)

چونکہ سفر حرمین شریفین میں بھائی حبیب علی صاحب اپنے پیر و مرشد
کے ساتھ ہم سفر تھے اور ان کے ساتھ اور دو حضرات مولٰنا الحاج صلاح الدین
محمد الیاس صاحب برنی (جو ان دنوں صدر شعبہ معاشیات جامعہ عثمانیہ تھے)
اور جناب حافظ سید لطف احمد صاحب مرحوم (اسوقت کے مددگار ناظم طبابت)
بھی تھے اور پروفیسر الیاس برنی صاحب نے اپنے سفرنامہ کو بنام "طراز الحکیمہ"
شائع کیا تھا۔ اسکے صفحات (۳۱۴، ۳۱۵) پر بھائی صاحب کی نسبت جو
کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بھی یہاں درج کیا جاتا ہے:-

عزیزم میاں حبیب علی سلمہ

فی الوقت فوج میں لفٹنٹ ہیں، ابتداء میں انھوں نے مدرسہ آصفیہ
حیدرآباد میں پھر علی گڑھ میں تعلیم پائی۔ جامعہ عثمانیہ قائم ہوئی تو علی گڑھ
سے حیدرآباد واپس آکر کلیہ جامعہ عثمانیہ میں داخل ہوگئے۔ شعبہ معاشیات
میرے تفویض تھا۔ چنانچہ معاشیات میں یہ میرے شاگرد رہے۔ یوں شاگرد
تو سینکڑوں رہے لیکن بعض نے ذاتی تعلقات بھی پیدا کئے۔ آنا جانا

ملنا جلنا۔ تاہم میں نے اس رجحان کو سختی سے محدود رکھا۔ بہرحال حبیب علی صاحب ان خصوصیات میں شامل تھے جب موقع ملتا شام کو پہنچتے دیر دیر تک بیٹھتے دین و ایمان کی باتیں رہتیں، جب میں نے دیکھا کہ ان کا شوق بڑھ رہا ہے اور استعداد بھی اچھی ہے تو مشورہ دیا کہ کسی سے وابستہ ہو جائیں کہ سلوک میں باقاعدگی آجائے، کہنے لگے میں اچھی اچھی جگہ جا چکا۔ یہاں کے سوا کہیں دل نہیں ٹھیرا ایسی جگہ بس ہے۔ خیال ہوا کہ یہ کالج کے طالب علم ہیں اور حضرت مولوی عبدالقدیرؒ مدظلہ صدیقی القادری بھی کالج میں موجود ہیں، یہ حضرت ممدوحؒ کے تفویض ہو جائیں تو بہتر ہو۔ اور جب میں نے حبیب میاں پر عندیہ ظاہر کیا تو یہ بدکنے لگے کہ میں مولوی صاحبؒ سے واقف ہوں۔ مولویوں سے میرا کام نہ بنے گا۔ میں نے کہا تم نے مولوی صاحبؒ کو نہیں پہچانا، میرا کہا مانو۔ مہینے دو مہینے حاضری دو۔ میں بھی سفارش کروں گا مولوی صاحبؒ کھلیں گے تو تم کو تصدیق ہو جائے گی، ایسے گرویدہ ہو جاؤ گے کہ ہٹنے کا نام نہ لوگے، پھر شائد ہم بھی یاد نہ رہیں، نہ سہی، تمہارا کام بن جائیگا۔ ع خاک از تودۂ کلاں بردار۔

جب یہ تجربہ کی شرط پر راضی ہو گئے، تو مولوی صاحبؒ سے عرض کیا۔ حضرتؒ بھی ہچکچانے لگے کہ اپنی ذمہ داری مجھ پر کیوں ڈالتے ہو، جو تمہاری طرف رجوع ہے تم سنبھالو۔ میں نے عرض کیا کہ اوّل تو آپ کہاں اور میں کہاں دوسرے آپ باقاعدہ مرشد ہیں) اور میں آزاد۔ یہ بیل آپ کے منڈھے چڑھے تو خوب ہو! بہرحال عرض معروض سے حضرتؒ راضی ہو گئے اور وہی ہوا جو کہا تھا، کچھ دن تو حبیب میاں چوں چرا کرتے رہے لیکن بہ زودی حضرتؒ

میں ایسے جذب ہوئے کہ اللہ اللہ!

تاہم شکر ہے کہ ہمارا حق فراموش نہ کیا، نہ حضرتؒ نے، نہ حبیب میاں نے۔ ورنہ مشاطہ کس کو یاد رہتی ہے؟ البتہ رشتہ خراب ہو تو اس کی شامت آتی ہے!

حبیب میاں عرب ٹھہرے، حیدرآباد میں پہنچ کر صرف چوتھی پشت ہے، پھر ان کی سپہ گری پر کیا تعجب ہو سکتا ہے، پولو ہو، نیزہ بازی ہو، شہ سواری کی کیسی ہی آزمائش ہو، خوب کمال دکھاتے ہیں، فوج میں افسر ہیں۔ فوجی تعلیم و تربیت بخوبی حاصل ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں کھیلوں میں بھی خوب نام پایا۔ خاص کر فٹ بال میں تو ان کی قوت اور مہارت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ اچھے اچھے کھلاڑی ان کے مقابل زک اٹھاتے تھے۔ اس کے سوا ہاکی، کرکٹ وغیرہ میں بھی نمایاں حصہ لیتے تھے بلکہ ہاکی کپتان بھی رہ چکے تھے۔

حبیب میاں کے دادا حبیب صالح بن علوی مرحوم اعلیٰ حضرت نواب سکندر جاہ بہادر نظام الملک علیہ الرحمۃ کے عہد میں اپنے وطن حضرالموت سے حیدرآباد تشریف لائے۔ اور عہدۂ جمعداری پر سرفراز ہوئے، اس زمانہ میں عرب جمعدار ملک و حکومت میں بڑی قوت بنے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا حضرت شیخ ابوبکر بن سالم علیہ الرحمۃ صاحب عینات، حضرالموت میں بڑے بزرگ مانے جاتے ہیں۔ عام و خاص حضرتؒ کے معتقد ہیں۔ حضرتؒ ہی کی نسل میں حبیب میاں کا خاندان شامل ہے اسی لحاظ سے عرب بھی خاص ادب کرتے ہیں حبیب میاں کے

والد ماجد حبیب بوبکرؒ" کرنل نواب حبیب یار جنگ بہادر بھی شاہی عنایات سے سرفراز رہے ہیں بلکہ خاندانِ شاہی میں بحیثیت اتالیق اعتماد اور ذمہ داری کی جو خدمات نواب صاحبؒ کے تفویض رہیں، وہ اس خاندان کا طرۂ افتخار ہے اور ایسے ہی شریف، جان نثار ایسے خدمات انجام دے سکتے ہیں۔ بحالت کبر سنی وظیفہ پا کر نواب صاحبؒ یادِ الٰہی اور دُعا گوئی میں مشغول ہیں۔"

(از صراط الحمید جلد اول ص ۳۱۳ تا ۳۱۵)

الحاصل جب بھائی صاحب حبیب علی رفع اللہ درجاتہ، کی نسبت بزرگوں کے یہ خیالات عالیہ ہوں تو پھر مجھ جیسا ہیچمداں، عاجز و ناتواں کیا لب کشائی کر سکے، جیسے وہ نام کے حبیب علی ہیں ویسے ہی ان سے جو ملتا ہے ان کی محبت کو اپنے سینہ میں جاگزیں کر لیتا ہے، اس پر پیرؒ کی صحبت! وہ بھی "عبد القدیر" جیسا اپنے وقت کا علوم ظاہری میں بحر العلوم، شمس المفسرین اور راہ طریقت میں طور التجلی، حبیب اللہ، عبد اللہ سیف اللہ المسلول اعلی اللہ مقامہٗ و مد فیوضہٗ کی صحبت، جلوت میں، خلوت میں، سفر میں حضر میں، بیت المقدس میں، بغداد شریف، کربلائے معلی، نجف اشرف، مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ میں جسمانی ساتھ، روحانی ساتھ اور پھر جب حضر موت کو یکہ و تنہا اپنے والد ماجدؒ کے حکم کی تعمیل میں اپنے اجداد کی زیارت کو نکلے تو، یا تو اب تک حبیب علی صاحب پیرؒ کے ساتھ تھے اور اب پیرؒ اپنے مرید خاص کے ساتھ ساتھ ہے .... چنانچہ خود حضرت پیر و مرشد قبلہؒ حبیب کی حضر موت کی روانگی پر اپنے سفر نامہ میں

یوں مخاطب ہیں.......:-

"حبیب کیا تم پریشان ہو گئے! فاوری ہو، ابن الشیخ ابوبکر بن سالم ہو!-

تم کو پریشانی سے کیا واسطہ؟ جسمانی معیت کب تک؟ اب تک تم میرے ساتھ تھے، اب تم میرے دل میں ہو، اور میں تمہارے دل میں!

کہاں جا رہے ہو؟ ..... عینات کو! تمہارے عظیم الشان اجداد کی زیارت کو! اٹھو اور اپنے قدموں پر کھڑے ہو! کب تک انگلی پکڑ کر چلوگے؟ پھلو پھولو، چلو پھرو، کودو پھاندو! عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

تم کو اب کمال شکستگی نصیب ہوئی ہے، اپنے اس سفر کا ثمرہ پاؤ گے تمہارے حال پر لوگ رشک کریں گے اور ان کو نصیب نہ ہوگا۔ وقت پر ثابت قدمی دکھانے سے، جاگیر منصب، خطابات ملتے ہیں"۔ اَلشَّجَاعَةُ صَبْرُ سَاعَةٍ

جب اسباب سے ٹوٹے تو مسبب سے جڑے، مالک کے دل میں رحم و کرم آتا ہے تو جواب وصول ہونے سے پہلے ہی دلِ مضطرب کو اطمینان و سکون نصیب ہو جاتا ہے"۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ"

(سفر نامہ قلمی حضرت مولانا حسن ت قدس سرہٗ)

جمادی الآخری ۱۳۹۰ھ
اگست ۱۹۷۰ء

احقر العباد

محمد احمد اللہ احسن قدیری غفر ذنوبہٗ

"مکان منظر" چھاؤنی نادعلی بیگ بلدہ حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

داستانِ حضرموت

عرض حال

از فقیر حبیب علی قدیری

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولٰنا محمد خاتم النبیین وعلی الہ الطاہرین واصحبہ الطیبین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اما بعد۔

ارشاد مصطفوی ہے "ایمان کے ستر شعبے ہیں ان کے منجملہ وطن کی محبت بھی ایک شعبہ ہے" فقیر کے جد امجد حضرت شیخ السادات والفخر الوجود الشیخ ابوبکر بن سالم قدس سرہٗ المعروف "صاحب عینات" حضرموت ہی سے تعلق رکھتے تھے اور وہیں آسودہ ہیں، آپ ہی کی اولاد میں سے فقیر کے والد بزرگوار کے حقیقی جدِّ نامدار حضرت الشیخ حبیب صالح بن علوی کو آب و دانہ کی کشش نے سرزمین عروس البلاد حیدرآباد پہنچایا۔ اس وقت کے یہاں کے فرمانروا آصف جاہ ثالث نواب سکندر جاہ "مغفرت منزل" نے آپ کی خاندانی وجاہت و سیادت کا لحاظ کرتے ہوئے آپ کو عرب کی جمعداری بر معہ اس کے لوازمات کے فائز کیا، اور ہر طرح آپ کی یہاں آؤ بھگت ہوئی۔ حضرت قبلہ کے وصال کے بعد میرے حقیقی جد نسبی حضرت قبلہ کے

بڑے صاحبزادہ حضرت حبیب عبداللہ بن صالحؒ اپنے والد کے قائم مقام اور پورے اعزازات پر فائز رہے۔ اس زمانہ میں حیدرآباد میں عرب کا بڑا زور تھا۔ ممالک محروسہ کے راجگان اور جاگیرداروں سے زر مالگزاری اور دیگر رقوم کی وصولی اور اُن پر وقتاً فوقتاً نگرانی عرب ہی کے ذریعہ عمل میں آتی تھی۔ اس برتری کے باعث عرب جمعداروں کا حکومت پر تسلط تھا کہ بڑے سے بڑا مجرم حتیٰ کہ قاتل بھی اگر اِن عرب جمعداروں کی پناہ میں آجاتا تو پولیس کو مداخلت کی مجال نہیں تھی، اسکے باعث نظم وضبط میں خرابی کے اندیشہ سے سر سالار جنگ اولیٰ نے باہمی مشورہ کیا، عرب جمعداروں پر قابو پانا آسان کام نہ تھا۔ بالآخر اعلیٰ عہدہ داروں نے بالاتفاق سالار جنگ اولیٰ کو مشورہ دیا۔ ان عرب جمعداروں پر قابو پانیکے لئے صرف ایک ہستی ہے اور وہ ہیں حضرت حبیب عبداللہ بن صالح بن علویؒ جنکی قدم بوسی عربوں کے لئے باعث فخر ومباہات ہے، یہ سُن کر سر سالار جنگ نے حضرت حبیب علیہ الرحمۃ کو بلوایا اور نہایت احترام کے ساتھ اُنکی خاطرداری کر کے عرض کیا کہ حضرت حبیب صاحب یہ عرب جمعدار اگر قاتلوں اور ڈاکوؤں کی اس طرح علانیہ سرپرستی کریں تو نظام مملکت معطل ہوجائیگا۔ آپ توجہ فرمائیے، حضرت جد بزرگوارؒ نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ میں حتی الامکان کوشش کروں گا۔

چنانچہ حضرت قبلہؒ وہاں سے اپنے مکان تشریف لائے اور موقع سے جملہ عرب جمعداروں کو مدعو کر کے ارشاد فرمایا کہ ہم سب مسلمان اور اُمت محمدی ہیں۔ شرع شریف کی بموجب ہمیں عمل کرنا ضروری ہے

اس کی جملہ حضار نے تائید کی اور اقرار کیا کہ ہم اس کی پابندی کرینگے
اس اقرار کے بعد حضرت قبلہ نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمان حکمران اللہ اور
اس کے رسول کے ارشاد کی بموجب ہمیں جو حکم دے اس کی تعمیل ہمارا
فرض ہوگا یا نہیں ؟ جملہ عرب نے بالاتفاق کہا ایسا حکم ہمارے لئے
واجب التعمیل بسر وچشم ہے، اس پر حضرت قبلہ نے ایک کاغذ پر اس اقرار
کو لکھوا کر جملہ جمعداروں کے دستخط لے لئے جس میں آخری شرط یہ بھی
تھی کہ لکھا گیا تھا اگر ہم میں سے کوئی اس حکم کی سرتابی کرے تو ہم جملہ عرب
اس سے اس کی تعمیل بزور کروائیں گے۔ اتفاق سے اس اقرار کے بعد
ایک قاتل نواب مقدم جنگ عبداللہ بن علی جمعدار مرحوم کی پناہ میں
چلا گیا۔ ان دنوں مقدم جنگ جمعدار جو مشکل اردو بول سکتے، ایسے
موقعوں پر تین لفظ فرماتے جو زبان زد خاص و عام تھے کہ اگر کوئی
سرکاری مراسلہ حکم نامہ کسی خاطی یا قاتل کی گرفتاری کے لئے جو ان کی
پناہ میں ہو آجائے تو وہ فرماتے "پھاڑو، پھینکو، مارو" (یعنی وہ حکم نامہ
لے کر اسے پھاڑو، پھر پھینکو، اس کے بعد حکم نامہ لانے والے کو مارو۔"
یعنی اس کی تنبیہ کرو) الغرض اس اقرار نامہ کی بموجب جب حکم نامہ
گرفتاری ان کے پاس جد بزرگوار حضرت حبیب عبداللہ بن صالح
کے ذریعہ پہنچا تو عبداللہ بن علی جمعدار نے چپ چاپ اس خاطی کو حوالہ
کر دیا۔ اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ حضرت جد امجد حضرت الشیخ
حبیب عبداللہ بن صالح علوی کا احترام خود عرب میں کس درجہ تھا
آپ کے بعد آپ کے فرزند حضرت والد مغفور کے بڑے بھائی حضرت حبیب
صالح اور ان کے بعد حضرت والد ماجد الشیخ حبیب ابوبکر بن عبداللہ

المخاطب بہ حبیب یار جنگ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان اعزازات کے ساتھ حضرت
شہزادہ نواب میر عثمان علی خاں کی اتالیقی پر حضرت آصف سادس
نواب میر محبوب علی خاں غفران مکاں نے مامور فرمایا اور "پرنس باڈی گارڈ"
کے نام سے ایک فوجی رسالہ شہزادے کی حفاظت اور اعزاز کے لئے قائم
کر کے اس کی کمانڈنگ افسری بھی والد مغفور کو دی گئی۔ بعد ازاں خود حضرت
عثمان علی خاں خلد مکاں نے بھی والد مغفور کو علاوہ جمعیت نظام محبوب
کی کمانڈنگ افسری کے اپنی پیشی کی حاضری لازمی کر دی تھی۔ ہفتہ میں
ایک دن یعنی پنجشنبہ کی شام کو گھر جانے کی اجازت دی جاتی تھی اور بعد
نماز جمعہ پھر حاضر پیشی ہو جانا پڑتا تھا۔ ان تفصیلات کے اظہار سے
یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک طرف شاہانِ آصفیہ کی نوازشات دوسری
طرف اہل دکن کی عقیدت اور مودّت کے باعث خود جد امجد اور والد
مغفور کو اس قدر دکن سے دل بستگی ہو گئی کہ یہاں سے باہر نکلنے کا موقع
نہ مل سکا۔ مگر وطن کی یاد جب کبھی آتی تو خود جدّ بزرگوار کی یہی خواہش
رہی کہ انھوں نے اپنے فرزند یعنی فقیر کے حقیقی عم بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کو کم از کم حضر موت
بھیجنا چاہا مگر موقع نہ مل سکا اسی لئے والد مغفور رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی چاہتے تھے کہ
کم از کم وہ اپنے کسی فرزند کو بھیجائیں۔ چنانچہ میرے حج و زیارت مقاماتِ
مقدسہ کی اجازت طلب کرنے پر ارشاد فرمایا ضرور جاؤ مگر بعد حج سے
فراغت پانے کے حضر موت جا کر اپنے آجداد کی زیارت بھی کر کے آؤ
جاتے وقت بھی اس کی تاکید فرمائی اور جب میں نے بیت المقدس
اور عراق کے مقامات کی زیارتوں سے فارغ ہو کر حرمین شریفین میں

حاضری دی تو پھر والد مغفورؒ کے یکے بعد دیگرے دو خط وصول ہوئے جس میں درج تھا کہ "بابا علی! حج سے فراغت پانے کے بعد حضرموت ضرور جاؤ" میرے لئے حضرموت کی حاضری ازبس ضروری تھی، مگر ایک تو حضرت پیرومرشد قبلہؒ کی جدائی، دوسرے اتنا طول طویل سفر تنہا، اور اُن دنوں حضرموت کی دشوار گذار منزلیں زبان زد تھیں۔ بالآخر میں نے حضرت پیرومرشد قبلہؒ سے حضرموت جانے کی نسبت والد مغفور کے تاکیدی حکم کو سنایا تو ارشاد فرمایا "حبیب اپنے والد ماجد کی اطاعت کرو، اللہ تعالیٰ اس سفر کو تم پر آسان کردے گا اور اس سفر کا فائدہ پاؤ گے" اس کے ساتھ بہت سی دعائیں بھی دیں۔

الغرض اس تسکین بخش ارشاد کے بعد سفر کا رجحان قوی تر ہو گیا اور "بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا" کہہ کر چل پڑا۔

سببِ تالیف جہاں تک میرا حافظہ کام دیتا ہے، حضرموت جیسے قدیم ترین عرب علاقہ کی کوئی تاریخ زبان اردو میں موجود نہ تھی، اس کی مجھے اس لئے بھی تلاش تھی کہ وہاں کے حالات سے صحیح طریقہ پر آگاہی ہو۔ مگر ایسی کوئی کتاب مجھے نہ مل سکی، چوں کہ میں نے جس جس مقام پر حاضری دی وہاں کے حالات حتی المقدور دریافت و تلاش کے بعد نوٹ کر رکھے تھے، واپسی کے بعد ان کی ترتیب کی ایک دو دفعہ کوشش بھی کی مگر ملازمت کی مصروفیات اور حضرت پیرومرشد قبلہؒ کی صحبتوں کے فیوض کی دل بستگی نے اِدھر تکمیل کا موقع نہیں دیا۔

حضرت پیر و مرشد قبلہ رح کے وصال کے بعد ان کی جدائی کا صدمہ میرے لئے تقریباً ناقابل برداشت ہوگیا تھا صحت متاثر اور اعضاء و جوارح ایک تھکے مسافر کی طرح جواب دینے لگے، عرصہ تک بستر علالت پر ہی رہا۔ اسی دوران یہ خیال بھی ہوا کہ حضرت پیر و مرشد قبلہ رح کا منظوم کلام جو منتشر ہے اور سوائے اس فقیر کے اور کسی کے پاس اس کے مسودات محفوظ نہیں ہیں، انھیں کسی طرح ایک جگہ مرتب کر کے شائع کر دیا جائے بحمد للہ اپنی صحت یابی کے بعد سب سے پہلے اس سعادت سے قسمت نے بہرہ ور کیا۔

اسی سلسلہ میں جب ان مسودات کی تلاش شروع کی تو اس سفرنامے کی یادداشتیں بھی جو تقریباً پراگندہ تھیں یکجا کرنے کا موقع ملا اور جب ان یادداشتوں کو میرے برادر دینی جناب پروفیسر سید محمد صاحب ایم۔ اے قدیری اور بھائی محمد احمد اللہ صاحب احمد قدیری نے دیکھا تو اصرار کیا کہ "حبیب ان اوراق پریشان کو جلد یکجا کر کے شائع کرا دو" اس یاد دہانی کے ساتھ ہی مجھے یہ بھی خیال ہوا کہ حضرت پیر و مرشد قبلہ رح نے اگرچہ اپنے سفرنامہ کو خود بھی تحریر فرمایا تھا اور اسے اس وقت کے ماہ نامہ "النور" (جو زیر ادارت حضرت مولٰنا سید باقر حسینی طارق المعروف بہ حضرت فقیر بادشاہ علیہ الرحمۃ) حیدرآباد سے جاری تھا بالاقساط حضرت پیر و مرشد قبلہ رح کا یہ سفرنامہ شائع ہوا۔ اس کے بعد حسب اجازت پیر و مرشد قبلہ رح ماہنامہ القدیر میں بھی بالاقساط یہ شائع ہوا مگر ابھی کچھ حصہ باقی تھا کہ القدیر ناقدری کا شکار ہو کر سترہ سالہ مسلسل خدمتگزاری کے بعد

رُک گیا۔ بہرحال حضرت قبلہؒ نے جو کچھ تحریر فرمایا اس میں بعض خاص حالات جو حضرت قبلہؒ کی ذات تک محدود تھے عمداً نہیں لکھے حضرت الیاس برنی صاحبؒ نے بھی اپنے سفرنامہ "صراط الحمید" میں ان واقعات کا ذکر نہیں کیا۔ اس لئے بھی میں نے ان حالات کا ظاہر کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اپنے "سفرنامہ مقامات صدق وصفا" میں ان کا ذکر برموقع کر دیا گیا ہے۔

میں نے اپنے اس سفر کے حصّہ کو صرف اسی حد تک شائع کیا اور حضرموت کے واقعات شائع کرنے کا فی الوقت اس لئے بھی خیال نہیں تھا کہ پچاس سالہ قدیم حالات آج کی ترقی یافتہ دنیا کے لئے کیا دلچسپی کا موجب ہوں گے؟ مگر جن حضرات نے میرے "سفرنامہ مقامات صدق وصفا" کا مطالعہ فرمایا انھوں نے تقاضا کیا جسکی وجہ یہ حالات قارئین کرام کے ملاحظہ میں پیش ہیں، ہوسکتا ہے کہ عام طور پر یہ حالات دلچسپی کا موجب نہ بنیں، مگر یہ بات یقین کے ساتھ میں ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے اس میں جو کچھ بھی لکھا پہلے اس کی خود میں نے اپنی تشفی کرلی اور صحت کے بعد ہی انہیں سپرد قلم کیا ہے، بزرگوں کے حالات ہیں، ان میں شاعرانہ تعلی یا ادیبانہ رنگینی بے شک نہیں ہے اور ان کی یہاں نہ ضرورت اور نہ گنجائش!

جو کچھ بھی لکھا اپنے قلبی تاثرات اور واردات ہیں۔ بدورانِ واقعاتِ سفر بعض فقہی مسائل کی بحث بھی چھڑ گئی ہے حالات کے تحت انکا اظہار ضروری تھا۔ اسلئے یہ سفرنامہ بلاارادہ ..... بن گیا جو دلچسپی سے خالی نہیں۔

اللہ بس باقی ہوس۔

فقیر حبیب علی قدیری
۲۴ رجمادی الاولی ۱۴۱۵ھ

بیت الحبیب ملک پیٹھ حیدرآباد ۲۴
(16-3-995)

سفرِ حضرموت

ہمارے مقدس سفرِ حج بیت اللہ و زیاراتِ مقاماتِ مقدسہ پر روانگی کی اطلاع جب عام ہوئی تو میرے بزرگوں اور دوستوں اور عزیزوں سبھوں نے اپنی نیک تمناؤں اور دلی دعاؤں سے میری حوصلہ افزائی کی، خصوصاً میرے والد ماجد حضرت حبیب ابو بکر بن عبداللہ بن الشیخ ابو بکر بن سالم المخاطب بہ نواب حبیب یار جنگ اعلی اللہ مقامہٗ نے بھی دعاؤں کے بعد یہ تاکید فرمائی کہ "حج بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد واپسی میں حضرموت جاکر اپنے جدِ اعلیٰ حضرت فخر الوجود الشیخ الکبیر سیدنا شیخ ابو بکر بن سالم صاحبِ عینات کی زیارت سے بھی مشرف ہوآنا جو میری عین خوشی کا باعث ہوگا"

اس حکم کی تعمیل میرے لئے لازمی تھی مگر اس کے ساتھ یہ خیالات بھی پریشان کر رہے تھے۔ سب سے بڑی چیز یہ کہ حضرت پیر و مرشد قبلہ رح کی رفاقت چھوٹتی ہے جو میرے لئے سخت تکلیف کا باعث ہے۔ ضمنی طور پر یہ بھی خیال آرہا تھا کہ حضرموت جیسے دور دراز مقام کا سفر تنہا کرنا ہوگا یوں تو خود عرب کا علاقہ گرم اور ریگستانی صحرا پر مشتمل ہے، اس پر حضرموت جیسا ریگزار اور جگہ جگہ پانی کی قلت، وہاں کے بادیہ نشین اعراب میں ہمیشہ بات بات پر لڑائی جھگڑے جدال و قتال عام، راستوں کی ناہمواری، وہاں کے شعوب قبائل کی

باہمی مخالفتوں کے باعث خانہ جنگیوں کا لامتناہی سلسلہ رہتا ہے اگر
اس سے فرصت ملی تو اپنے حاکم ہی سے برسرِ پرخاش ہو جاتے ہیں جس سے
امنِ عامہ برقرار نہیں رہتا۔ چنانچہ اس زمانہ میں وہاں کے بدوی قبائل
کے درمیان لڑائی کی خبریں مسلسل آرہی تھیں، اس کے علاوہ عموماً کھجور
ہی وہاں کی عام غذا اور پھر گرمی بھی ناقابلِ برداشت۔ اسی لئے اس
علاقہ کے نام ہی سے لوگ گھبرا جاتے ہیں۔ ان وجوہات کی بناء پر میں وہاں
جانے سے پریشان تھا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت والدِ محترمؒ کا لکھا ہوا
ایک اور خط مدینہ طیبہ میں مجھے ملا کہ "حج سے فارغ ہوکر تم عینات کو
ضرور جاؤ" اور یہ بھی ارشاد تھا کہ "تم مکہ معظمہ پہنچنے تک میں خط کے
ذریعہ حضرموت و عینات کے حالات دریافت کرکے تمہیں معلوم کرونگا۔"

جب میں مدینہ طیبہ پہنچا تو وہاں سید علی بن حسن المحضار سے
ملاقات ہوئی جو مکہ سے تازہ وارد ہوئے تھے، موصوف کے ذریعہ
وہاں کے بیشتر حالات معلوم ہوئے، اور انہی کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا
کہ قریب ہی میں بدوی قبایل کے مابین صلح ہو جائے گی، ایسا تو اکثر
ہوتا ہی رہتا ہے، کچھ دن کے لئے راستہ بند رہتا ہے تو پھر فوری کھل
بھی جاتا ہے، ورنہ کاروبار کیسے چلیں گے، جب میں مکہ معظمہ پہنچا تو
حضرت والد صاحب قبلہؒ کا ایک اور خط ملا "تم میری خوشی چاہتے
ہو تو بعد حج عینات جاؤ۔ خدائے تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا" ایسی
صورت میں میرے لئے حضرموت جانا ضروری ہوگیا، اور یہ بھی اطلاع
ملی کہ ایک ہفتہ بعد جدہ سے ایک جہاز مکلا جانے والا ہے پھر خبر

ملی کہ یہ جہاز جبوتی تک جا رہا ہے جو جدّہ اور عدن کا درمیانی مقام اور آفریقہ کا ساحلی علاقہ اور فرانسیسی مقبوضہ ہے۔ اس اطلاع کے بعد میں نے حضرت پیر و مرشد قبلہؒ سے ان حالات کا اظہار کر دیا۔ حضرت قبلہؒ نے سماعت فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:۔

"حبیب! حضرموت کا علاقہ نہ صرف دور دراز اور پُرخطر بلکہ راستہ بھی غیر محفوظ ہے۔ اس لئے ایسے مقام پر تمہیں تنہا سفر کرنے کی میں اجازت نہیں دیتا۔ مگر تمہارے والد بزرگوارؒ کے حکم کی تعمیل بھی تم پر ضروری ہے اس لئے اجازت دیتا ہوں۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں، خدا تمہارے ساتھ ہے، خدا مبارک کرے، بسم اللہ جاؤ۔ یہ سفر تمہارے لئے بہت سی برکتوں کا موجب ہوگا۔ تم اس سفر میں خدائے تعالیٰ کی نشانیوں کا عجیب و غریب تماشہ دیکھو گے"۔

جب حضرت پیر و مرشد قبلہؒ نے بھی اجازت دیدی تو میں نے بھی اس سفر کا پختہ ارادہ کر لیا اور جبوتی کا ٹکٹ مبلغ /45 Rs. روپیہ ادا کر کے خرید لیا۔ دراصل یہ جہاز عدن جا رہا تھا۔ مگر عدن میں وبا پھیلنے کی وجہ سے وہ صرف جبوتی تک جا رہا تھا چونکہ مجھے جبوتی پر اترنا تھا اس لئے فرانسیسی کونسلر کی اجازت بھی لے لی گئی۔

ابھی یہ حضرت پیر و مرشد قبلہؒ کی دعاؤں کا اثر اور پھر مالکؒ کا فضل شروع ہو رہا تھا کہ دو دن کے بعد یہ اطلاع ملی کہ یہ جہاز مکلّہ بغیر عدن ٹھہرے جا رہا ہے میں نے فوراً مزید /22 Rs روپیہ ادا کر کے مکلّہ کے ٹکٹ کی تکمیل کرلی، ورنہ جبوتی جا کر ٹھہرنا پڑتا یا عدن کے

جہاز کے لئے۔ پھر عدن پہنچ کر رکنا پڑتا۔ پھر صفر اترنے کی زحمت الگ اور وقت بھی کافی ضائع ہوتا۔ دو روز میں مکلہ جانے والے حضرات جمع ہو گئے۔ سید علی بن حسن المحضار بھی آ گئے۔

بتاریخ ۲۰ ذیحجہ روز دوشنبہ دن کے گیارہ بجے ہم "امین" جہاز میں سوار ہو گئے۔ ایک ساتھی مسافر جناب عبید بن [illegible] مقیم بلد الشحر بندر نے جہاز کے قلیوں کو کچھ بخشش دے کر اچھی جگہ کا انتظام کر لیا تھا۔ اس طرح ہمیں عرشہ پر ایک اچھی جگہ مل گئی۔ عبید نے سب سے میں نے کہہ دیا کہ کھانے کا انتظام بھی آپ ہی کے ساتھ رہے تو بہتر ہے۔ ہمارے ہمسفر عبید صاحب کے علاوہ [illegible] شیخ احمد باسلامہ صاحب بلد لورہ [illegible] ان سب کے کھانے کا انتظام بھی عبید صاحب ہی کے ساتھ ہو گیا ہے۔ کھانا لے کر بڑا لطف [illegible] ہر چیز وقت پر تیار ملتی۔ پانچ چھ روز کے سفر میں کسی روز بکری کا گوشت تو کسی روز مرغ تو کسی روز مچھلی کھانے میں آتی رہی۔ قہوہ اور چائے وقت پر تیار۔ واقعی عبید صاحب کا انتظام قابل تعریف [illegible] بڑھ کر آرام ملا۔ ایک دن تک تو جہاز عدن ہی میں ٹھہرا رہا۔ [illegible] یہاں سے روانہ ہوا۔

روانگی از جدہ
۲۱ ذیحجہ سہ شنبہ

۲۱ ذیحجہ سہ شنبہ دن کے چار بجے یہ جہاز جدہ سے روانہ ہوا۔ روانہ ہونا ہی تھا کہ جنبش کرنے لگا۔ جہاز کی جنبش اور حرکت کی زیادتی کی وجہ سے تقریباً سارے مسافروں کی طبیعت بہت خراب ہو گئی۔ قے پر قے کرتے ہوئے [illegible]

بستروں پر پڑے تھے، میرے بھی سر میں درد ہونے لگا مگر خدا کی عنایت سے نہ زیادہ تکلیف ہوئی اور نہ قے۔ رات کا کھانا بمشکل تھوڑا سا کھا کر سو گیا۔

۲۲ ذیحجہ چہارشنبہ

رات بھر گو آرام سے نیند نہ آئی۔ پھر بھی بستر پر پڑے رہنا ہی آرام دہ تھا۔ صبح جہاز کو اگرچہ زیادہ حرکت نہ تھی مگر کل کا اثر ابھی لوگوں پر باقی ہے، ہمارے بازو چند سیلون کے باشندے بھی ہیں، یہ حضرات بھی حج سے فارغ ہو کر اپنے وطن سیلون جا رہے ہیں، اردو زبان نہیں جانتے، آپس میں اپنی خاص زبان بولتے ہیں، ان میں ایک دو صاحب انگریزی جانتے ہیں، یہ سب تاجر ہیں، خوش حال ہیں، ان میں خصوصاً سید زین علی صاحب سے بہت دوستی ہو گئی ہے۔ بڑی محبت کے آدمی ہیں ان سے معلوم ہوا کہ یہ سادات باعلوی سے ہیں، پھر تو ایک جد کی اولاد ہیں۔ خون سے خون ملتا ہے۔ اس جہاز میں بڑی غنیمت صحبت تھی۔

سید زین علی صاحب مذہبی خیال کے آدمی ہیں، صاف دل ہیں، مختلف مسئلوں پر گفتگو ہوتی رہی۔ جس سے ان کی طبیعت اور ذوق کا اندازہ ہوتا تھا۔ بعض مسائل میں ان کو متعدد شبہات تھے میری گفتگو سے اُن کے شبہات بہت کچھ رفع ہوئے، اس کا اثر اُن پر یہ ہوا کہ انھوں نے بڑی تاکید کی کہ حیدرآباد پہنچتے ہی انھیں خط لکھوں۔ خط و کتابت سے بھی آدھی ملاقات تو ہوتی ہے کم از کم یہ تو جاری رہے۔ پھر کہا سیلون کچھ دور نہیں، ضرور آئیے، وہاں بھی

اپنے ہم وطن حضرمی لوگ بہت ہیں۔ آپ سے مل کر بہت خوش ہونگے اور آپ بھی اُن سے مل کر ضرور خوش ہوں گے۔

۲۳ ذیحجہ پنجشنبہ آج دن کے دو بجے بندر حدیدہ پر جہاز ٹھیرا، یہ یمن کا بندرگاہ ہے۔ یہاں سے صنعان جو یمن کا پایہ تخت ہے، اونٹوں پر قریب پانچ روز کا راستہ ہے۔ صنعان سطح سمندر سے تقریباً سوا سات ہزار فیٹ کی بلندی پر ایک وسیع وکشادہ وادی میں آباد ہے، اس کے مشرق میں جبل نقوم نہایت بلند پہاڑ ہے، اس میں کئی قلعے موجود ہیں۔ یہ شاید ۱۵۔۱۶ عرض البلد کے مابین واقع ہے۔ تاہم نباتات کے لئے منطقہ حارّہ کی کوئی بات نہیں پائی جاتی۔ کیوں کہ اس مثلث نما شہر میں جو تین متمیز حصوں پر مشتمل ہے ہر قسم کے میووں، پھلوں اور پھولوں کی بہتات ہے۔ خصوصاً اس کا تیسرا حصہ جو "بیر الزرات" کے نام سے موسوم ہے غالباً اس کا منطقہ حارّہ سے متبائن الہوا ہونا سطح سمندر سے بلندی کی وجہ سے ہے۔

لوگ کشتیوں میں سوار ہو کر کیلے، لیمو، پنیر، کھجور، تمباکو، مچھلی، مرغی، انڈے وغیرہ لاتے اور بہت سستے دام فروخت کرتے ہیں۔ جہاز پر سامان چڑھاتے چڑھاتے رات کے ۹ بج گئے۔ قریب دس بجے رات کے یہ جہاز یہاں سے روانہ ہوا۔

۲۴ ذیحجہ جمعہ آج دن بھر گرمی رہی، شام کے پانچ بجے جبوتی پر پہنچ گئے وہاں اکثر لوگ اُتر گئے جو عدن کے

مسافر تھے ان کو بھی یہاں اُتار دیا گیا، کیونکہ یہ جہاز عدن نہیں جا رہا ہے بلکہ مکلّہ جا رہا ہے۔ سید علی بن حسن المحضار کو لینے چند لوگ کشتی میں سوار ہو کر آئے تھے، ان کے ساتھ میں بھی ہو گیا۔ شہر دیکھا بہت صاف ستھرا۔ بجلی کی روشنی سے منور، ہر گھر میں نل، سڑکیں کشادہ، عمارتیں پختہ، بلند اور شاندار حویلیاں عالی شان، شہر چمنوں سے آراستہ، سواری کے لئے موٹریں اور عمدہ گھوڑا گاڑیاں، فرانسیسیوں کی حکومت ہے، ساحل کے قریب سمندر زیادہ گہرا نہ ہونے کی وجہ سے جہاز دُور کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر سمندر کے اندر ساحل سے بہت دُور تک سڑک ڈالی گئی ہے۔ موٹریں، گاڑیاں یہاں تک آتی ہیں۔ جہاز بھی بہت قریب ہوتا ہے۔ بعد مغرب ہم وہاں سے نکل کر اپنے جہاز میں آ گئے۔ جہاز قریب ۹ نو بجے رات کے یہاں سے روانہ ہوا۔

۲۵ ذیحجہ شنبہ دن کے ۱۰ دس بجے عدن کی پہاڑیاں اور وائرلس ٹیلیگراف کے ستون دکھائی دیئے۔ جب ہم پہاڑی کے قریب سے گزرے تو ہم نے حضرت ابوبکر بن عبد اللہ العیدروس رحمہ صاحب عدن کے نام فاتحہ پڑھی۔ جہاز میں سے عدن آباد کا کوئی حصہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ معلوم ہوا کہ پہاڑیوں کے اندر شہر آباد ہے۔

۲۶ ذیحجہ یکشنبہ صبح ۱۰ دس بجے ہمارا جہاز مکلّا بندر کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں سے کشتیوں میں سوار ہو کر ساحل پر آئے

تو سلطان صالح بن غالب القعیطی المخاطب بہ سیف نواز جنگ کارگزار سلطانِ مکلا اور سید ابوبکر بن حسین بن حامد بن عمر المحضار بن الشیخ ابوبکر بن سالمؒ وزیر مکلا سے ملاقات ہوئی۔ سلطان کے ساتھ میں اور سید علی بن حسن موٹر میں بیٹھ کر سید ابوبکر بن حسین وزیر مکلا کے گھر گئے۔ سلطان صالح سے بہت دیر تک گفتگو رہی۔
سلطان صالح نے نہایت تعجب سے فرمایا کہ "حبیب صاحب! میں نے آپ کے والد بزرگوار کو لکھ دیا تھا کہ حضرموت کے راستہ کے بدوی قبائل میں ابھی لڑائی جاری ہے، راستے بند ہیں، اس لئے آپ کو ادھر نہ بھیجا جائے، میرے لکھنے کے باوجود آپ یہاں آگئے۔ آپ کا آنا مبارک ہو، مگر آپ کا یہاں سے آگے جانا پُرخطر ہے۔" میں نے سلطان صالحؒ سے کہا کہ مجھے حضرت والد صاحب قبلہ کا ایک خط مدینہ طیبہ میں اور دوسرا مکہ معظمہ میں ملا۔ ان ہر دو خطوط میں حضرموت جانے کی تاکید کی گئی تھی اور یہ بھی فرمایا کہ جب تک وہاں امن بھی ہوگیا ہوگا لیکن آپ کے خط کی بنا پر حضرت والد صاحب قبلہ نے بعد میں کوئی خط ضرور لکھا ہوگا جس میں حضرموت جانے سے منع کیا گیا ہو۔ چونکہ میں مکہ سے بہت جلد نکل پڑا اس لئے وہ خط مجھے نہیں مل سکا۔ اب حضرموت جانا میرے لئے بہرحال ضروری ہے۔ اس پر سلطان ممدوح نے فرمایا "حبیب صاحب! آپ کیسے جائیں گے جبکہ راستے بند ہیں! کچھ دن ٹھہر کر صبر کرو، دیکھو راستہ کب کھلتا ہے۔" میں یہ سنکر حیران رہ گیا۔
سلطان صالح صاحب نے مجھے اپنے پاس ٹھہرانے کے لئے بڑی

خواہش ظاہر کی۔ مگر سید ابو بکر صاحب وزیر مکلّہ نے یہ کہا کہ یہ ہمارے بھائی ہیں اور پہلی مرتبہ ہمارے گھر آئے ہیں۔ اس لئے یہ ہمارے ہی مہمان رہیں گے" سلطان صالح نے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا "خیر حبیب صاحب! انہی کی خوشی کیجئے" میں نے کہا "مجھے تین دو دن ہی یہاں ٹھہرنا ہے۔ پھر تریم، عینات کو جانا ہے، یہاں بھی آپ ہی کا مہمان ہوں" بہرحال یہ سب محبت کی باتیں ہیں ورنہ ان حضرات کو دیکھو اور اس غریب الوطن مسافر کے ساتھ اس سلوک کو دیکھو، خدا کی شان معلوم ہوتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصل میں ان بزرگوں کا مہمان ہوں جنکی زیارتوں کے لئے یہاں حاضر ہوا ہوں اور میرے پیر کی پشت پناہی لے کر آیا ہوں۔

۲۶ ذیحجہ یکشنبہ آج چار بجے حبیب حسین بن حامد مرحوم سابق وزیر مکلّہ (والد بزرگوار موجودہ وزیر مکلّہ) کی فاتحہ کے لئے جب میں مجلس میں حاضر ہوا تو تمام سادات و مشائخوں نے باصرار صدر میں جگہ دی اور بڑی عزت و تکریم سے پیش آئے۔ بعد ختم فاتحہ سید ابو بکر صاحب کے ہمراہ سلطان صالح کے پاس گیا وہ اپنی موٹر میں ہم کو شہر مکلّہ کے باہر ایک پہاڑی پر لے گئے جہاں سلطان غالب المخاطب بہ جانباز جنگ مرحوم بن عوض (والد سلطان صالح) نے ایک مکان بنایا تھا، یہ مکان [illegible] بلندی پر واقع ہے۔ یہاں حوض اور چمن بھی ہیں۔ سلطان صالح نے سید ابو بکر سے کہا "حبیب صاحب کو تمام مکان اچھی طرح دکھایا جائے۔ مکان

کے ہر حصّہ کا تفصیلی معائنہ کرایا گیا۔ مکان نہایت سلیقے سے بنایا گیا ہے۔ ہر ضرورت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس میں بڑی وسعت ہے۔ پانی کے نل ہر جگہ موجود۔ سلطان صالح فرماتے ہیں "آپ کے والد صاحب جب یہاں تشریف لائیں گے تو اسی مکان میں ٹھیراؤں گا" حوض کو لگا ہوا چبوترا ہے جس پر قالین کا فرش ہے، یہاں بیٹھ کر قہوہ پیا، کھجور کھائے۔

سلطان صالح کا خواب

سلطان صالح نے فرمایا "آج چھ روز پہلے میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک جہاز مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر عدن پر ٹھیرے بغیر سیدھا مکلّہ آیا ہے میں نے تعجب کیا کہ یہ کیا بات ہے؟ عدن بغیر ٹھیرے کوئی جہاز نہیں آتا۔ اس خواب کا ذکر میں نے چند احباب سے بھی کیا مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی، جب اس جہاز کی جس میں آپ تشریف لائے ہیں اطلاع ملی تو معلوم ہوا کہ یہ جہاز جدّہ سے بغیر عدن ٹھیرے صرف ساڑھے چار دن میں مکلّہ کو آ گیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس جہاز میں تمام حجاج ہیں۔ اس وقت مجھ کو اپنا خواب یاد آ گیا کہ یہ جہاز اسی خواب کی تعبیر ہے۔ اس طرح ہم کو آپ کے آنے کی ایک ہفتہ پہلے ہی خبر پہنچ گئی تھی" پھر فرمایا کہ "چند روز سے میں ایسے خواب دیکھ رہا ہوں جو بعد میں چل کر بالکل صحیح ثابت ہوتے ہیں" میں نے کہا "یہ آپ کی صداقت، نیک نیتی اور صفائی باطن کا نتیجہ ہے، رویائے صادقہ صفائی باطن کی دلیل ہے۔ چنانچہ حضرت رسالت مآب کا ارشاد مبارک

ہے: الرؤیاء جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ"
اسی رعایت سے حضرتؐ نے رویاء کو مبشرات بھی فرمایا" لم
یبق من النبوۃ الاّ المبشرات" لوگوں نے دریافت کیا
"یارسول اللہ مبشرات کیا ہیں؟" تو آپ نے فرمایا "رویائے صالحہ
ہیں جو مرد صالح کو نظر آئیں" سرکار دو عالمؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "خواب
بھی تین قسم کے ہوتے ہیں:- (۱) رویاء من اللہ (۲) رویاء من الملک
(۳) رویاء من الشیطان۔ رویاء من اللہ تو جزءً من النبوۃ ہیں
تعبیر و تاویل سے ماوراء- (۲) رویاء من الملک، یہ رویاء صالحہ
ہیں جس کی تعبیر و تاویل بھی ہو سکتی ہے۔ (۳) رویاء من الشیطان
یا اضغاثِ احلام، یہ بدخوابی کا نام ہیں جو القاء ابلیسی اور وساوس
شیطانی کا نتیجہ ہوتے ہیں" یہ باتیں) قریب دس بجے رات تک ہوتی
رہیں۔ اس کے بعد رخصت لے کر حبیب ابو بکر صاحب کے ساتھ انکے
مکان کو پہونچا۔

۲۷ ذیحجہ دوشنبہ ۲۷ ذیحجہ دوشنبہ شام کے قریب (۶) بجے سلطان
صالح اور سید ابو بکر کے ساتھ مکلّا کے دوسری جانب
شہر کے باہر پہاڑ کے دامن میں سمندر کے کنارے گیا۔ یہاں بھی
ایک عالی شان مکان ہے۔ یہ منظر بھی عجیب و غریب ہے، سمندر کی
سیر خوب ہوئی۔ لہروں کا شور، ہواؤں کا زور، ایک طرف آسمان
سے فلک بوسی کرتا ہوا پہاڑ تو دوسری طرف بحیرۂ عرب، قدرتی مناظر
کا عجیب دلکش اور دلفریب نظارہ تھا جو بہت کم دیکھنے میں آتا ہے

ٹھنڈا پانی پیا، "اخضر چائے" پی، سلطان صالح نے کہا "کیا ایسے مناظر حیدرآباد میں ہیں"۔ میں نے کہا ہر جگہ کی قدرتی نواح اپنے ماحول کے اختلاف کے ساتھ خاص نوعیت کے مناظر رکھتی ہے۔ ہاں! یہ صحیح ہے کہ حیدرآباد میں ایسے وسیع سمندر کا قدرتی لطف میسر نہیں" نماز مغرب پڑھکر وہاں سے رخصت کے وقت سلطان صالح نے کہا کہ "کل صبح میں آپ کے پاس آرہا ہوں"۔

۲۸ رجب سہ شنبہ

صبح کے ۹ بجے سلطان صالح تشریف لائے، عام انتظام نظم ونسق پر گفتگو رہی بسلسلۂ کلام میں تعلیم کے متعلق بھی بحث چھڑی۔ آخر میں فرمایا کہ آپ ہمارے دو مدرسے دیکھ آئیے" میرے ساتھ حبیب محمد بن عبداللہ بن ہارون کو کردیا۔ ایک مدرسہ میں جدید طرز کے تعلیم یافتہ اساتذہ مکہ کے باشندے ہیں، بڑی دلچسپی سے کام کررہے ہیں۔ ان کو سلطان کی طرف سے دو سو روپیہ ماہوار مقرر ہے۔ دوسرے مدرسہ میں خود یہیں کے اساتذہ ہیں، دونوں مدرسوں کا نصاب جدا ہے۔ میں نے کہا اگر دونوں مدرسوں کا نصاب ایک ہو تو بہتر ہے۔ اعلیٰ تعلیم اور فنی مدارس کی ضرورت پر بھی ان کی توجہ منعطف کرائی اور بتلایا کہ یہ ان تین سال میں جو کچھ ترقی ہوئی ہے وہ قابلِ ستائش ہے۔ اور آپ کی خاص دلچسپی اور توجہ کا نتیجہ ہے۔

ایک مدرسہ میں ایک سو اسی (۱۸۰) اور دوسرے میں ایک سو (۱۰۰) طلباء زیرتعلیم ہیں۔ سلطان صالح ایک تعلیم یافتہ روشن دماغ، نہایت قابل، بڑے متفکر، ہمدرد قوم ہیں۔ ان سے مل کر بہت خوشی ہے

ان کو بھی اپنے ملک اور باشندوں سے بہت محبت ہے۔ اگر زمانہ مُساعدت کرے تو وہ اپنے ملک کو ترقی کے اعلیٰ زینہ پر پہنچا دیں گے۔

حضرموت کو جانے کے متعلق مجھے بڑی فکر دامنگیر تھی، میں نے کہا "کیا میں صرف یوں ہی دعوتیں کھاتا رہوں گا اور بغیر حضرموت گئے حیدرآباد واپس چلا جاؤں؟ آپ لوگ میرے لئے کچھ فکر ہی نہیں کرتے"۔ سلطان صالح نے فرمایا کہ "راستہ چالو ہوتے ہی آپ کی روانگی کا انتظام ہو جائے گا"۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرموت سے ٹیلہ آیا اس میں یہ بھی اطلاع تھی کہ عارضی صلح ہو چکی ہے اور راستہ چالو ہو گیا ہے۔ پھر کیا تھا! سب مبارکباد دینے لگے اور کہنے لگے کہ اس کے دو راستے ہیں۔ ایک "شحر بندر" سے تریم جاتا ہے، جس کے درمیان نہ کوئی آبادی ہے اور نہ زیارتیں ہیں۔ دوسرا "دوعن" سے تریم جاتا ہے۔ اس راستہ میں وادی دوعن سے تریم تک مسلسل آبادی بھی چلی گئی ہے اور بہت سی زیارتیں بھی ہو سکیں گی۔ اور اسلاف نے بھی یہی راستہ اختیار کیا تھا۔ اسی وقت تمام مقامات کے نام نوٹ کئے گئے! اور ان مقامات میں جو سربرآوردہ لوگ ہیں، ان کے نام سلطان کی جانب سے رقعے لکھدئے گئے۔ سلطان کا خیال ہوا کہ گھوڑے پر سفر کیا جائے مگر معلوم ہوا کہ ان پہاڑی راستوں میں گھوڑا کام نہ دیگا بلکہ گدھا اس کے لئے بہت موزوں ہے۔ اس لئے دو گدھے ایک میری سواری کے لئے دوسرا سامان کے لئے خریدے گئے۔ ہمراہی کے لئے دو عمدہ اطاعت گذار بدوی منتخب ہوئے، کھانے پینے کا

سامان اور ضروری حوائج کا انتظام بھی سلطان ہی کی طرف سے کیا گیا۔ بدویوں کو گدھوں کے ساتھ سامان لاد کر تین بجے روانہ کر دیا گیا۔ شام کے چھ بجے سید ابو بکر صاحب مجھے موٹر میں اپنے ساتھ لیکر سلطان صالح کے پاس گئے۔ ان سے رخصت حاصل کی۔ سلطان نے کہا آپ بہت جلد ہمارے پاس سے جا رہے ہیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ خیر خوبی کے ساتھ واپس آنے کے بعد آپ کو ہمارے ہاں کچھ دن رہنا ضروری ہوگا۔" اور کہا "ہمارے لئے جہاں کہیں بھی آپ جائیں دعا کریں" میں نے کہا "یہ میرا پہلا فرض ہوگا کہ میں آپ کے لئے اور آپ کے ملک اور رعایا کے لئے دعائے خیر کروں۔"

روانگی از مکلّا سلطان صالح سے رخصت ہو کر سید ابو بکر صاحب کے ساتھ تھوڑی دور تک موٹر میں آیا، پھر ان سے بھی رخصت لی اور دوسری موٹر میں سوار ہو کر رات کے ۸ بجے تک بلد تلخ پہونچ گیا۔ آدھ گھنٹہ کے بعد گدھے وغیرہ بھی آ گئے۔ بستر بچھا دیا گیا۔ ٹھنڈی ہوا میں سو گیا۔ رات کے بارہ بجے سب اٹھ بیٹھے۔ سامان باندھا گیا اور قریب دو بجے رات روانہ ہو گئے۔ بلد تلخ میں ایک نہر بہتی ہے جس کی وجہ سے پانی کی افراط ہے۔ ان راستوں میں سلطان کی جانب سے ہر دو تین میل پہ آبدار خانے بطور سبیل لگے ہوئے ہیں جس سے ہر موسم اور ہر وقت ٹھنڈا پانی میسر آتا ہے میں نے بھی وہاں پانی پیا۔ میٹھا اور ٹھنڈا تھا۔ سلطان کے لئے دل سے دعا نکلی۔ رات بھر چلتے رہے۔

۲۹ ذی الحجہ چہار شنبہ

بتاریخ ۲۹ ذی الحجہ روز چہار شنبہ صبح چھ بجے لبیب پر پہنچے۔ قہوہ پیا۔ کھجور کھائے اور قریب ۷ بجے پھر یہاں سے روانہ ہوئے۔ دو گھنٹے کے بعد حلاق آگیا۔ یہاں ہم پہاڑی کے وسط میں ٹھیرے ہیں۔ ہمارے ساتھ شیخ عمر باطویل اور ان کے بیٹے شیخ محمد یحیٰی ہیں۔ خصوصاً شیخ عمر تو میرے ساتھ کھاتے پیتے، اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ صحبت اچھی ہے۔ بدویوں نے خشکہ اور تخم مچھلی کا سالن پکایا اور ہم کھا پی کر تھوڑی دیر سو رہے۔ یہاں سے نماز ظہر کے بعد روانہ ہوئے۔ راستہ میں کہیں سبزہ زار اور کھجور کے درخت دکھائی دیئے۔ یہ سارا راستہ پہاڑی ہے۔ پہاڑ کے ڈھلوان حصہ کے وسط میں راستہ بنایا گیا ہے۔ ½ ۵ بجے زمان کبیر سے گذر کر مغرب سے پہلے زمان صغیر پر پہنچ گئے اور یہیں منزل کی۔ یہ دونوں مقامات وادی حمم میں واقع ہیں۔ خصوصاً زمان کبیر بہت شاداب ہے۔ مکان چونے کے پختہ۔ پانی کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ تمباکو، موز، کھجور کے ہرے ہرے پودے اور درخت لہلہا رہے ہیں۔ بدوی احمد نے بہت موٹی روٹی پکائی۔ اندر کا حصہ بالکل کچا، گھی میں چور کر اوپر شکر ڈالی اور میرے سامنے رکھ دی۔ خدا کا شکر ادا کر کے تھوڑی روٹی کھائی اور وہیں ٹھنڈی ہوا میں سو گیا۔

۳۰ ذی الحجہ پنجشنبہ

رات بھر آرام سے نیند آئی۔ صبح چار بجے سے اٹھ بیٹھے نماز پڑھی، روٹی کھائی، قہوہ پیا اور پانچ بجے یہاں سے روانہ ہو گئے۔ زمان کبیر سے جو وادی حمم کا سلسلہ شروع ہوا ہے

وہ ابھی جاری ہے، قدم قدم پر پانی اور سبزہ موجود ہے ۲½ گھنٹے کے بعد اس وادی میں بلد غیقنہ ملا۔ یہاں بھی تمباکو کی زراعت ہورہی ہے۔ یہاں کی زمین میں تمباکو کثرت سے ہوتا ہے، خوب پھلتا پھولتا ہے۔ تقریباً (۸) بجے بلد حمم سے گزرے جو بلد غیقنہ سے بڑا ہے، یہاں بھی تمباکو کے کھیت لہلہا رہے ہیں۔ کھجور اور لیموں کے درخت بھی دکھائی دیئے۔ جگہ جگہ پانی موجود ہے۔ پتھروں اور پہاڑوں سے نکل رہا ہے۔ مالک کی شان معلوم ہوتی ہے۔ غیقنہ سے پہاڑی راستہ چھوٹ گیا۔ اب وادی میں سے چل رہے ہیں، بلد حمم سے گزرنے کے کچھ دیر بعد پھر پہاڑی راستہ پر آگئے۔ (۸½) بجے بلد عنکدور ملا۔ یہ وادی حمم کا آخری بلد ہے مگر بہت چھوٹا، یہاں پہاڑ دیوار کی طرح سامنے حائل ہو گئے ہیں، ان کے اوپر چڑھنا ہے جہاں پیدل چلنا مشکل ہو وہاں گدھے پر سوار ہو کر کیسے چڑھ سکتے ہیں؟ گدھے سے اترنا چاہتا ہوں تو بدوی احمد اور شیخ عمر نے اترنے نہ دیا۔ گدھا بھی بڑا مضبوط ہے مٹھی برابر جانور مجھ جیسے (۱۱) اسٹون وزنی شخص کو لے کر بڑی ہمت اور قوت سے چڑھ گیا، اب اس وزن کے ساتھ اس پہاڑ سے اترنا اس سے زیادہ مشکل ہے۔ مگر واہ رے گدھا! اس خوبی اور آسانی سے لے کر اترا کہ انسان کا پیدل اترنا دشوار تھا۔ نیچے اتر کر وہیں ایک چٹان کے قریب ٹھہر گئے۔ اس وقت (۱۰) بجے ہوں گے، یہاں کوئی بلد نہیں ہے، پہاڑ سے کچھ پانی نکل رہا ہے، ٹھنڈی جگہ ہے، دھوپ بھی بڑھ گئی ہے۔

اور دوسری منزل بھی یہاں سے کافی دور ہے، اس لئے یہیں قیام کیا کل کی طرح خشکہ اور لحم مچھلی کا سالن بدویوں نے پکایا، خدا کا شکر ادا کرتا ہوا پیٹ بھر کھایا۔ آنے والی منزل لمبی ہے، اس لئے ظہر کی نماز پڑھتے ہی (۱½) بجے یہاں سے روانہ ہوگئے۔ گو دھوپ کا وقت ہے مگر حجاز کی دھوپ کھانے کے بعد اس دھوپ سے کچھ زیادہ تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ وادی سے پھر پہاڑی راستہ پر ہوگئے کہیں چڑھاؤ تو کہیں اُتار، دو گھنٹہ تک یہی سلسلہ رہا۔ اس کے بعد تو بالکل پہاڑ پر ہی آگئے۔ پہاڑ کے اوپر کا حصہ خوب کشادہ ہے، اس راستہ کے شروع حصہ سے ہی شاہ آباد کے پتھروں کی مانند کچھ چٹانیں اور پہاڑیاں دکھائی دیں۔ اس سے خیال پیدا ہوا کہ بارش کی مار اور پانی کے بہاؤ اور دھوپ کی تمازت کی وجہ سے پتھر ایسے صاف نظر آرہے ہیں مگر یہ خیال ٹھیک نہ تھا، اس لئے کہ خود جبل ضلع جس پر سے ہم گذر رہے ہیں، گویا شاہ آباد کے پتھروں کی چٹانیں بچھی ہوئی معلوم ہو رہی ہیں، یہاں کی پہاڑیوں میں اس قسم کے پتھر بکثرت موجود ہیں مگر اس سے کسی قسم کا کام نہیں لیا جا رہا ہے۔ ایک دو پہاڑیاں سرخ پتھر کی بھی ملیں۔ بہت سے پہاڑ تو عجیب سیاہ رنگ کے ہیں جہاں سے لوہا نکلنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

دستِ قدرت نے اس خاکِ ارضی کے اندر پہاڑوں کی کیسی سر بہ فلک دیواریں قائم کر دی ہیں کہ کوئی سرخ ہے تو کوئی سیاہ کوئی خاکی ہے تو کوئی دودھ سے زیادہ سفید درخشندہ، جن سے انسان

طرح طرح کے کام لے سکتا ہے اور اپنی عمارتوں کو سنوارتا اور خوشنما بناتا ہے۔ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝ (فاطر ۲۷)[۳۵] ترجمہ:- اس طرح پہاڑوں میں ہم نے مختلف رنگوں کے طبقات پیدا کئے کہ کوئی سفید ہے تو کوئی لال ہے بعض بہت ہی سیاہ ہیں۔

یقیناً قدرۃ اللہ کے یہ ڈیسے نمونے توجہ الی اللہ کے لئے درسِ عبرت رکھتے ہیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ (زمر ۲۱)[۳۹]

ترجمہ:- اس میں ارباب عقل و بینش کے لئے بڑی ہی عبرت ہے۔

خود سلطان صالح صاحب سے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ یہاں تیل کے چشمہ کا پتہ چلا ہے۔ مگر ابھی کام شروع نہیں کیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں کی قدرتی پیداوار سے جیسا چاہئے فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا ہے۔ شام کے چھ بجے نقاب[ع] پر جو ایک ایسی سنگ سیلو کے قسم کی پہاڑی ہے پہنچ کر قیام کیا۔ ایک نہایت فربہ بکرا (۱۰½) ساڑھے دس روپیہ میں خریدا گیا۔ پتھر پہ مذبح لگائی گئی، مرق تیار کیا گیا، روٹی پکائی گئی پیٹ بھر کھا کر مالک کا شکریہ ادا کیا۔ خصوصاً نقاب کا

ع نقاب (واحد نقبہ جمع نقاب) پہاڑ کے اوپر عموماً دو گز باؤلی نما ... کھودتے ہیں نیچے کا حصہ کافی چوڑا رہتا ہے بارش کا پانی اس حصہ میں جمع ہو جاتا ہے جو سال کے بارہ مہینے ادھر سے گذرنے والوں کے پینے اور استعمال کے کام آتا ہے ایسے کھدے ہوئے حصہ کو نقب کہتے ہیں۔

پانی میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر سو گئے رات میں بہت سردی ہوئی۔ ایک دو مرتبہ خفیف ترشح بھی ہوئی پھر مطلع صاف ہو گیا۔

پہلی زیارت ۲ محرم جمعہ ۱۳...

صبح ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد خیال ہوا کہ یہاں سے پیدل چل کر حضرت مولیٰ مرباط کی درگاہ پر جو راستہ پر واقع ہے فاتحہ دے لیں (۱/۲ ۶) بجے یہاں سے نکل پڑے، ایک گھنٹہ کی مسافت کے بعد پہاڑ کے دامن میں حضرتؒ کی درگاہ پر حاضر ہوئے۔ نہایت سہانا پن ہے، مقبرہ سے اندر داخل ہوا تو سکینۂ قلب کی کیفیت محسوس ہوئی۔ فاتحہ پڑھی اور کچھ دیر وہیں بیٹھا رہا۔ عرض کیا کہ حضور! آپ ہی کی زیارت سے ابتداء ہو رہی ہے، دعا فرمائیے کہ تمام بزرگان دین حضرموت کی زیارتوں سے بالخیر و عافیت مشرف فرمائے" دل میں قبولیت کے آثار پائے گئے۔ الحمد للہ! حضرتؒ کی قبر شریف طول میں تقریباً (۸) گز اور عرض میں دو (۲) گز ہوگی۔ اطراف ایک فیٹ کی منڈیر اور ستون واقع ہیں، اندر کے حصہ میں بہت سی پتھر کی سلیں نصب ہیں، اس قبر شریفؒ کے قبلہ رخ تھوڑی سی کھلی جگہ ہے جہاں بوریہ بچھا ہوا ہے اور ایک کونے میں مختلف ضرورتوں کا سامان رکھا ہوا ہے۔ مثلاً قہوہ کا ڈلہ (کیتلی) پیالیاں، لوٹا، دیگچی، زنبیل، پیالہ، ٹوکریاں، تیل کی بوتل، قہوہ کی بکنی، جانوروں کے لئے گھاس، دیگر مختلف اشیاء ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہاں کے بدوی لوگ حضرتؒ کے بہت معتقد ہیں، یہ سب انھیں کی طرف سے انتظام ہے

ماہ رجب میں حضرتؒ کا عرس بڑی دھوم دھام [illegible]
عرصہ میں ہمارے گدھوں کو لے کر بدوی [illegible]
ساتھ ہو گئے۔

پھر وہی پہاڑی سلسلہ ہے۔ ایک گھنٹہ کے بعد [illegible]
آگئے اور کشادہ پہاڑوں پر سے چلنے لگے۔ قریب ۱۱ بجے [illegible]
سے بالکل نیچے اتر کر پھر دوسری پہاڑی پر [illegible]
جو کبھی خیال میں بھی نہیں [illegible] آج گدھے پر سوار [illegible]
گذرنا پڑا۔ آخر ۱۱ ۱/۲ بجے لطحمہ پر ایک درخت کے نیچے قیام کیا۔
یہاں وادی حمم کی طرح نہ زرخیزی نظر آتی ہے اور نہ آبادی [illegible]
پہاڑ پر پانی کا نقاب ہے۔ پانی بہت میٹھا ٹھنڈا ہے۔ آج کی منزل
کڑی تھی۔ کل رات گوشت کی ایک ران بدویوں نے بچا رکھی تھی۔
آج اس کا سالن پکایا، روٹی تیار کی، ہم کھا پی کر بیٹھے رہے، سونا
چاہا مگر درخت میں سے چھن چھن کر آفتاب پر انوار اپنی نورانی تیز
شعاؤں سے بے چین کر رہا تھا۔ ایک لمحہ کے لئے بھی سونے نہ دیا۔
(۱ ۱/۲) بجے یہاں سے روانہ ہوتے وقت کچھ بارش کے آثار پیدا ہوئے
اور تھوڑی دیر میں اچھی طرح گھٹا چھا گئی۔ بجلی چمکنے لگی، کچھ بوندا
باندی بھی شروع ہو گئی۔ ہم نے ہمت کی اور اللہ کا نام لے کر آگے
بڑھتے چلے گئے۔ اگرچہ گرمی کا موسم اس پر دوپہر کا وقت ہے پہاڑوں
پر سے گذر رہے ہیں۔ مگر کیا خدا کی شان ہے، ٹھنڈی ہوا چل رہی
ہے، سورج کبھی دکھائی دیتا اور کبھی چھپ جاتا ہے، میں نے

احمد بدوی سے کہا کہ یہاں تو بہت ٹھنڈا ہے، حجاز میں ایسے وقت
گھر کے باہر قدم نکالنا دشوار ہو جاتا ہے تو وہ کہنے لگا اس وقت
یہاں گرما کا موسم ہے، سردی کے موسم میں ایسی سخت سردی پڑتی
ہے کہ انگلیاں مارے سردی کے سکڑنے لگتی ہیں، گرم پانی کا استعمال
کرنا پڑتا ہے، یہ سنکر اور تعجب ہوا ہمیں تو یہ کہا جاتا تھا کہ حضرموت
دراصل موت کا گھر ہے۔ شدت کی گرمی پڑتی ہے، پانی کا نام نہیں، مگر
یہ سب غلط نکلا۔ ان راستوں میں ندی نالے تو نہیں بہہ رہے ہیں
مگر جگہ جگہ نقاب ہیں اور ایک ایک حجرہ بدویوں کی جانب سے مسافروں
کی سہولت کے لئے بنایا گیا ہے، گو بارش کا پانی ہے اس وقت
ایک سال گذر چکا ہے لیکن ابھی تک نہ اس کے مزے میں فرق آیا
نہ رنگ بدلا، اور نہ ہی کوئی بو پیدا ہوئی۔ بلکہ مٹھاس اور ٹھنڈک
کی وجہ سے خوب پیا جاتا ہے۔

رسم دَفع یا عَربُون شیخ محمد بن عمر باطویل کے ساتھ جو بدوی ہے
اس کی عمر اس وقت تقریباً (۵۰) سال کی ہوگی
مگر اسکی شادی ابھی تک صرف اس لئے نہیں ہوسکی کہ اس کے پاس
(۵۰۰) ریال نہیں تھے، ان بدویوں میں یہ رواج ہے کہ دولہا شادی
سے پہلے (۵۰۰) ریال لڑکی کے والد کو دیدے جس کو دَفع یا عَربُون
کہتے ہیں، اس کے بعد دن تاریخ مقرر ہوکر نکاح پڑھایا جاتا ہے،
جس میں مہر صرف (۶) ریال ہوتا ہے۔ دیگر مہذب عرب اور باشندگان
دوعان، حضرموت وغیرہ میں بھی دَفع کی رسم جاری ہے کہیں

(۵۱) تو کہیں (۲۵) ریال، یہ صرف اطمینان کے لئے دیا جاتا ہے۔ اس طرح کم مقدار میں ہوتا ہے۔ دوعان کے اطراف میں مہر (۱۲) ریال ہوتا ہے۔ البتہ حضر موت میں اس سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ بدوی عورتیں اکثر راستے میں دکھائی دیتی ہیں، ان کے چہروں پر گودہ کے داغ ہوتے ہیں مصریوں میں یہ مرض بہت دکھائی دیا۔ ان کی عورتیں اور مرد سب کے سب اپنے جسم پر گوندا لگواتے ہیں۔

میں اپنی عادت کے موافق صبح اور شام گھنٹہ دو گھنٹے پیدل چل لیتا ہوں۔ چنانچہ آج شام کے (۴½) بجے سے چل رہا ہوں (۵½) بجے ایک پہاڑی پر سے گذر رہا ہوں۔ شیخ عمر سے معلوم ہوا کہ یہاں نقبۃ السرم ایک گھنٹہ کا راستہ ہے، خدا چاہا تو مغرب سے پہلے ہم پہنچ جائیں گے۔ میرے ساتھ کے دونوں بدوی احمد اور سعید معلوم نہیں کہاں چلے گئے ہیں البتہ شیخ عمر کا بدوی سالم ساتھ ہے۔ شیخ عمر نے اپنے بدوی سے کہا کہ نقبۃ السرم کو گدھے لے کر چلو، وہیں منزل کریں گے۔ بدوی سالم نے کہا کہ نقاب المطہر پر ٹھیرنے کے لئے احمد نے کہا ہے۔ ساتھیوں کا خیال ہوا کہ یہ مقام تو قریب سامنے ہی ہے ابھی (۱½) گھنٹہ مغرب کو باقی ہے، چلنے کیلئے اس سے بہتر اور کونسا وقت ہو سکتا ہے؟ مغرب سے پہلے ہی نقاب السرم کو پہنچ جائیں گے۔ میں نے بھی ان کا ساتھ دیا ایک میل چلے ہوں گے کہ احمد نے بڑی دور سے پیچھے سے آواز دی کہ آج رات یہیں قیام کرلیں گے۔ واپس آؤ۔ یہاں سے شیخ عمر نے کہا کہ ہم نقاب السرم کو جا رہے ہیں تم بھی وہیں چلے آؤ۔ احمد نے کسی کی

... نی اور گدھے ہی کھول دیئے۔ ہم سب کو مجبوراً ہو کر واپس
پڑا۔ مجھ کو بعد میں معلوم ہوا کہ اسے اتنا کہنے پر یہ ضد کی اپنی ہٹ
پر اور خود بیٹھے رہے میں نے کہا کہ تم نے ہمارا تو خیر ہمارے منصب عیناً
کا بھی پاس نہ رکھا۔ میں نے صرف یہ کہا کہ احمد! تم نے یہ کام اچھا نہیں
کیا جب سب کی رائے تھی تو سننا چاہیئے تھا" گو احمد سخت محنتی ہے
مگر طبیعت کا تیز ہے۔ عمر نے روٹی اور سالن تیار کیا، پھر اپنے بھائی
سعید کی تلاش میں جانا چاہا جو ہم سے پیچھے رہ گیا ہے میں نے کہا وہ
خود آجائے گا! تم کیوں اس اندھیری رات میں مارے مارے پھرتے ہو۔"
مگر وہ کہاں مانتا۔ جو دل میں سمائی بس وہی کرتا ہے پھر اس نے کہا
معلوم نہیں میرے بھائی پر کیا واقعہ گزر رہا ہے ورنہ وہ اتنی دیر تک
غائب نہیں رہ سکتا۔ میرے کہنے پر کھانا تو کھا لیا، ورنہ وہ تو بھوکا ہی
جانا چاہتا تھا۔ میں نے گدھا لیجانے کی بھی اجازت دی، اندھیری رات
ہے منہ کو منہ دکھائی نہیں دیتا۔ میں نے کہا ہمارے پاس صرف ایک
قندیل ہے خیر تم لے کر جاؤ۔ احمد کے مطلب کی بات تو تھی ہی، فوراً قندیل
لے کر چلا گیا۔

اب ہماری دیکھو! اندھیری رات ہے، اجنبی سرزمین ہے سنسان
جنگل میں بے سروسامان پڑے ہیں۔ سر پر گھرا ابر محیط ہے، بادل کی گرج
بجلی کی کڑک سہمانے کے لئے کافی ہے، چاروں طرف ایک ہولناک
خاموشی اور ایک ہیبتناک سکون۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کائنات کا ہر ذرہ
سوائے رعد و برق کی صاعقہ نوازی کے ایک قیامت خیز نیند میں

محوخواب ہے، جس کے سکون و صامت سماء میں سانس لینے کی بھی بہ مشکل جرأت ہوتی ہے، بارش ہو تو کیسی مشکل ہوگی. سر چھپانے کو جگہ نہیں کیسے ہولناک مقام پر ہمیں لا ڈالا ہے۔ چور، ڈاکو، لیٹرا، ٹینگا، درندے اس جنگل میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا اندیشہ نہ ہو، سب مجھ سے کہہ رہے ہیں، حبیب! آپ کے پاس ایک قندیل تھی اس کو کیوں آپ نے احمد کے حوالہ کر دیا۔ کیا ہی غضب کیا، میں نے کہا کیوں فکر کرتے ہو۔ خدائے تعالیٰ اپنی مدد فرمائے گا۔ خصوصاً سعید کا غائب ہو جانا، پھر احمد کا یہ کہہ کر چلا جانا کہ میرے بھائی پر معلوم نہیں کیا واقعہ گذرا، پریشان کرنے کے لئے کچھ کم نہ تھا۔ بھولے ہوئے آدمی کو بھی ایسے وقت خدا یاد آجاتا ہے، کوئی کہتا کہ یہ دعا پڑھ کر سو جاؤ کچھ نہیں ہوتا، تو کوئی کہتا کہ اس دعاء کو تین بار پڑھ کر پھونک لو۔ اللہ حفاظت کرے گا۔ یہ سب کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت ان حضرات کے دلوں کی حالت کا اندازہ ہوتا ہے جو ہمیں کے باشندے ہیں اور جو رات دن ان راستوں سے ہمیشہ گذرتے رہتے ہیں۔

میں نے یہ خیال کیا کہ انسان نزولِ مصیبت کے وقت مادّی وسائل سے مایوس ہو کر اسباب و تدابیر سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے تو کس طرح خشوع و خضوع، خلوص و تضرع کے ساتھ متوجہ الی اللہ ہو کر ہمہ تن فریادی بن جاتا ہے۔ لیکن جب وہ بے بسی کی ساعت ٹل جاتی ہے تو پھر غفلت سرشت انسان کس طرح ذھول و نسیان میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس فطرت انسانی کے متعلق قرآن میں جا بجا اشارات موجود ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝ (حٰمٓ سجدہ ۵۱)

ترجمہ:۔ جب ہم انسان پر اپنا فضل وکرم کرتے ہیں تو وہ ہماری طرف سے منھ پھیر لیتا ہے، اور ہم سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد باری ہوتا ہے:۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ (یونس ۱۲)

ترجمہ:۔ اور جب انسان کو کسی قسم کی تکلیف پہنچ جاتی ہے کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو خواہ لیٹا ہوا ہو، خواہ بیٹھا ہوا، خواہ کھڑا ہو، کسی حالت میں بھی ہو اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور بے اختیار اسے پکارنے لگتا ہے لیکن جب ہم اس کی مصیبت دور کر دیتے ہیں تو ایسا بے پروا ہو کر چل دیتا ہے یعنے خدا کی طرف سے منھ پھیر لیتا ہے، گویا اس نے دفع تکلیف و مصیبت کے لئے کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔"

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس قسم کا سفر صبر و توکل کی خوب تعلیم دیتا ہے، اسباب سے ہٹ کر مسبّب پر نظر پڑتی رہتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں مخالف صورتیں کیوں نہ ہوں، خدا سب پر قادر و غالب ہے، وہ حفاظت کرے تو کوئی کیا کر سکتا ہے؟ میں نے اپنے پیر کی طرف لو لگائی اور مالک حقیقی پر بھروسہ کر کے کمبل

تان خوب سوتا رہا۔ آج رات کی سردی تو قیامت کی سردی تھی،
شیخ محمد کو تو بخار بھی آ گیا۔ غریب نے تو کروٹیں بدل بدلکر صبح کر دی۔

۲ر محرم ۱۳۴۶ھ شنبہ صبح (۱/۲ ۴) بجے بدوی سعید صاحب تشریف لائے ہیں، انکو بخار آنے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے (۱/۲ ۱) گھنٹہ بعد کہیں ان کے بھائی احمد بدوی بھی آ گئے، شیخ عمر نے کہا کہ منصب کی بات نہیں سنی، تو رات بھر دونوں بھائی کیسے پریشان رہے ہا، شیخ محمد نے مجھ سے اس مقام کی بڑی شکایت کی، نہ امن دامان ہے، نہ ذریعہ آمدورفت کی سہولت ہے، تھا تو مصیبت زدہ بہت کچھ کہہ سنایا۔ میں نے کہا "تم تو یہیں پیدا ہوئے ہو، اور یہ تمہارا وطن ہے۔ پھر بھی تم اس سے اس قدر بیزار ہو، ایسا نہ چاہیئے صبر و شکر کو کبھی ہاتھ سے جانے نہ دو!"

آج ۲ر محرم شنبہ دن چڑھے (۷) بجے روانہ ہوئے، دو گھنٹہ کے بعد ہی دھوپ تیز ہو گئی ہے۔ منزل بھی دور اور کٹھن ہے، گدھوں کے گھاس کے لئے احمد پیسے لے کر گیا اور بلد وہمہ سے گھاس اور انڈے خرید لایا ہے، قریب (۱۱) بجے ایک پہاڑ پر پہنچے جو بہت بلند ہے نیچے گہرا غار، اس کے اندر اترنا ہے۔ بلا مبالغہ (۱/۲) آدھے گھنٹے میں بڑی مشکل سے اس غار کے اندر اترے، بارش کا پانی بھی اس میں جمع ہے اس مقام کا نام تقبہ ہے۔ انڈوں کا سالن اور خشکہ پکا۔ خدا کا شکر بجالاتے ہوئے کھالیا۔ اس وادی کا نام وادی خرد ہے، یہاں سے دو بجے روانہ ہوئے، پہاڑ کے اوپر چڑھنا اور مشکل ہے، راستہ بڑا

پیچیدہ ہے۔ اوپر آنے کے لئے کامل ایک گھنٹہ لگا۔ ایسی پہاڑی تو
دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس کے بعد تو پھر دہی پہاڑوں کے اوپر سے چلنے
لگے۔ عجیب قسم کے پہاڑ ہیں، ان کے اوپر بڑے بڑے چٹیل میدان ہیں،
اُتار بھی ہے اور چڑھاؤ بھی۔ قریب شام کے (۶) بجے "نقاب الشعبہ"
پہنچے، یہاں بھی ایک کمرہ بنا ہوا ہے اور دو تین نقاب بھی ہیں،
یہ مقام پہاڑ کے اوپر ہے، ہوا خوب ٹھنڈی چل رہی ہے، یہاں چند
بدوی ملے جو دوعن کو جا رہے ہیں۔ شیخ محمد نے ان کو ایک خط دیا کہ
ان کے گھر پہنچا دیں، وہ خط لے کر روانہ ہوگئے۔ جب میں نے شیخ محمد
سے پوچھا کیا تم ان کو جانتے ہو؟ انھوں نے کہا "نہ میں ان کو جانتا ہوں
اور نہ وہ مجھے، پھر تمہارا خط کیوں کر پہونچائیں گے؟ تو کہا کہ ہمارا پٹہ
یہی ہے۔ برابر وہ پہنچا دے گا۔ لاکھ کام چھوڑے گا پہلے اس کو انجام دیگا
اس لئے کہ ان کی فطرت میں یہ داخل ہے کہ اپنے فرض کو ایمانداری
سے ادا کریں، اور کبھی یہ لوگ امانت میں خیانت نہیں کرتے" ان بدویوں
کا یہ قصہ سُن کر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ آج پھر شیخ محمد کو بخار آگیا ہے وہ تو
کمرہ میں سو گئے مگر میں نے باہر میدان میں بستر لگایا ہے۔ یہاں کی سردی
نقاب المظہر کی سردی سے کم نہیں۔ رات میں آرام سے سو گیا۔

۳ محرم ۱۳۴۶ھ یکشنبہ صبح نماز پڑھ کر (۵) بجے یہاں سے روانہ ہوگئے قریب
(۹) بجے صبح وادی دوعن کے اوپر پہنچے، اوپر سے
مکانات اور کھجور کے درخت اور جوار کے کھیت دکھائی دے رہے تھے یہاں
سے وہاں تک وادی سرسبز و شاداب معلوم ہو رہی ہے، نیچے کے

آدمی بھی بہت چھوٹے نظر آ رہے ہیں، کوئی شک نہیں کہ اوپر سے اس
وادی کا منظر بھی عجیب و غریب ہے۔ پہاڑ کے اندر اترنے کا راستہ بھی
بڑا طویل اور پیچیدہ ہے مگر کشادہ ہے، اترتے اترتے ایک گھنٹہ لگ
گیا۔ بیچ وادی میں ایک طرف کھجور کے جھنڈ ہیں جو قطار میں چلی گئی ہے،
دوسری طرف جوار کے کھیت ہیں، پانچ پانچ ہاتھ سے، نالہ بہہ رہا ہے اس
وقت اس میں پانی نہیں ہے، البتہ پہاڑ کے دامن سے شروع ہو کر
کچھ دور اوپر تک گئے ہیں۔ عموماً مکانوں کی چار پانچ منزلیں ہوتی ہیں۔
مکان عموماً مٹی کے ہیں مگر بڑے مضبوط ہیں۔ بعض مکان تو چار سو سال
کے بھی ہیں۔ بعض جگہ چونے کے مکان بھی دکھائی دیتے ہیں۔ وادی کے اندر
دو طرف کھیت ہیں، درمیانی راستہ بہت تنگ ہے، بس پگڈنڈی کی
ہے، دو آدمی مل کر مشکل سے چل سکتے ہیں۔ چنانچہ ادھر سے میں گدھے پر
سوار جا رہا ہوں، اُدھر سے ایک شخص گدھے پر لکڑی لادے چلا آ رہا
ہے، دونوں کی مڈبھیڑ ہو گئی، ہمارے بدوی نے اس کو الٹا واپس کیا
تو وہ کھیت میں اتر پڑا، جب کہیں ہمیں راستہ ملا۔

آج کل خریف[1] کا زمانہ ہے جوار کے کھیت کٹنے والے ہیں، کھجور
پکنے کو ہیں۔ تمام مرد، عورتیں اور بچے گھروں سے باہر کھیتوں میں
ہیں، اطمینان اور خوشی کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ

---

[1] "موسم الخریف" کھجور پکنے کا موسم ہے، باغوں کے مالک
اس زمانہ میں اپنے اپنے باغوں میں رہتے ہیں۔

زمانہ یہاں کی بہار کا زمانہ ہے، کھجور رطب[1] کی کثرت ہے، ایک گھنٹہ وادی میں چلنے کے بعد کہیں قُوَیْرَۃُ المحضار پر پہنچے، بدوی سے کہا تو وہ سید مصطفےٰ بن احمد المحضار کے مکان پر لے گیا مگر وہ اس وقت مکان پر نہ تھے، پھر سید عمر بن ابوبکر بن حسین المحضار کو اطلاع دی، یہ صاحب سید حامد بن ابوبکر کے چھوٹے بھائی ہیں، دوڑتے ہوئے آئے، اپنے والد بزرگوار کا خط دیکھا۔ پھر مجھے اپنے ایک مکان میں لے گئے اور پانچ خطوط جو دیگر سادات کے نام کے تھے وہ بھی انھیں دیدیا۔ ان میں سے سید عبداللہ بن محسن و سید ابوبکر بن عبداللہ وہیں تھے، اپنے اپنے خطوط دیکھ کر سید ابوبکر بن عبداللہ کے مکان کو لے گئے، یہاں قہوہ پلایا، پھر میرے سفر کے متعلق گفتگو کی، پھر اس راستہ کے متعلق دریافت کیا کہ کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہوئی؟ میں نے کہا اس راستہ کے بدوی بڑے شریف اور اطاعت گذار ہیں، خصوصاً سادات کی بڑی عزت کرتے ہیں، مجھے راستہ میں کسی بات کے کہنے کی ضرورت نہ پڑی۔ کھانا پانی وقت پر تیار کرتے اور عمدہ جگہ دیکھ کر بستر لگا دیا کرتے تھے، میرے جسم پر تیل ملنا چاہتے ہیں، کہتا ہوں کہ مجھے اس کی عادت نہیں، تو خود اپنے جسم پر مل لیتے ہیں، آواز پر لبیک کہہ کر فوراً دوڑتے ہیں، کوئی کام خلاف مرضی نہیں کرتے۔ مال کی اچھی طرح حفاظت کرتے ہیں، چوری کی عادت نہیں،

---

[1] رُطَب۔ اس کھجور کو کہتے ہیں جس کا نصف حصہ پکا اور نصف گدرا رہتا ہے۔

یہاں کے بدوی نیک ہوتے ہیں، کارِ خیر میں حتی المقدور روپیہ بھی لگاتے ہیں، راستوں میں نقاب اور کمرے وغیرہ فی سبیل اللہ انہی کے تیار شدہ ہیں۔ انھیں مسافروں کو آرام پہنچانے کا بڑا خیال رہتا ہے۔ ان احباب نے بھی میری اس بات کی تصدیق کی کہ واقعی اس طرف کے بدوی بہت نیک ہیں، اس راستہ میں ہمیشہ امن رہتا ہے کسی بات کا خوف نہیں، ان بدیوں کا لباس یہ ہے، گھٹنے سے چار انگل اوپر تک لنگی بندھی ہوئی اور اس میں جمبیہ، سکین اور پیسوں کی تھیلی بھی ہے، ایک اور اسی قسم کا اتنا ہی کپڑا جسم پر اوڑھ لیتے ہیں سر میں لمبے لمبے بال۔ نماز کے عادی نہیں، ہندوستانی ان کو بھیل سے تعبیر کریں گے۔

ایک گھنٹہ کے بعد کھانا آیا، ہم سب مل کر کھائے، پھر چائے پی ظہر کی نماز کے لئے میاں عمر کے ساتھ مسجد میں گیا تو پہلے ان کے دادا اور پڑدادا یعنی سید حامد بن احمد اور سید احمد مرحومین کی زیارت کی، فاتحہ پڑھی، پھر نماز پڑھ کر میاں عمر کے ساتھ دوسرے مکان میں گیا جہاں میرا سامان رکھا گیا ہے، یہ مکان سید ابوبکر بن حسین وزیر مکلّا کا ہے۔

وادی دوعن کے باشندے خوش حال تاجر ہیں۔ سادات العمر المحضار بن الشیخ ابوبکر بن سالم رح کی حالت حاکم سے کم نہیں ہے، خصوصاً سید مصطفےٰ ابن احمد المنصب[1] العمر المحضار ہیں۔ بڑے خلیق، خوش طبع،

---

[1] ہمارے یہاں جس طرح کسی درگاہ کے متولی یا جانشین کو سجادہ کہتے ہیں اسی طرح حضرموت میں ان حضرات کو "منصب" کہتے ہیں۔

لایق، مدبّر، معمر اور تجربہ کار ہیں، حکومت بھی ان کو بہت مانتی ہے جب ان کو خبر ہوئی تو فوراً میرے پاس تشریف لائے، بڑی محبت سے باتیں کیں، سلطان صالح کا خط دیکھ کر کہنے لگے کہ "اس کی کیا ضرورت تھی، یہ تو آپ کا گھر ہے" یہاں سید عبدالرحمٰن بن حامد حبیب حسین مرحوم سابق وزیر مکلّا کے چھوٹے بھائی سے بھی ملاقات ہوئی۔ پھر سید مصطفےٰ صاحب اپنے ساتھ (۵) بجے اپنے گھر لے گئے، قہوہ کے ساتھ رُطب کھجور، انڈے، کیک، میٹھے کا مربّہ سامنے رکھا گیا۔ عمّی سید مصطفےٰ نے فرمایا "یہ بلد اور یہاں کے باشندے، یہاں کا تمدن اور یہاں کا کھانا پینا وغیرہ تم کو پسند نہ آئے گا اور تم ہندوستان جاکر ان کی شکایت کروگے" میں نے عرض کیا "دنیا میں وہ کون شخص ہوگا جو اپنے وطن، اپنے بھائی، اپنے کھانے پینے اور اپنے تمدن کو برا سمجھے؟ دوسرے یہ کہ اصل عربیت، عربی عصبیت، اور اسلامی اخوت کی شان اگر نظر آتی ہے تو انھیں مقامات پر، ورنہ دیگر ممالک یورپ کے موجودہ تمدن و معاشرت کے زیرِاثر ہوگئے ہیں بحمداللہ یہاں اسلامیت باقی ہے، یہاں ایک مذہب ہے (صرف مذہب شافعی ہی تمام ملک حضرموت، وادی دوعن و سواحل وغیرہ میں پایا جاتا ہے) ایک زبان ہے، ایک لباس ہے، ایک مکان ہے، مجھ کو یہاں کی ہر چیز پسند ہے، چونکہ یہ میرا وطن ہے اور اسلامی نشان رکھتا ہے، اس سے بڑھ کر کیا مسرت ہوگی کہ اپنے بزرگوں اور بھائیوں کے ساتھ بیٹھا ہوں اور ایک رکابی میں کھا رہا ہوں۔ بزرگ اپنے بچے پر شفقت کرتے ہیں اور کھلاتے جاتے ہیں" یہ سن کر بہت خوش ہوے۔

اور فرمایا "بے شک یہ تمہارا اصل وطن ہے"۔ پھر سادات باعلوی کا شجرہ لے آئے، اس میں دادا حضرت حبیب عبد اللہ بن صالح اور چچا علی بن عبد اللہ اور صالح بن عبد اللہ کے ناموں تک لکھے ہوئے تھے کہا "اب تمہارے والد ماجد اور تمہارا اور تمہارے دیگر بھائیوں کے نام لکھوں گا" اور فرمایا "جیسا حضرموت کے سادات باعلوی کا نسب نامہ مضبوط اور محفوظ ہے دیگر سادات کے پاس یہ بات بہت کم دیکھوگے"۔ گھر سے لگی ہوئی مسجد ہے، وہیں مغرب کی نماز پڑھی، پھر کھانا کھایا۔ آج عشاء کی اذان میں نے دی، سبھوں نے بڑی تعریف کی۔ اذان ختم ہوتے ہی عمی مصطفےٰ بلند آواز سے کہنے لگے "اَحْسَنْتَ اَحْسَنْتَ بَارَكَ اللّٰہ" (خوب اذان دی خدا تم کو برکت دے) بعد نماز عشاء عمی مصطفےٰ نے میرے سفر عراق، شام، قدس، مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے حالات دریافت کئے اور بڑی دلچسپی سے سنکر فرمایا "تم ہم سب سے بہتر ہو، بڑی ہمت کی، ہم میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جو بہ یک وقت اتنی زیارتوں سے مشرف ہوا ہو"۔ میں نے عرض کیا "آپ کا بچہ ہوں، یہ سب کچھ بزرگان دین کی عنایات اور خدا کا فضل ہے"۔ قہوہ پی کر وہ اپنے گھر چلے گئے اور میں بھی اپنی قیام گاہ کو آگیا۔"

یہاں کی سرزمین اور باشندوں کی خصوصیات سنکر بڑا تعجب ہوا۔ یہاں کی جنگلی قوم بدوی چوری، جھوٹ، وعدہ خلافی اور دیگر باطنی امراض کو سخت عیب سمجھتے ہیں، اگر ان کے قبیلے کا کوئی بھی شخص ان میں سے کسی ایک گناہ کا بھی مرتکب ہو، اور اس کا علم قبیلے کو ہوجائے

تو اس شخص کا سارا قبیلہ دشمن ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس شخص کی وجہ سے قبیلہ کے نام کو بٹہ لگتا ہے، اس کے عزیز اس کو قتل کرنا بہتر سمجھتے ہیں۔ خطوط اور رقم ایک مقام سے دوسرے مقام کو بلاخوف و خطر ان کے ذریعہ سے روانہ کی جاتی ہیں اور کبھی خلاف ورزی کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس سے بڑھ کر معتبر اور کوئی ٹپہ کا ذریعہ نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "قانون ہماری پیشانیوں پر لکھا ہوا ہے"۔

وادی دوعن سے قریب ہی ایک مقام ہے جس کا نام "خجر" ہے۔ یہاں قدرتی طور پر بڑی بڑی کئی نہریں بہہ رہی ہیں، زمین بھی خوب زرخیز ہے، تمباکو کثرت سے ہوتا ہے۔ سنا کہ اس کا محصول جو سرکار میں ادا کیا جاتا ہے وہ ایک لاکھ ریال ہوتا ہے اور ابھی بہت سی زمین بغیر کاشت کے پڑی ہوئی ہے۔ کھجور کے درخت بھی خوب پھلتے پھولتے ہیں، مگر اس زمین کے اکثر حصے سے کام نہیں لیا جا رہا ہے۔ لوگ وہاں بہت کم آباد ہیں۔ اس کی وجہ ابھی تک معلوم نہیں ہوئی۔ کہتے ہیں کہ سرکار سے اجازت نہیں ملتی۔ مگر یہ وجہ بظاہر سمجھ میں نہیں آتی۔ ایک بڑی آمدنی کے ذریعہ سے سرکار کیوں نہ فائدہ اٹھائے گی؟ اتنا تو ضرور کہنا پڑتا ہے کہ ان قدرتی نعمتوں سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا ہے۔

۴ محرم دوشنبہ صبح میرے پاس عمی مصطفٰے اور دیگر سادات تشریف لائے۔ پھر ناشتہ آیا۔ کھجور، بسکٹ، روٹی، قہوہ، اور چائے کی ضیافت کی گئی۔ عمی مصطفٰے نے فرمایا "یہاں مقدم عمر بن احمد باصرہ حکومت کی طرف سے نائب ہیں، ان کے نام کا خط بھی آپ کے

پاس ہے آپ ان سے ضرور ملیے۔ معمّر ہیں، اب تو آنکھوں سے بھی نہیں دکھائی دیتا۔ آپ ملیں گے تو بہت خوش ہوں گے۔ راستہ میں القطب سید عمر بن عبدالرحمٰن العطاسؒ کا مزار بھی ہے، چار سو سال پہلے ان کا انتقال ہوا تھا۔ ان کی بھی زیارت کر لو۔ حویرۃ المحضار سے صرف آدھے گھنٹہ کا راستہ ہے میرے ساتھ سید حسین بن محمد المحضار ہو گئے۔ مزار مبارک پر فاتحہ پڑھی بڑی خیر و برکت کی جگہ ہے، یہاں سے پھر عمر بن احمد باعمر "ومرہ المعمر" کے پاس گیا۔ واقعی بہت ضعیف اور قابل تعظیم بزرگ ہیں، لوگ ان کے گرد بیٹھے ہیں، جب میرا تعارف کرایا گیا تو مل کر بہت خوش ہوئے، قہوہ پیا۔ دوپہر کا کھانا بھی انہی کے پاس کھایا، اپنے پاس رہنے کے لئے بہت مجبور کر رہے تھے مگر میری مجبوری کو دیکھ کر افسوس کیا۔ دو قرف عسل یعنے دو ڈبے شہد کے دئیے، ہر قرف میں دو قرص عسل یعنے دو روٹیاں شہد کی تھیں، اور بڑی محبّت کا اظہار کیا۔ بڑی تاکید سے کہا "میرے لئے سیدنا شیخ ابوبکر بن سالمؒ کے پاس دعا کرو" میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور عرض کروں گا۔ مگر آپ بھی میرے لئے ضرور دعا فرمائیں۔ یہ سن کر بڑی دعا دی۔ یہ حکومت کی طرف سے

ء یہ شہد کی روٹیاں عجیب و غریب۔ آج تک کہیں دیکھنے میں نہیں آئی تھیں، عموماً شہد کے چھتے سے شہد نکال کر موم الگ کر لیا جاتا ہے، شہد کھاتے ہیں، موم نہیں کھاتے، برخلاف اسکے اس روٹی سے شہد علیٰحدہ نہیں کیا جاتا بلکہ روٹی کی روٹی کھائی جاتی ہے اس میں ذرا بھی موم پن نہیں رہتا بلکہ پورا شہد ہی رہتا ہے اسکو حیدرآباد لانے کے بعد ایک روٹی ہماری فوج کے کمانڈر انچیف سر افسر الملک بہادر کو دی، چار روز کے بعد

نائب ہیں، ان کے زیر نگرانی وادی دوعن کے (۵۰) بلد اور وادی لیسر کے (۱۵) بلد ہیں، حبیب حسین بن حامد مرحوم سابق وزیر کے ساتھی ہیں بڑے مدبر اور ذی اثر ہیں، یہاں سے رخصت ہو کر سید حسین بن محمد کے ساتھ ان کے مکان گیا، انھوں نے قہوہ پلایا۔ رطب کھجور کھلائے۔ نماز عصر پڑھ کر یہاں سے اپنے ٹھکانے آگیا۔

قہوہ تیار کرنیکا طریقہ یہاں قہوہ تیار کرنے کا بھی عجیب طریقہ ہے جب سب مجلس میں بیٹھ جاتے ہیں، اس وقت ایک خادم چولھا اور سماور لے کر بیٹھا رہتا ہے، چولہے پر "بُن" بھونتا ہے، اور سب کے روبرو ایک تھالی میں رکھ کر پیش کرتا ہے، ہر بات میں مراتب کا بڑا خیال رکھا جاتا ہے، سب سے پہلے اس مجلس کے بڑے بزرگ کے سامنے پیش کرتے ہیں، پھر وہ بزرگ خود اپنے مہمان کو دیتے ہیں اسکے بعد حسب مراتب درجہ بدرجہ اترتے جاتے ہیں۔ ہر شخص اس کو لے کر اسکی بو سونگھتا ہے، ایک آدھ دانہ بھی اس میں سے اٹھا کر منھ میں ڈال

بلا مجھے بلایا اور کہا کہ یہ روٹی تم نے کہاں سے لائی ہے ایسی روٹی یہاں کہیں دیکھنے میں نہیں آئی اگر ایک روٹی اور ہو تو دینا، میں نے اسے اپنے رزیڈنٹ کو پیش کیا تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ میں نے بھی ایسا شہد اور ایسی روٹی آج تک نہیں دیکھی، اتفاق سے اسوقت میرے پاس صرف ایسا ہی روٹی بچی تھی، میں نے کہا قدر والے کو دینا چاہیے چنانچہ میں نے یہ کہہ کر پیش کی کہ میرے پاس اب ایسا ہی روٹی بچی تھی جس کو پیش کر رہا ہوں، اس کو لے کر بہت خوش ہو گئے اور شکریہ ادا کیا۔

لیتا ہے، سب کے سامنے پیش ہو جانے کے بعد وہ تھالی پھر خادم کے پاس
واپس آتی ہے، پھر خادم اسی وقت اس کو کوٹتا ہے ادھر سماور تیار رہتا
ہے، قہوہ دان میں کوٹی ہوئی بن اور سونٹھ ڈالی جاتی ہے، پکتا ہوا
سماور کا پانی بھی اس میں ڈال کر دم دیا جاتا ہے، اور قہوہ تیار ہو جاتا
ہے تب نتھار کر پیا جاتا ہے۔ یہاں حقہ بھی عام طور پر پیا جاتا ہے،
مگر تمباکو کے ساتھ۔

آج ہمارے ساتھی بدوی جو مکلا سے آئے تھے مجھ سے رخصت ہونے
آئے ہیں، میں نے ان دونوں بھائیوں کو انعام دیا تو بہت خوش ہو کر رخصت
ہوئے، یہاں عبدالعزیز بن رافت و عبدعلی جو سلطان کے عبید ہیں۔
آئندہ سفر میں میرے ہمراہ رہیں گے، یہ مکلا سے روانہ ہو کر الشحر پہنچ گئے
ہیں۔ آج بعد نماز عشاء شیخ مصطفےٰ بن احمد میرے پاس آئے [illegible]
اور ان دونوں عبید کو تاکید فرما رہے ہیں کہ "سید صاحب کو بہت آرام
سے لے جاؤ اور راستہ کے قریب جو بھی زیارت ہے وہ ضرور کرا دو، خصوصاً
نبی سیدنا ہارون بن سیدنا حود علیہما السلام، شیخ سعید بن عیسیٰ العمودی،
شیخ معروف بن عبداللہ باجمال رح (جو سیدنا شیخ ابوبکر بن سالم کے استاد ہیں)
ان سب کی زیارتیں ضرور کروانا" پھر مجھ سے فرمایا "شجرہ میں کس کس
نام لکھوانا چاہتے ہو؟" میں نے اپنے تمام قرابت داروں کے نام لکھوا دیئے
تو بڑا تعجب کر رہے تھے کہ "ایک سید صالح بن علوی رح کی اتنی اولاد ہے؟"
میں نے کہا "اس سے بڑی تعداد تو گذر چکی ہے" پھر فرمایا "تمہارے نام کے
ساتھ یہ سب لکھوں گا کہ تم عراق، شام، قدس اور مدینہ منورہ کی

زیارتیں کرتے ہوئے حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر محرم سنہ ۱۳۴۶ھ میں اپنے
جد سیدنا شیخ ابی بکر بن سالمؒ کی زیارت کے لئے مکّہ سے دوعن اور پھر
دوعن سے تمام حضر موت کی زیارتیں کیں اور عینات جا رہے ہیں، میں یہ
اس لئے لکھنا چاہتا ہوں کہ جو شخص بھی اس کو دیکھے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ
ایک نوجوان سید کو دیکھو اس عمر میں ہندوستان سے نکل کر تمام مقاماتِ
مقدسہ اسلامیہ کی زیارت کرتا ہوا، حج و زیارت سے فارغ ہو کر اپنے
اجداد کی زیارت کے لئے آیا اور تمام حضر موت کی بھی زیارت کرتا ہوا
تریم، اور عینات کو جا رہا ہے۔ واقعۃً تم ہم سب سے افضل ہو، میں
نے عرض کیا "استغفر اللہ! میں کس قابل ہوں، یہ سب آپ بزرگوں
کی دعا و تائید اور مالک کا فضل ہے" پھر فرمایا کہ "ایک خط آپ کے
والد ماجدؒ کے نام اور ایک خط حبیب عیدروس بن حسین العیدروسؒ
کے نام یہاں سے لکھ کر مکّہ روانہ کر دوں گا، واپسی میں تم کو مل جائینگے"
اس بات پر بڑا اصرار فرما رہے تھے کہ عینات سے واپسی میں بھی اِدھر ہی
سے ہوتے جانا۔ میں نے عرض کیا کہ "مجھے اتنا وقت نہیں ہے ورنہ میری
بھی عین تمنا ہے کہ پھر دوبارہ آپ حضرات کی قدم بوسی حاصل کروں"
پھر میں نے عرض کیا کہ "خادم کے لئے دعا کیجئے" اس پر بڑی دعائیں دیں
اور فرمایا انشاء اللہ کل صبح نماز میں ملاقات ہو گی۔

۵، محرم سنہ دوعن سے روانگی صبح کی نماز کے بعد عمی مصطفےٰ اور سید عبد اللہ
ابن ہادون اور دیگر سادات نے مرحوم
سید حامد بن احمد کی مزار پر جا کر فاتحہ پڑھی اور میرے لئے بھی دعا کی

اور بڑی تاکید کرتے ہوئے رخصت کیا کہ واپسی میں ادھر ہی سے ہوتے ہوئے جانا۔
اس وقت صبح کے (۵) بجے ہوں گے، اسی وادی کے اندر ایک ہادون نامی بلد ہے جہاں سیدنا نبی اللہ ہادون ابن نبی اللہ ھود علیہما السلام کا مزار شریف ہے، یہاں (۲½) بجے صبح پہنچا ہوں گا۔ اندر حاضر ہوا، مزار شریف تقریباً (۱۰) گز لمبی اور (۳) گز چوڑی ہے، خدا کا فضل نبی اللہ کا دربار ہے دل کو بڑا سکون نصیب ہوا، سلام عرض کرنے کے بعد فاتحہ گذرانی اور آگے بڑھا۔

بلد بظہ میں داخلہ

قریب (۹) بجے بلد بظہ میں داخل ہو کر شیخ عبداللہ بن صالح العمودی کے پاس پہنچا جو شیخ سعید بن علیسیٰ العمودی کے منصب ہیں اور حکومت کی طرف سے نائب اور مقدم بھی ہیں ان کے مکان پر پہنچ کر عبید عائض نے بندوق چلائی۔ اندر سے چند لوگ باہر آئے اور عائض کے ہاتھ سے بندوق لے کر ہم کو اندر بلوالیا، سلطان کا خط پڑھا اور مجھ سے مخاطب ہو کر بڑی خوشی سے فرمانے لگے آپ کا آنا مبارک ہو" اس کے بعد ہی قہوہ اور رطب کی ضیافت کی، پھر ان سے اجازت چاہی تو کم از کم ایک روز رہنے کے لئے اصرار کرنے لگے مگر میری دقتوں کو دیکھ کر دھوپ ڈھلنے کے بعد جانے کی اجازت دے دی۔
حضرت شیخ سعید بن علیسیٰ العمودیؒ کے متعلق جو روایت میں نے سنی ہے اس کا ذکر بھی یہاں کر دینا مناسب ہوگا:۔

حضرت شیخ سعید بن علیسیٰ العمودیؒ

حضرت شیخ سعید بن علیسیٰ العمودی رح حضرت سیدنا الفقیہ المقدم محمد بن علی باعلوی رح

Hazrat HUD (A.S) was sent to the people of 'Aad'. These people were known uniquely for their mighty strength and size and for their construction of Mighty buildings. The majority however, rejected the invitation of Hud (A.S) and were destroyed by a powerful wind .The tomb of Hazrat HUD (A.S) is in Hadhramaut, Yemen

(جن سے سلسلہ سادات باعلوی منسوب ہے) کے مرید خاص تھے جب حضرت الفقیہ المقدمؒ کا وقت آخر آگیا تو آپ نے اپنے فرزند سے دودھ منگوا کر نوش فرمایا اور اسی پیالہ میں کچھ حصّہ اُگل کر انھیں دیا کہ اسے کسی درخت کی پیڑ میں ڈال دیں، جب صاحبزادہ صاحب وہ پیالہ لئے باہر نکلے تو دروازہ پر شیخ سعید بن عیسیٰ العمودیؒ موجود تھے۔ صاحبزادہ سے دریافت کیا تو انھوں نے دودھ کو درخت کی پیڑ میں ڈالنے کا حکم سنایا، یہ سنتے ہی شیخ نے عرض کیا کہ یہ کام غلام انجام دیتا ہے، پیالہ دیدیجئے۔ صاحبزادہ کے ہاتھ سے وہ پیالہ لیا اور وہ دودھ خود غٹ غٹ پی گئے۔ یہ دیکھ کر صاحبزادہ صاحب حیران رہ گئے۔ غرض جب صاحبزادہ صاحب واپس ہوئے تو حضرت سیدنا فقیہ المقدمؒ نے دریافت کیا کہ "اسے تم نے کیا کیا؟" صاحبزادہ نے عرض کیا کہ دروازہ پر شیخ سعیدؒ موجود تھے، میرے ہاتھ سے درخت میں ڈالنے کے لئے پیالہ لے لیا اور خود پی گئے، یہ سن کر سیدنا فقیہؒ نے انھیں بلوایا اور فرمایا "سعید تم نے یہ کیا کیا؟" شیخ سعید نے باادب عرض کیا "یا سیدی! اس غلام سے قصور ہوگیا، نظرِ عفو کا طالب ہے" یہ سنکر سیدنا الفقیہ المقدم نے جوش میں آکر فرمایا "جو مجھ سے ملنا چاہے اسے لازم ہے کہ وہ تیرے توسط سے ملے، میرا فیض تیرے ذریعہ جاری ہوگا جسے لینا ہو وہ تیرے ذریعہ سے لے" وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ (حٰمٓ سجدہ — ۳۵)

ترجمہ: حسن مدارات کی توفیق ان ہی لوگوں کو ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ انھیں لوگوں کو دیجاتی ہے جن کے بڑے نصیب ہوتے ہیں۔

سیّد ابوبکر بن عبداللہ العیدروسؒ صاحب عدن

ایک اور روایت بھی مشہور ہے کہ حضرت سید ابوبکر بن عبداللہ العیدروسؒ صاحب عدن ابھی عدن کو نہیں آئے تھے، آپ ابھی حضرموت ہی میں تھے کہ آپ کو یہ خیال آیا کہ جب مجھے اپنے دادا ہی کے ذریعہ فیض حاصل ہوتا ہے تو پھر شیخ سعید العمودیؒ کے واسطے کی کیا ضرورت ہے؟ بس اس خیال کے ساتھ ہی آپ کی کیفیت زائل ہو گئی، اور اپنے باطنی فیوض و برکات سے خالی ہو گئے، سخت پریشان ہوئے اور اپنے جد اعلیٰ الفقیہ المقدم محمد بن علی باعلویؒ سے رجوع کر کے عرض معروض کرتے رہے ایک عرصہ کی آہ و بکا کے بعد آپ پر یہ انکشاف ہوا کہ "تم شیخ سے انکار نہیں کر رہے ہو بلکہ ہم سے انکار کر رہے ہو، ہمارے حکم کو نہیں مان رہے ہو، جاؤ! اسی کے ذریعہ آؤ۔" یہ معلوم ہوتے ہی آپ حضرت شیخ ممدوح کی مزار پر حاضر ہوئے، پھر وہاں سے سرفرازی ہوئی اور حکم ہوا کہ "عدن جاؤ" جب کہیں آپ عدن تشریف لائے اور یہ ارشاد فرمایا: یَا سَمَاءُ صُبِّيْ لَبَنَ وَلَدَ الْعَيْدَرُوْسِ دَخَلَ عَدَنْ "اے آسمان دودھ برسا کیونکہ عیدروس کا بیٹا عدن میں داخل ہوا ہے" یہ فرماتے ہی سنا جاتا ہے کہ دودھ کی بارش ہوئی اور لوگ شیشوں میں وہ دودھ بھر کر رکھ لئے تھے کسی مرض کے دفع کرنے کے لئے وہ دودھ پیا جاتا تھا اور شفا ہو جاتی تھی میں نے بھی ان شیشوں کو دیکھا ہے کہ دودھ اندر جم کر شیشی کا رنگ سفید ہو گیا ہے، اب اسی میں دودھ ڈال کر مریض کو دیا جاتا ہے اور شفا ہو جاتی ہے۔

ان روایتوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ باپ کا جانشین بیٹا ہوتا ہے جو دنیوی اعتبار سے اس کا وارث ہوتا ہے۔ لیکن فقیر کا جانشین فقیر ہی ہوتا ہے جو اس کا روحانی اعتبار سے وارث ہوتا ہے۔ فقیر کہتے اسی کو ہیں جو بغیر حکم رب کوئی حرکت نہیں کرتا۔ اس کے منہ سے جو کلمہ نکلتا ہے وہ عین رب کے حکم سے نکلتا ہے، اس کلمہ سے انکار کرنا فقیر سے انکار کرنا ہے اور فقیر سے انکار کرنا خدا سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔ اسی فقر پر سرکار دو عالم فخر فرماتے ہیں "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" کامل فقیر آپ ہی تھے۔ باقی سب اپنے مدارج کے اعتبار سے ان مقامات پر فائز رہے۔
میں نے کہا شیخ عمودی صاحبؒ کا کوئی مناقب ہے تو سنائیے، پھر وہ لے آئے اور اس کا کچھ حصہ سنایا کہ کھانا آگیا۔ کھانے کے بعد کچھ دیر سو گیا۔
(۲ ۱/۲) بجے قہوہ اور کھجور آئے۔ المنصب الشیخ عبداللہ بن صالح بن عبداللہ العمودی نے ہمارے جد اعلیٰ سیدنا الفقیہ المقدم محمد بن علی باعلوی رح کے عمامہ، جبہ اور عصا کو لاکر ان کی زیارت کروائی جو ان کے پاس ان کے جد اعلیٰ شیخ سعید بن عیسیٰ العمودیؒ سے نسلاً بعد نسل چلے آرہے ہیں۔
پہلے اپنے دست مبارک سے میرے سر پر رکھ کر دعا کی، پھر خواہش کی کہ میں ان کے سر پر اپنے ہاتھ سے رکھوں، حکم کی تعمیل پر بہت خوش ہوئے وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں ملتا ہے وہ آپ کے دادا ہی سے ملتا ہے، اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ ہم کو ملتا ہے وہ آپ کے دادا ہی سے ملتا ہے کیا مزہ کی بات ہے، کیا محبت کی بات اور کیا حق کی بات ہے سبحان اللہ
پھر فرمایا کہ آپ کی زیارت قبول ہے، آپ سب کے محبوب ہیں، آپکے

بڑے نصیب ہیں؟" پھر ایک خط والد ماجد قبلہ کے نام لکھ دیا اور مجھے چھوڑنے کے لئے دُور تک تشریف لائے، حالانکہ میں قدم قدم پر اصرار کرتا رہا کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں، تشریف لیجائیں، جواب یہی ملتا کہ میری خوشی ہے آخر میں بڑی دُعا دے کر رخصت کیا۔

اس بلد نبطہ کے بالکل سامنے والی پہاڑی کے دامن میں حضرت شیخ معروف بن عبداللہ باجمال رح کا مزار شریف ہے حاضر ہوا۔ فاتحہ پڑھی۔ سیدنا الشیخ ابو بکر بن سالم رح کے استاد ہیں، بڑی شان ہے، اس کے بعد بلد قرن ماجد و بلد خدیش ہیں، جہاں سادات آل بردم تشریف رکھتے ہیں، میرے شیوخ طریقت میں ساتویں اور آٹھویں پشت پر سید علوی بردم اور سید عبداللہ بردم اسی بلد کے رہنے والے تھے اور آپکے مزارات بیجاپور مہاراشٹرا ہندوستان میں ہیں، جن کی میں نے اپنے پیر ومرشد قبلہ رح کے ساتھ زیارت کی ہے، راستہ میں حبیب محمد بن حسین بردم سے ملاقات ہوئی۔ مغرب کے وقت بلد ضیف آیا۔ یہاں سعید سلوم سے ملاقات ہوئی۔ نماز پڑھ کر ان کے پاس کھانا کھایا۔ یہاں سید شیخان بن احمد حمل اللیل رح کا مزار ہے، یہاں بھی زیارت کی، اسکے بعد یہاں سے روانہ ہو کر بلد قیدون میں (۹½) بجے رات کو پہنچے، اسی بلد میں شیخ سعید بن عیسیٰ العمودی رح کی درگاہ شریف ہے۔ منصب العمودی نے میرے ساتھ شیخ عبداللہ العمودی کو کر دیا ہے، سیدھے ہم شیخ صاحب رح کی مزار پر حاضر ہوئے۔ رات کا وقت ہے بالکل سکون ہے، بڑے اطمینان سے وہاں آدھا گھنٹہ بیٹھ کر فاتحہ پڑھی دعائیں کیں۔

Mazar e mubarak Hazrath Alvi Broom rh or Hazrath Abdullah Broom rh

Address Masjid e Sadaath Sagaaf roza Bijapur Karnata

Hyderabad to Bijapur

7 h 18 min (397 8 km) via NH50 and NH65

EDITED : ASRARSIDDIQUI1@GMAIL.COM

قبر شریف کے اوپر جالی میں سے تلوار کا قبضہ دکھائی دے رہا ہے اس کی بھی زیارت کی، جو فقیہ المقدمؒ سے ان کو عطا ہوئی تھی، یہاں سے روانہ ہو کر بیتِ امام احمد کے پاس رات میں قیام کیا۔

۲۶ محرم چہار شنبہ

بعد نماز فجر مسجد شیخؒ میں حبیب عمر بن طٰہٰ الحداد سے ملاقات ہوئی۔ بہت اخلاق سے ملے، پھر ان کو ہمراہ لے کر فاتحہ کے لئے شیخ صاحبؒ کے مزار پر حاضر ہوا۔ حبیب عمر صاحب نے فاتحہ پڑھی، دعا کی اور فرمایا آپ کی زیارت مقبول ہے، یہ وقت بھی بڑا سہانا تھا۔ وہاں سے روانہ ہو کر قریب (۱۰) بجے بلد ہجرین کے نیچے احمد بن سعید باعبادؒ کی زیارت کی۔ بعد ازاں پہاڑ پر چڑھ کر سید حسن بن عبداللہ العطاس کے گھر پہنچے، اتفاق سے وہ اور ان کے اہل و عیال موسم خریف کی وجہ سے گھر پر نہ تھے، ان کے صاحبزادے ہیں مکان پر تھے مگر معلوم نہیں کدھر چلے گئے، ہم بھی تھکے ماندے ہیں بھوکے پیاسے ہیں، غنودگی چھا گئی ہے کچھ دیر پڑے سو رہے، آخر کب تک؟ دو بجے اٹھ کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بلد سے دور کھیت میں ہیں پھر تو یہاں سے مشہد جانے کو تیار ہو گئے مگر منصب مشہد سید احمد بن حسین العطاس یہاں سے ایک گھنٹہ کے فاصلہ پر مشہد کے راستہ میں اپنے گاؤں والے مکان میں رہتے ہیں، وہیں پہنچ گیا۔ جنگل ہے فقط ایک سید صاحب ہی کا مکان ہے اس مقام کا نام حوطۃ المنور ہے دور سے دیکھ کر نیچے اتر آئے، بڑی خاطر کی، فوراً اوپر لے گئے۔ سلطان صالح کا خط دیکھا، پھر والد صاحب قبلہ کا نام سنا، کہنے لگے

"عمی ابوبکر مرشد کے آپ فرزند ہیں، سبحان اللہ! مبارک ہو آپ کا آنا۔ میں عالم، فاضل حبیب محسن بن علوی بن الحسین بن الشیخ ابوبکر بن سالمؒ آل مشطہ کا شاگرد ہوں، میں نے کہا صاحب ممدوح میرے حقیقی پھوپھا ہوتے ہیں۔ حیدرآباد میں سلطان صالح بن غالب کے ساتھ ۱۳۲۵ھ میں آکر چار سال رہا ہوں، آپ کے والد ماجد صاحب قبلہ کو بھی خوب جانتا ہوں، پھر حیدرآباد کے حالات دریافت کئے، موجودہ حیدرآباد کی ترقی یافتہ حالت کو سنکر بڑا التعجب کیا۔ اور ہمارے سلطان اور ان کی ریاست کے لئے بڑی دعا دی اور فرمایا کہ یہی وہ ریاست ہے جو اسلامی متبرک مقامات کی خدمت کرتی ہے۔ خصوصاً بلاد عربیہ تو اس کا ممنون احسان ہے" اثنائے گفتگو میں میرے ساتھ جو سپاہی تھے وہ شکایت کرنے لگے کہ آج ہم بھوک سے مرگئے حبیب علی نے بھی دن بھر کھانا نہیں کھایا۔ یہ سُن کر بہت افسوس کیا، پھر کیا تھا بکرا ابھی ذبح ہوا اور مرغ بھی پک کر روٹی، چاول چٹنی کے ساتھ دستر خوان چنا گیا۔ خوب پیٹ بھر کھلایا۔ ٹھنڈا پانی پلایا۔ الحمدللہ۔ یہ سید علی بن حسن العطاسؒ کے منصب ہیں۔ عمر (۵۰) سال ہوگی، بڑے خلیق اور محنتی ہیں، بڑے سمجھدار اور کارگذار ہیں۔ لوگ بڑی عزت کرتے ہیں، حکومت بھی ان کو مانتی ہے، سلطان صالح سے اچھے تعلقات ہیں۔ خدا نے دین کے ساتھ دنیا سے بھی سرفراز کیا ہے، انکے کھیت ہیں، کھجور کے درخت ہیں، اونٹ ہیں، گھوڑے ہیں، گائے، بیل، بکرے، گدھے سبھی کچھ ہے، فرماتے ہیں کہ یہ جنگل ہے۔ کل آپ

ہمارے گھر کو جو بلد مشہد میں ہے چلئے۔ آج کی رات تو یہیں گذار دیے۔ انشاء اللہ میں آپ کے ساتھ حریضہ تک چلوں گا۔ کیا کروں عینات تک چلتا مگر آج کل مجھے بہت کام ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کی دعا بس کافی ہے، اس قدر تکلیف کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اثنائے گفتگو میں ایک آدھ لفظ اردو کا بھی استعمال فرماتے ہیں، مجھے یہ بات بھی عجیب معلوم ہوئی کہ جہاں بھی میں نے قیام کیا ایک دو صاحب ایسے ضرور ملے جو حیدرآباد دکن کو آئے ہوئے ہیں، اور کچھ اردو بھی جانتے ہیں۔ واہ رے حیدرآباد! دنیا کے اسلامی ممالک میں تیری کتنی شہرت ہے خصوصاً ملک عرب تو اس کا ممنون ہے۔ کیا مدینہ منورہ، کیا مکہ معظمہ، کیا عراق اور کیا حضر موت! یہ سب حیدرآباد کو یاد کرتے اور دعا دیتے ہیں۔
پھوپھا صاحب حضرت حبیب محسن بن علویؒ کی بڑی تعریف کی۔ کہا میں اور سلطان صالح نے حیدرآباد کے قیام کے زمانے میں حضرت ممدوح سے تعلیم پائی تھی۔ جلیل القدر علامہ تھے، ان کے صاحبزادہ تو بڑے لایق اور خوش خط ہیں۔" میں نے کہا "وہ میرے پھوپھا زاد بھائی اور حقیقی بہنوئی بھی تھے، ان کا بھی انتقال ہوگیا" اس پر بڑا افسوس کیا، پھر میرے سفر کے متعلق دریافت کیا، میں نے سب حال عراق، دمشق، بیت المقدس، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ وغیرہ کا سنایا تو سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "آپ ہم سب حضرمی سادات سے بہتر ہیں۔ میرے خیال میں شاید ہی کوئی ایسا حضرمی ہوگا جس نے ایسے طویل سفر کی ہمت کی ہو، اور اس قدر متبرک مقامات کی زیارتیں کی ہوں

آپ نے تو کسی بھی تبرک مقام کو نہیں چھوڑا۔ خصوصاً آپ کا حضرموت کی زیارت کو آنا (جو نہایت ضروری تھا) قابل تعریف ہے، میں نے کہا خیال تو پہلے یہ تھا کہ مکلّا سے شہر بندر ہوتے ہوئے تریم جاؤں مگر پھر خیال ہوا کہ تمام حضرموت کی زیارتوں کا شرف حاصل کروں تو فرمایا کہ تمام اسلاف نے یہی راستہ اختیار کیا جو آپ نے کیا ہے، اس راستہ میں کوئی زیارت نہ چھوٹے گی۔ معلوم تو ایسا ہوتا ہے کہ آپ تمام بزرگانِ دین کے مقبول ہیں کہ ہر ایک اپنے پاس بُلا رہا ہے نہ آپ یہاں کے باشندے اور نہ آپ کو ان کے نام معلوم، نہ پتے سے واقف مگر برابر ان کے پاس پہنچ رہے ہیں، یہ مقبولیت کی علامت نہیں تو پھر کیا ہے۔ رات زیادہ ہو گئی تھی فرمایا کہ آپ تھک گئے ہیں سو جائیں تو بہتر ہے۔

۶ محرم پنجشنبہ

رات کی خنکی بھلی معلوم ہوئی۔ تھکا ہوا بھی تھا، نیند اچھی آئی۔ صبح قہوہ، روٹی، رطب کا ناشتہ ہوا۔

اونٹنی کا دودھ

اونٹنی کا دودھ میرے سامنے دوہا گیا، ایک اونچی تپائی رکھ کر اس پر بیٹھتے اور دوہتے ہیں، اس کا بچہ اس کے سامنے باندھ دیا گیا ہے وہ اس کو چاٹتے ہوئے پچھلے پیر کھول کر کھڑی رہتی ہے، دودھ جب آیا تو بغیر گرم کئے پیالی میں ڈال کر دیا گیا۔ گرم گرم ہے، اوپر سفید کف سا جما ہوا ہے، گاڑھا بھی ہے اور مزے میں میٹھا بھی۔ بھینس کے دودھ سے بہت ملتا جلتا ہے سب سے پہلی مرتبہ آج اونٹ کا دودھ پینے میں آیا۔ پھر سید صاحب اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

قریب (۹½) بجے یہاں سے روانہ ہوکر (۱۱) بجے سید صاحب کے ہمراہ مشہد میں داخل ہو گئے۔ راستہ میں دھوپ کی تپش رہی، اس بلد کے مکان پہاڑ پر نہیں ہیں، بلکہ پہاڑ کے دامن سے شروع ہوکر بیچ وادی تک چلے گئے ہیں۔ یہاں مثل وادی دوعن کے سرسبزی بالکل نہیں ہے، ہاں! میٹھے پانی کی باولیاں ہیں، سیدنا علی بن حسن العطاسؒ اور دیگر سادات العطاس کے مزارات ہیں، کھانے اور چائے کے بعد زیارتیں کیں۔

مشہد سے حریضہ کو روانگی

پھر یہاں سے (۳) بجے روانہ ہوا، میرے ساتھ اور تین اونٹ ہیں، ان پر ساز و سامان ہے۔ تاشہ مرفہ بھی ہے، مجھے معلوم نہیں یہ کس لئے لے جا رہے ہیں، دو جوان با ہتھیار اور دو اونٹوں پر سوار، اور حضرت منصب صاحب پیچھے گھوڑے پر آنے والے ہیں۔ بلد مشہد سے حریضہ تک اکثر مقامات مخدوش ہیں، چونکہ آبادی ذرا فاصلہ پر ہے یعنی ایک بلد سے دوسرا بلد بہت دور ہے، ان درمیانی فاصلوں میں پہاڑوں کے اندر بدوی گھر بنائے بیٹھے ہیں۔ بعض وقت موقع پاکر مسافروں کا مال چھین لیتے ہیں، جان کو ضرر نہیں پہنچاتے۔ اس احتیاط کے لئے مسلح سپاہی بھی ساتھ ہیں۔ "بلد المشہد" سے وادی حضرموت شروع ہوتی ہے، اس کا عرض بڑا کشادہ ہے۔ مشہور بلد سدبہ سے (جو وادی حضرموت میں واقع ہے) بلد ثبی تک (جو وادی ثبی کے دہانہ پر واقع ہے) دو ڈھائی میل سے کم فاصلہ نہ ہوگا، وادی حضرموت میں نہ پہاڑ ہیں نہ زیادہ پتھر رہتے ہیں، کبھی تو کہیں کہیں مشہد سے تریم تک ایک نہایت مسطح زمین چلی گئی ہے، یہاں موٹر آسانی سے چل سکتی ہے کسی قسم کی رکاوٹ

ہیں۔ شام کے (۶) بجے وادی عمد میں داخل ہوئے۔ حریضہ کے راستہ میں کوئی بلد نہ ملا۔ واقعی یہ مقام خوفناک ہے، مگر خدا کی عنایت ہے، چاندنی رات نے اپنی نورانی چادر تمام فضائے بسیط میں پھیلادی ہے جس کی وجہ سے ڈراؤنے اور سیاہ پہاڑ بھی دلکش اور دلفریب ہوگئے ہیں۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ رات کے (۹) نو بجے بلد حریضہ میں پہنچے: یہ تین گھنٹوں کا طویل راستہ دُور نہ معلوم ہوا۔ ابھی بلد میں داخل نہ ہونے پائے تھے کہ حضرت منصب بھی تشریف لائے۔

بلد حریضہ میں داخلہ

ہم سب سواریوں سے اُتر کر پیدل ہوگئے ہیں۔ تاشہ مرفہ سامنے بج رہا ہے اونٹ، گھوڑا، گدھا یہ سب پیچھے آرہے ہیں۔ حضرت منصب صاحب ایک ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑے ہوئے دوسرے ہاتھ میں تسبیح لئے ہوئے درود پڑھتے چل رہے ہیں پہلی گنبد کے باہر کے حصّہ میں کھلا ہوا مزار سیدنا عبدالرحمٰن بن عقیل بن سالمؒ کا ہے، یہ سیدنا شیخ ابو بکر بن سالمؒ کے بھتیجے ہیں، یہاں روایت مشہور ہے کہ شیخ ابو بکر بن سالمؒ نے اپنے بھائی عقیل بن سالمؒ کو فرمایا تھا "یاعلوی فی حریضہ" حالانکہ اس وقت تک عبدالرحمٰن بن عقیلؒ پیدا نہ ہوئے تھے القطب الحسین بن الشیخ ابو بکر بن سالمؒ نے تو بھائی اور بھتیجے (عبدالرحمٰن بن عقیل بن سالمؒ اور عمر بن عبدالرحمٰنؒ) دونوں سے کہا "حریضہ جاؤ" بعد میں یہ سب پیشین گوئیاں پوری ہوئیں، عبدالرحمٰنؒ کے صاحبزادے عمر بن عبدالرحمٰن العطاس کے نام سے مشہور و معروف ہوئے العطاس کی اصلی یہ ہے کہ والدہ سیدنا شیخ ابو بکر بن سالمؒ حاملہ تھیں، اور

دو صاحبزادے بطن میں تشریف رکھتے تھے، پہلے سیدنا شیخ ابوبکر بن سالمؒ تولد ہوئے، پھر نصف یوم گذرنے کے بعد والدہ ماجدہ کو چھینکیں آئیں، جب کہیں سیدنا عقیل بن سالمؒ پیدا ہوئے۔ ان کے پوتے عمر بن عبدالرحمٰنؒ سے بڑے خوارق عادات سرزد ہوئے تھے، اس لئے یہ لقب انہیں سے مشہور ہوا۔ ورنہ دراصل سیدنا عقیل بن سالمؒ کا لقب ہے۔ عمر بن عبدالرحمٰن العطاسؒ اور ان کے بھائی اور اولاد ایک گنبد میں ہیں، اس کے بعد دوسرا گنبد ہے جس میں عمر بن عبدالرحمٰن العطاسؒ کے بڑے صاحبزادے حسین بن عمرؒ اور ان کی اولاد و اقارب کے مزارات ہیں، ان کی زیارت بات میں منصب کے ساتھ کی۔ منصب نے ہر جگہ فاتحہ پڑھی اور میرے لئے بھی دعا کی۔ ہر جگہ فاتحہ کے بعد تاشہ مرفہ بجتا تھا۔ آخر جب ہم بلد حریضہ میں داخل ہوئے تو بھی تاشہ مرفہ بجتا رہا۔ آواز سن کر لوگ گھروں سے باہر آرہے ہیں مصافحہ کرتے جارہے ہیں، عورتیں بھی دروازوں میں سے جھانک رہی ہیں، رات زیادہ ہوگئی ہے۔ قہوہ سے روٹی کھاکر سوگئے۔ رات میں بڑی گرمی رہی۔

۸ محرم جمعہ صبح کی نماز کے بعد تمام سادات اور مشائخ، بچے، بڑے، بوڑھے سب سیدنا عمر بن عبدالرحمٰن العطاسؒ کی گنبد میں جمع ہوئے ہیں، ختم قرآن کیا جارہا ہے، میں بھی فوراً حاضر ہوا تو منصب نے اپنے سیدھی جانب پر مجھے جگہ دی۔ تمام ختم میں شریک رہا۔ قہوہ اور روٹی کا ٹکڑا سب کو دیا گیا، ختم کے بعد تمام سادات سے میرا تعارف کروایا گیا۔ سبھوں نے میری تعظیم کی، اور محبّت کا اظہار کیا، پھر میری

حاضری کی خاطر فاتحہ پڑھ کر سبھوں نے میرے لئے دُعا کی، یہاں سے فارغ
ہو کر سید محمد بن حسن بن حود العطاسؒ کے ساتھ گھر آیا یہ اس خاندان
میں معمر آدمی ہیں فرمانے لگے سنہ ۱۳۲۶ھ میں میں حیدرآباد آیا تھا۔ سید عمر بن
عبدالرحمٰن العطاس کے پاس شاہ علی بنڈہ میں چار سال قیام کیا تھا۔
آپ کے دادا حبیب عبداللہ بن صالحؒ کو جانتا ہوں۔ شاہ گنج میں دیوڑھی
ہے۔ بڑی خیر و برکت کے بزرگ تھے۔ اثناء گفتگو میں سید محمد بن عبداللہ بن
محسن العطاس تشریف لائے۔ یہ بزرگ (۵۵) سال پہلے حیدرآباد میں
قریب (۶) سال رہ چکے تھے فرمانے لگے آپ کے والد صاحبؒ اور چچیرے
دادا حبیب احمد بن صالحؒ سے خوب واقف ہوں۔ چچا حبیب علوی بن
عبداللہ اور بھائی حبیب حسین بن محسنؒ بن علوی کو دریافت کیا، ان
دونوں صاحبوں کے انتقال کا حال سن کر بہت افسوس کا اظہار کیا
اس مجلس میں منصب سید عمر بن زینؒ محمد العطاس بھی تشریف رکھتے ہیں
ان ہی کے حقیقی چھوٹے بھائی حبیب علی بن زین بن محمد العطاس ہیں جو ایک عرصے سے حیدرآباد میں
مقیم ہیں۔ یہ تمام آلِ عطاس کے منصب ہیں دیگر منصب انکے تحت ہیں انکے نام سلطان صالح نے جو خط
لکھا تھا اس کو دیکھا اور کہا کہ آپ دو روز میرے پاس بھی رہیں جہاں
جاتا ہوں یہی سنتا ہوں کہ دو روز رہو، اور یہ جواب مجبوراً دینا پڑتا
ہے کہ میرے پاس وقت بہت تنگ ہے دُعا فرمائیے اور اجازت دیجئے
یہ عرب کا ملک ہے مہمان نوازی تو ان کا حصّہ ہے خصوصاً ایک
مسافر، سید، پھر آل سید نا شیخ ابوبکر بن سالمؒ ہو تو بھلا خاطر مدارت میں
کیا کوتاہی ہو سکتی ہے؟ جو ملتا مجبور کرتا کہ کچھ دن ہمارے پاس
رہو۔ چونکہ میری رخصت قریب الختم ہے، مجبور ہو جاتا ہوں۔

تو نوبت یہاں تک آجاتی ہے کہ بعض حضرات بُرا بھی مان جاتے ہیں۔ معافی چاہ کر منا لیتا ہوں، اور عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ کو میری خاطر منظور ہو تو مجھے اجازت دیدیجئے اور میرے لئے دُعا فرمایئے۔ میرے سفر و حالات کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں اور دُعا دیتے ہیں، مگر آج تو میرا کہنا کسی نے قبول نہ کیا۔ آخر مجھ ہی کو مجبور ہونا پڑا۔ میں نے دیکھا کہ اِن حضرات نے اصرار کی حد کر دی۔ اگر ان کی بات نہ مانوں تو بے مروتی اور بد اخلاقی ظاہر ہوگی، آج بھی یہیں رہ گیا۔ بے شک یہ بھائی چچا سے کچھ کم نہیں ہیں۔ ایک خون، ایک گوشت ہے۔ سالم بن عبداللہ کی ہم اور یہ سب اولاد ہیں۔ دوپہر کا کھانا سید عبداللہ بن علوی بن حسن العطاسؒ مرحوم کے مکان پر اُن کے خلیفہ شیخ محمد صالح جوہر کے ساتھ کھایا۔ کھانا پُر تکلف تھا۔ سب سے پہلے میرے سامنے رکھا گیا یہ علامت ہے اس شخص کی جس کے لئے دعوت کی جاتی ہے اس بلد میں سید عبداللہ بن علوی مرحوم کا مکان اور ان کی بنائی ہوئی مسجد اور مسجد کے اوپر کتب خانہ اور مدرسہ پختہ اور سب سے زیادہ قیمتی ہے۔ منارہ پر بڑی قیمتی گھڑیال ہے۔ مکان اور مسجد سفید انڈے کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ مسجد کے اندر سنگ مرمر کا فرش ہے۔ بڑی بارونق ہے۔ مسجد کو لگا ہوا حضرت سید عبداللہ بن علویؒ العطاس کا گنبد ہے، یہ بھی اپنی طرز کا ایک ہے۔ خصوصاً ان ممالک میں یہ چیز بالکل نایاب معلوم ہوئی۔ مرحوم بڑے عالم، فاضل اور کامل تھے بہت لوگ مرید ہیں۔ خصوصاً کلکتہ، رنگون اور ہندوستان کے بہت سے مقامات میں کثرت سے مرید ہیں۔ ان سے رخصت ہو کر

منصب سید محمد بن سالم بن احمد بن حسن العطاس کے ہاں گیا، وہ نوجوان ہیں، ان کے دادا مرحوم بڑے عالم، فاضل اور عارف باللہ تھے۔ اسی دادا کے پوتے ہیں۔ وہی رنگ ہے، وہی رُوپ ہے، یہاں چائے پی۔ بڑی دیر تک باتیں کیں، چلتے وقت سیدنا القطب حسین بن الشیخ ابو بکرؒ کے اوراد کا جو مختصر سا مجموعہ چھپا ہے۔ بطور تحفہ کے عنایت کیا کہ یہ آپکے جد کا درود شریف ہے۔ میں نے شکریہ ادا کیا۔

۸ رمحرم جمعہ

جمعہ کی نماز کو منصب کے ساتھ گیا اور ایک پُرانی مسجد میں لوگ جا رہے ہیں پوچھا اس مسجد کا کیا نام ہے؟ تو معلوم ہوا کہ اس کو عبدالقادر جیلانیؒ کی مسجد کہتے ہیں، سات سو سال پہلے حضرت کے کسی خلیفہ نے یہاں حضرتؒ کے نام سے یہ مسجد بنائی تھی، وہ اب تک آپؒ ہی کے نام سے مشہور ہے اور جامع مسجد کہلاتی ہے۔ حالانکہ اس کے علاوہ اور دو تین نئی نئی شاندار مسجدیں بھی ہیں مگر تمام سادات اور مشائخ یہیں نماز جمعہ پڑھنا خیر و برکت سمجھتے ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد مرحوم سید حسین بن المحضارؒ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی، اور ختم قرآن کیا گیا۔ یہاں سے اٹھ کر سید محمد بن سالم کے ساتھ سید محمد بن حسین بن محمد بن جعفر العطاس کے پاس گیا۔ یہ عالم، فاضل اور فقیر بھی ہیں، میں نے کہا خادم کے لئے دعا فرمائیے کہ خادم والیسین غلامی کی سعادت میسّر رہے۔ فرمایا یہ مقام انبیا علیہم السلام کا ہوتا ہے۔ عبدیت انتہائی مقام ہے آپ تو بڑی چیز مانگ رہے ہیں خدا آپ کو عطا فرمائے آمین۔ بڑی دعائیں دیں۔ جب عصر کی نماز کا وقت آگیا تو سید محمد بن سالم نے کہا کہ نماز پڑھ لیں تو بہتر ہے امامت

کے لئے مجھ کو مجبور کر رہے تھے۔ خصوصاً حضرت سید محمد بن حسینؒ نے تو بہت
اصرار کیا مگر مجھ سے یہ کیسے ہو سکتا تھا جب میں نے نہ مانا تو خود مجبور ہو گئے
مگر میرا رومال ہاتھ سے لے کر پھر یہ باندھ لیا اور فرمایا "برکت کے لئے
آپ کا رومال ہی سہی" آج شام سید محمد بن عبد اللہ بن محسن العطاس
کے پاس دعوت تھی۔ تمام سادات اور بعض قبیلہ کے سربرآوردہ اشراف
اور شیوخ بھی ہیں۔ بڑی عزت کی، مجلس کا بانی ٹھہرایا، دل میرے سامنے
رکھا گیا اور ہر بات میں میرے ساتھ خصوصیت برتی گئی۔ یہاں سے فارغ
ہو کر سید محمد بن سالم بن احمد کے مکان میں قیام کیا۔ سید عمر بن زین بن
محمد العطاس جو منصب [illegible] ہیں ان کو شکایت تھی کہ مجھے پاس [illegible]
[illegible] کی تاکید ہو رہی ہے [illegible]
[illegible] رہا آپ کے یہاں کا تبرک ضرور چکھوں گا۔ کل صبح
کا ناشتہ آپ ہی کے پاس کروں گا۔ یہ سن کر بہت خوش ہو گئے۔

۹ محرم شنبہ روانگی از حریضہ

رات بھر آرام سے نیند آئی۔ صبح منصب سید عمر بن زین بن محمد العطاس کے پاس
روٹی، کھجور، قہوہ کا ناشتہ ہوا۔ بہت خوش ہو گئے۔ مگر یہی کہہ رہے
تھے کہ آج کے دن کم از کم رہ جاؤ۔ یہاں سے سید [illegible] سالم بن احمد کے
پاس جا کر شجرہ میں اپنے تمام خویش و اقارب کے نام [illegible] دیے۔
یہاں سے نکلتے نکلتے (۸) بج گئے۔ میاں ہی مبارک کہہ رہے تھے کہ آج تیز
دھوپ میں چلنا ہو گا۔ مگر خدا کی کرشمہ سازی دیکھئے کہ ہمارے سر پر
ابر رحمت چھا گیا ہے، دھوپ محسوس تک نہ ہوئی۔ ٹھنڈی ہوا
کھاتے ہوئے چلتے رہے۔ منصب المشہد سید احمد بن حسینی نے اپنے

بھانجے سید علی بن محمد کو میرے ساتھ کر دیا ہے، یہ بڑے خلیق اور مجلسی ہیں۔ راستہ سے بھی واقف ہیں۔

حورہ ۳ گھنٹے کی مسافت کے بعد حورہ پہنچے۔ یہاں ایک مکان سیدنا الشیخ ابوبکر بن سالمؒ کے نام نذر ہے۔ مسافروں کے لئے وقف ہے اس میں آ ٹھہرے، تھوڑی دیر بعد علی احمد عبداللہ قائم من الدولہ آ گئے۔ خط دیکھا اور کچھ دیر باتیں کیں، پھر چلے گئے۔ یہ مکان چونکہ فی سبیل اللہ ہے لوگ جمع ہوتے گئے، قہوہ بھی ملتا ہے۔ کھانا تیار ہو کر آیا۔ کھجور بھی آئے تو معلوم ہوا کہ یہ مکان سیدنا الشیخ ابوبکرؒ کے نام پر وقف ہے خدمتگزار اور دیگر حضرات بھی یہی کہہ رہے ہیں "یہ اصل میں آپ ہی کے جد کا گھر ہے۔ ساری دنیا اس گھر سے فیض پا رہی ہے۔ کھاتے ہیں، پیتے ہیں، سوتے ہیں، آرام لیتے ہیں، نہاتے ہیں، دھوتے ہیں۔ بہرحال ہر قسم کی ضروری حاجت برآری ہو جاتی ہے۔"

مکلہ میں جب سے میں داخل ہوا ہوں یہی دیکھتا اور سنتا جا رہا ہوں کہ اس سرزمین پر سیدنا الشیخ ابوبکر بن سالمؒ ہی کا سکہ چل رہا ہے جس کی زبان پر دیکھو یہی نام ہے۔ ہر مصیبت کے وقت "شیئاً للہ یا شیخ ابوبکرؒ، یا ابن سالمؒ" کہتے ہیں۔ قسم کھاتے ہیں تو انھیں کے نام کی "والشیخ ابوبکر" ان کی اولاد کی بڑی عزت و تعظیم کرتے ہیں، گو اس زمین پر بڑے بڑے سادات و اقطاب آرام فرما ہیں۔ مگر عام طور پر لوگ حضرت شیخؒ کے بڑے معتقد ہیں۔

حضرت شیخ ابوبکر بن سالمؒ کو اپنے جدی طریقہ کے علاوہ حضرت سلطان الاولیا سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے سلسلہ میں

Hazrat Sheikh Abu-Bakr bin Salem (rahmatullah alaih)
(wisaal 992 Hijri) is a famous WaliAllah from Yemen.
He studied Ihya Ulumuddin, Al Minhaj and Risala Al-Qusyairiyya under prominent scholars. He used to recite "Hizb al-Hamd wa Al-Majd" a set of supplications and he is also know for compiling the famous Durood shareef **"Durood e Taj"**. He was an exemplary scholar; he had hundreds of students from various countries like Yemen, Syria, India, Egypt and other African countries. His mazar is located in aynaat, Hadramaut, Yemen.

Note: Durood e Taj is also attributed towards Qutb ul Fareed Hazrat Abul Hasan Shazli rh and Hazrat Sufi Tajuddin (rahmatullahi ta'ala alayhim wa ajmaeen)

PRESENTED BY ASRARSIDDIQUI1@GMAIL.COM

میں بھی خلافت حاصل ہے اور اسی نسبت کا زور ہے کہ آج بھی سارے
حضرموت میں آپ کا سکہ جاری ہے، ہمارے سلسلہ طریقت میں آپ
سے ہمارا بیعت کا سلسلہ حضرت پیرومرشد قدس سرہٗ کے ذریعہ سے
(۱۷) نمبر پر آتا ہے، یہاں کے قبائل اپنی آمدنی کا دسواں حصہ حضرت
شیخ رحمۃ اللہ کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یمن تک حضرت شیخ کی
شہرت ہے۔ آپ سے غیر معمولی خوارق عادات بھی سرزد ہوئے ہیں
جہاں کوئی مجھ سے پوچھتا کہ تم کن سادات کی اولاد ہو؟ میں کہتا کہ
"بن الشیخ ابوبکر رح" یہ سن کر کہتے کہ "الحمد للہ ونعمۃ علی العین
والرأس" اور بڑی تعظیم کے الفاظ استعمال کرتے۔ اور جب یہ معلوم
ہوتا کہ میں عینات کو خود حضرت رح کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں تو
بڑی تاکید سے کہتے کہ ہمارے لئے بھی دعا کرنا کہ آپ رح کے غلاموں کو
بھولنا نہیں، راستہ میں عورتیں ملتی ہیں، ہمارے ساتھیوں سے
معلوم کرکے کہ میں آپ رح کی اولاد سے ہوں دوڑتی ہوئی میرے پاس
آتی ہیں، اور بڑی محبت واخلاص سے کہتی ہیں "یا ابن الشیخ ابوبکر رح"
ہماری طرف سے دعا کرنا۔ اپنے جد کے پاس آپ کا فرض ہوگا۔ مبارک
ہو آپ کو یہ زیارت اور بہت دعائیں دیتی ہوئیں تھوڑی دور
تک ساتھ چلتی ہیں۔

پہلا مرید اس گھر سے روانہ ہوتے وقت سید علی بن محمد العطاس
نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ "یہ آپ کے جد کا گھر ہے
یہاں سے کچھ ملنا چاہیئے اور آپ اپنے ہاتھ پر بیعت لیکر مجھے سرفراز کیجئے" میں نے کہا
میں خود کچھ نہیں جانتا اور نہ اس قابل ہوں۔ . . . .
آپ مجھے معاف فرمائیے مگر وہ خدا کا بندہ کہاں مانتا۔ ہاتھ پکڑا سو پکڑا

چھوڑتا ہی نہیں، میرے لئے یہ کام بڑا ہی صبر آزما تھا۔ آج تک مجھے
ایسا کوئی واقعہ پیش نہ آیا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر یہ خطرہ آیا
"سید کی خوشی کرو" حکم کی تعمیل کی گئی۔ انھوں نے قبول کیا۔ گھر سے
اتر کر نیچے آیا تو پھر دل میں خیال آیا تو اپنا عمامہ بھی ان کے سر پر رکھدیا
الحمدللہ! اس وقت مجھے حضرت پیر و مرشد قبلہؒ کا ایک واقعہ یاد
آگیا جو بے محل نہ ہوگا۔ حضرت قبلہؒ کو اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ
محمد صدیق محبوب اللہؒ سے خلافت سرفراز ہو کر کافی عرصہ گذر چکا تھا
مگر آپ نے کسی کو مرید نہیں کیا تھا۔ اپنے پیر و مرشدؒ کے وصال کے بعد
بھی مرید کرنے سے احتراز ہی فرماتے رہے۔ اگر کوئی شخص اس غرض
کے لئے حاضر ہوتا بھی تو اس کو حضرت سید احمد علی شاہ صاحب قبلہؒ
یا حضرت سید محمود علی میاں صاحب قبلہؒ یا حضرت سید محمد ...
قبلہؒ پنے ان تینوں ماموؤں میں سے کسی کے پاس روانہ فرماتے
کہ ان کی موجودگی میں یہ کام میں نہیں کر سکتا۔ ماموں صاحبانؒ کو
جب اس کا علم ہوا تو آپ کو انھوں نے فرمایا "ہم جیسے حضرت قبلہؒ
کے خلیفہ ہیں آپ بھی تو خلیفہ ہیں۔ پھر آپ کیوں انکار کرتے ہیں؟
جو شخص آپ سے رجوع ہوتا ہے اسے آپ ہی کو اپنا مرید کرنا پڑے گا"
اس تاکید کے باوجود حضرت قبلہؒ اپنی بات پر قایم رہے۔ ایک عرصہ
تک یہی عمل رہا۔ بالآخر ایک صاحب جن کا میں نام بھول رہا ہوں
آتے ہیں اور حضرت قبلہ کے مرید ہونا چاہتے ہیں تو ان کو بھی انھیں
حضرات کا راستہ بتلایا گیا۔ جب ان صاحب نے ان حضرات کے
پاس حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا کہ "میں تو ان کا مرید ہونا چاہتا ہوں

مگر وہ مجھے آپ حضرات کی طرف رہنمائی فرمارہے ہیں" ان حضرات نے یہ کہہ کر واپس کیا کہ جیسے ہم حضرت سید خواجہ محمد صدیق محبوب اللہؒ کے خلیفہ ہیں وہ بھی تو اسی طرح خلیفہ ہیں وہ آخر کیوں انکار کر رہے ہیں ہم ان کو تاکید کریں گے، آپ انہیں کے پاس جائیے، اور انہیں کے ہاتھ پر بیعت کیجئے" ادھر حضرت قبلہ کا یہ اصرار کہ ان بزرگوں کی موجودگی میں یہ کام میں نہیں کر سکتا۔ اسی لیت و لعل میں وہ صاحب کا انتقال ہو گیا جس کی سب کو اطلاع ملی۔ میت بھی مسجد النور قاضی پورہ میں لائی گئی۔ تینوں ماموں حضرات قبلہؒ نے حضرت قبلہؒ کو بلوایا اور فرمایا "یہ صاحب آپ کے مرید تھے، اس بات کی ہم سب گواہی دیتے ہیں۔ ان کی نماز جنازہ آپ ہی کو پڑھانی ہوگی" اس کے بعد حضرت قبلہؒ نے ان کی نماز جنازہ خود پڑھائی یہی نہیں کیا بلکہ دفن سے پہلے ان کی قبر میں اتر کر لیٹا۔ بعد ازاں میت کو دفن کیا گیا۔ اس کے بعد سے آپؒ لوگوں کو مرید فرمانے لگے۔

حورہ سے روانگی: علی احمد عبد اللہ قائم من الدولہ نے ایک سپاہی باہتھیار ساتھ کر دیا۔ قریب (۲) بجے یہاں سے روانہ ہو گئے۔ یہاں سے بلد قطن تک کا راستہ زیادہ مخدوش ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ان میں اکثر بلاد دیگر قبائل کے تحت ہیں، بدوؤں کو شرارت کرنے کا زیادہ موقع ملتا ہے۔ پھر اکثر مقامات غیر آباد بھی ہیں۔ زیادہ تر جنگل ہی جنگل ہے، اور یہ وادی کشادہ اور مسطح ہے باریک سی ریت ہے کہیں مٹی ہے تو وہاں زراعت بھی ہے ہم کو راستہ ہی میں مغرب ہو گئی۔ ساتھ کے سپاہی نے کہا اب یہیں قیام

کرلیں تو بہتر ہے صبح قطن پہنچ جائیں گے۔ ابھی یہاں سے بلد قطن
دُور ہے اور راستہ بھی مخدوش ہے۔ میں نے کہا یہاں کس کے
پاس ٹھہریں؟ کسی کے نام تعارفی خط بھی تو نہیں ہے، چلے چلو، خدا
سب کچھ آسان کردے گا۔" واقعی یہ راستہ بالکل غیر آباد ہے۔ اس میں
جنگلی درختوں کی بھی کثرت ہے جس سے اور خوف معلوم ہوتا ہے۔
سپاہی بندوق میں ٹوٹا بھر لیا ہے اور آگے آگے چل رہا ہے۔
ساتھ کا عبد مبارک لڑکا ہے، ڈرتا ہے اور سپاہی کے پیچھے پیچھے خاموش
چل رہا ہے۔ میں پکارتا ہوں "مبارک! مبارک!" تو جواب نہیں
دیتا بلکہ قریب آکر کہتا ہے "یا حبیب! یہاں آواز مت نکالو، راستہ
پُرخطر ہے" پھر سپاہی کہتا ہے "اگر کوئی بات دیکھو تو فوراً کہہ دو" آج
چاند کی دسویں شب ہے۔ خیال تھا کہ چاندنی خوب زور کی پڑے گی۔
مگر چاند بھی غریب ڈر کے مارے چھپ گیا ہے۔ بلد قطن کے قریب
جب ہم پہنچے تو بندوق چلنے کی آواز آئی۔ سپاہی نے کہا کہ کسی نے کسی
کو قتل کر دیا ہے۔ بہرکیف یہ سب باتیں ایک اجنبی غریب الوطن
کے دل کو پریشان کرنے کے لئے بہت کافی ہیں۔ مگر جب پیر کی عنایت
اور خدا کا فضل ہوتا ہے تو تمام خوف دُور ہو جاتا ہے۔ کیا مجال کہ
کوئی خطرہ بھی دل میں آجائے، یہی معلوم ہوتا ہے کہ آج تک بے شمار
مخالف صورتیں پیش آئیں، جیسی حفاظت وہاں کی گئی، اب بھی وہی
محافظ ہے۔ پھر ڈر کس کا ہے؟ دل میں یقین اور یقین کے ساتھ ایمان
چمک رہا ہے۔ بجائے دل پریشان ہونے کے باغ باغ ہے ہر وقت
میرے مالک پر نظر ہے۔ اَلحَمدُ لِلّٰہ! پھر کیا تھا، چاند بھی نکل آیا۔

اور چاروں طرف نور کے موتی برسانے لگا۔ اور نکھری ہوئی چاندنی نے اپنی نورانی چادر پھیلادی، اُس وقت یہ تاریک اور ڈراؤنا منظر پر لطف اور دلکش معلوم ہونے لگا۔

بلد قطن میں داخلی رات کے قریب (۱۰) بجے سلطان علی بن صلاح کے مکان پر بلد قطن پہنچے۔ رات زیادہ ہوگئی تھی، پھر بھی جب ان کو اطلاع ملی تو فوراً تشریف لائے، اس وقت کیا کچھ ہو سکتا تھا۔ بسکٹ اور حلوہ پیش کیا گیا۔ خدا کا شکر ادا کر کے کھا لیا۔ اور ٹھنڈی ہوا میں باقی رات آرام سے سو گیا۔

۱۰ محرم یکشنبہ صبح سلطان علی بن صلاح نے کہا کہ آپ کچھ روز میرے پاس رہیے لیکن میری ختم رخصت کے عذر کو سُن کر خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ہی سلطان کو اطلاع ملی کہ فلاں بن فلاں نے فلاں بن فلاں کو قتل کر دیا۔ قصاص! قصاص! قاضی جب بھی بلائے گئے اور دریافت ہو رہی تھی، اتنے میں صالح بن محمد صالح فرزند شمشیر یار جنگ بھی تشریف لائے ان کو حیدرآباد سے یہاں آکر ایک سال ہو رہا ہے، اردو تو ان کی زبان ہے، ان سے خوب باتیں ہوئیں۔ یہاں کے رسم و رواج و شادی بیاہ کے متعلق بھی بہت کچھ معلومات حاصل ہوئے، چونکہ انھوں نے حیدرآباد میں بھی شادی کی ہے اور یہاں بھی۔ اس لئے ہر دو مقامات کا وہ ٹھیک موازنہ کر سکتے ہیں، اور صحیح معلومات حاصل ہو سکتے ہیں، ان سے یہاں کے نکاح کا طریقہ دریافت کیا تو بتلایا کہ:۔

نکاح کا طریقہ حضرموت میں شادی بیاہ کے مسئلہ میں کفو اور

خاندان کا بڑا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ غیر کفو اور غیر خاندان میں کبھی شادی بیاہ نہیں کرتے۔ آپس میں بھی جب اطمینان ہو جائے کہ لڑکے والوں کے سوال کو لڑکی والے رد نہ کریں گے تب کہیں نسبت چھیڑتے ہیں ورنہ نسبت چھیڑنے کے بعد انکار کر جائیں تو اس کو بھی بہت برا سمجھتے ہیں۔

نسبت اس طرح قائم کی جاتی ہے کہ لڑکے کی والدہ، بہنیں وغیرہ لڑکی والوں کے گھر اپنے ساتھ قہوہ کا سامان لے کر جاتے ہیں، وہاں کنواری لڑکیاں شادی شدہ عورتوں میں آکر نہیں بیٹھتیں، لڑکی کی ماں اپنی لڑکیوں کو بلا کر ملاتی ہے تو تب کہیں وہ آکر ملتی ہیں۔ اور پھر چلی جاتی ہیں۔ لڑکے کی والدہ وغیرہ بغیر کچھ ذکر کئے واپس ہو جاتی ہیں۔ پھر مردانہ سے لڑکے کے والد وغیرہ لڑکی والوں کے گھر جا کر مردانہ سے بات کرتے اور اپنی پسند کا اظہار کرتے ہیں۔ آخر میں "عربون" کے نام سے ایک رقم ان کے ہاتھ میں رکھ دیتے ہیں، اگر زیادہ جان پہچان کے لوگ ہوں تو پانچ، دس ریال بھی کافی سمجھے جاتے ہیں ورنہ (۲۵ تا ۵۰) ریال تک بھی دینا پڑتا ہے، یہ ایک قسم کا "چڑھاوا" ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکی ہمیں پسند آگئی ہے۔ ہم اسی سے شادی کریں گے۔ آج سے یہ لڑکی ہماری ہو گئی، مقصد اس کا یہی ہوتا ہے، جس طرح ہمارے یہاں منگنی کا رسم ہوتا ہے جس میں لڑکی کو پسند کر کے کچھ زیور وغیرہ چڑھا دیا جاتا ہے۔ شادی میں اگر دیر ہو جائے اور اس اثناء میں عید بقرعید آجائے تو ایک دوسرے کے پاس حصے بکرے بھی روانہ کئے جاتے ہیں۔ جہیز میں دلہن والے زر، زیور، کپڑا لتہ، اوڑھنا بچھونا وغیرہ دینا ہو تو اس کی کوئی

قید نہیں، یہ سامان کچھ تو شادی کے روز اور کچھ شادی سے ایک دو روز پہلے ہی دولھا کے گھر پہنچا دیا جاتا ہے۔

عقد نکاح کے روز دلہا اپنی برات کے ساتھ دلہن والوں کے گھر آتا ہے، پہلے مولود پڑھا جاتا ہے اور "سلام" کے وقت سب لوگ تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس کے ختم پر بیٹھ کر خطبۂ نکاح اور ایجاب وقبول ادا کیا جاتا ہے جس میں مقدار مہر (۵ تا ۲۵) ریال سے بڑھ کر نہیں ہوتی۔ عموماً یہ اسی وقت ادا کیا جاتا ہے۔ نکاح ہو جانے کے بعد پھر مولود پڑھ کر اس تقریب کو ختم کیا جاتا ہے اور آپس میں ایک دوسرے کو مبارک باد دی جاتی ہے۔ ضیافت اکثر کھانے سے ہی کی جاتی ہے اور کبھی "تقدوم" یعنی قہوہ، میوہ، حلوہ، بسکٹ وغیرہ سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ البتہ دولھے والے شادی کے بعد کسی دن ولیمہ کر کے سب کو دعوت دیتے ہیں۔

دلہن کا بناؤ سنگھار خوب کیا جاتا ہے مہندی لگائی جاتی ہے۔ مہندی سے قسم قسم کے پھول ہاتھوں اور پیروں پر بلکہ منھ پر بھی اتارے جاتے ہیں۔ کپڑے بھی خوب شوخ رنگ کے پہنائے جاتے ہیں۔ عطر خوب ملا جاتا ہے۔ اس طرح دلہن اپنے دولہے کے گھر سدھارتی ہے۔

دلہن کو نوشاہ پہلی دفعہ کبھی دلہن کے گھر ہی پر دیکھ لیتا ہے اور کبھی وہ اپنے گھر لے جانے کے بعد رونمائی کرتا ہے تو اس موقع پر وہ دلہن کو کوئی زیور اپنی طرف سے چڑھاتا ہے۔

خاندان سلاطین قعیطی کا نسب نامہ بھی لکھ دیا جو حسب ذیل ہے

شجرہ سلاطین القعیطیہ

(۱) سلطان عمر بن عوض بن عبداللہ القعیطی المخاطب بہ شمشیر الدولہ

۱۲۵۵ھ تا ۱۲۸۲ھ

(۲) سلطان عوض المخاطب بہ سلطان نواز جنگ

۱۲۸۲ھ تا ۱۳۲۵ھ

(۳) سلطان غالب المخاطب
بہ جانباز جنگ
۱۳۲۵ھ تا ۱۳۴۰ھ

(۴) سلطان عمر المخاطب
بہ شمشیر نواز جنگ
۱۳۴۰ھ تا ۱۳۵۴ھ

(۵) سلطان صالح المخاطب
بہ سیف نواز جنگ
۱۳۵۴ھ تا ۱۳۷۵ھ

(۶) سلطان عوض
۱۳۷۵ھ تا ۱۳۸۶ھ تاریخ جمہوریہ

(۷) سلطان غالب
۱۳۸۶ھ تا ۱۳۸۷ھ

تاریخ جمہوریہ

جمهورية اليمن الجنوبية الشعبية

PEOPDES REPUBLIC
OF SOUTHERN YAMAN
P.R.S.Y.

اس خاندان کے رکن اول عمر بن عوض المخاطب بہ شمشیر الدولہ بہادر ہیں جو سب سے پہلے حیدر آباد دکن میں تشریف لائے تھے باقی سب ان کی اولاد ہے۔ اس وقت اصل حاکم سلطان عمر بن عوض المخاطب بہ شمشیر نواز جنگ ہیں چونکہ یہ اس وقت حیدر آباد میں مقیم ہیں، اس لئے ان کے بھتیجے سلطان صالح بن غالب المخاطب بہ سیف نواز جنگ ان کے قائم مقام کارگزار سلطان ہیں۔ سلطان صالح کے بعد ان کے فرزند سلطان عوض سنہ ۱۳۷۵ھ میں انکے جانشین ہوئے۔ یہ تقریباً (۱۱) سال حکومت کرنے کے بعد سنہ ۱۳۸۶ھ میں انتقال کر گئے۔ ان کے جانشین ان کے فرزند سلطان غالب نے تقریباً (۷) ماہ حکومت کی تھی کہ حضر موت میں انقلاب آیا، اور اوائل سنہ ۱۳۸۷ھ میں ان کی بادشاہت ختم اور جمہوریۃ الیمن الجنوبیۃ الشعبیۃ قائم ہو گئی۔ ان کے تحت اسی خاندان کے اور کئی سردار ہیں جو خود بھی اپنی جگہ سلطان کہلاتے ہیں، چنانچہ سلطان علی بن صلاح کے تحت بھی بہت سا علاقہ ہے مگر ان کی حالت ایک صوبہ دار کی سی ہے جو ان مقامات کا محصول سلطان عمر بن عوض کے پاس روانہ کرتے ہیں البتہ کچھ حصہ ان کا ذاتی ہوتا ہے جس کے یہ خود اور ان کے بھائی وغیرہ مالک ہیں۔ یہاں کا قاعدہ ہے کہ کوئی اپنی زمین نہ بیچ ہی سکتا ہے اور نہ رہن کروا سکتا ہے، اور نہ ہی دوسرے ملک میں رہ کر اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جو یہاں خاندان میں بڑا ہوتا ہے وہ سب پر حاکم ہوتا ہے، دوسرے یہاں رہنا چاہیں تو رہیں، کھائیں پئیں، یہاں رہ کر ہر قسم کا جائز فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

یکشنبہ ۱۰ رمحرم بلد قطن سے روانگی ۱۰ رمحرم یکشنبہ دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر ان سے رخصت ہوا۔ دھوپ بھی بہت تیز ہے میرے ساتھ صرف عبد مُبارک ہے اس غریب کو بھی اچھی طرح راستہ معلوم نہیں پوچھتے پوچھتے چلے جارہے ہیں، کچھ فاصلہ پر ایک بڑا مکان، مسجد اور بہت سے کھجور کے درخت دکھائی دیئے جو سیدنا الشیخ ابو بکر بن سالمؒ کے نام پر وقف ہیں۔ غریب مسافروں کو بڑا آرام ملتا ہے اس طرح کی خیرات اکثر جگہ سیدنا الشیخ ابو بکرؒ کے نام سے وقف ہے۔ یہاں سے شبام تک مسلسل آبادی چلی گئی ہے نہ خوف ہے نہ خطر۔ زمین نہایت باریک اور نرم ہے، پانی میں کھار این ہے۔ قطن سے پانی کھارا پینے میں آرہا ہے۔ زمین پر بھی کچھ کھار کے علامات پائے جاتے ہیں۔ بلد شبام کی سرحد جہاں سے شروع ہوتی ہے وہاں پانی روکنے کے لئے ایک بند بنایا گیا ہے جس کو "موضع نجد خشامر والنجد الجمد" کہتے ہیں۔ اس کے پاس ہی بلد خمور ہے، جہاں آل الشیخ ابو بکر بن سالمؒ رہتے ہیں۔ کھجوروں کے درخت وادی دوعن کے بعد کچھ یہیں دکھائی دیئے۔ یہاں سے آبادی ۳ میل کے فاصلہ پر ہو گی۔ وہاں تک درختوں کا سلسلہ چلا گیا ہے۔

بلد شبام میں داخلہ قریب ۵ ½ بجے شام بلد شبام میں داخل ہوا حکومت قعیطیہ کی طرف سے جو یہاں حاکم (قائد الدولہ) ہیں وہ فرج سعید الحبشی ہیں۔ سلطان صالح کا خط دیکھ کر فوراً ایک عالیشان سرکاری مکان میں لے گئے۔ راستہ میں بڑی تیز ہوا چلی تھی جس کی وجہ سے جسم سارا گرد آلود ہو گیا تھا۔ اچھی طرح نہالیا قہوہ

پیا جب کہیں چل کر آدمی بنا۔ فرج سعید حلبشی بہت ہی اخلاق سے پیش آئے بڑی خدمت کی، ان کا اثر یہاں بہت ہے، لوگ خوشحال ہیں، یہ بڑا قدیم تاریخی شہر ہے۔ عمارتیں اس کی پختہ، خوشنما اور عالیشان ہیں، شہر پھیلا ہوا بڑی دُور تک چلا گیا ہے، دو طرفہ آبادی ہے، بیچ میں سفید دودھ جیسا باریک ریتیلا حصّہ ہے، جو دُور سے پانی جیسا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے ایک طرف قدیم اور اصل شہر کے مکانات (۵-۶) منزلہ ہیں۔ دوسری جانب جدید آبادی ہے جہاں نئی طرز کے وسیع مکان خوشنما ہیں۔ ریت اور مکانات کا منظر بمبئی کی چوپاٹی سے کم نہیں ہے۔ دوعن سے یہاں تک آبادی اور عمارت کے لحاظ سے قوم کی خوشحالی اور ان کی تجارت و اقتصادی حالت کے لحاظ سے دوسرا کوئی شہر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ الغرض میرے لئے چھت پر بچھونا کیا گیا۔ بڑے آرام سے نیند آئی۔

۱۱ محرم دوشنبہ قہوہ پی کر فرج عبد کے ساتھ یہاں کے قبرستان کو گیا۔ بہت سے سادات اور مشائخین کے قبور ہیں مگر ایک بھی گنبد نہیں ہے۔ تین لمبے اور قدیم قبور ایک چوکھنڈی میں چھت کے نیچے ہیں۔ جن میں سے ایک شیخ عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ باعباد آل بابراھیم کہلاتے ہیں جو ۸۴۹ھ میں وفات پائے ہیں۔ مدفون ہیں اور وہیں پر سید عبدالرحمٰنؒ بن محمد بن زین بن علوی بن سمیط متوفی سن ۱۱۱۰ھ بھی آسودہ ہیں اور حبیب عیدروس بن حسین بن احمد العیدروسؒ جو حیدرآباد دکن الھند میں مشہور و معروف بزرگ ہیں۔ آپ کے اجداد چار پشت تک یعنے حسین بن احمد

بن محمد بن احمدؒ یہیں مدفون ہیں۔ یہاں میرے پانچویں جد یعنی عیدروسؒ بن عبداللہ بن محسنؒ بھی آسودہ ہیں۔ آپؒ کے پوتے صالح بن علوی بن عیدروسؒ حضرموت سے حیدرآباد دکن تشریف لائے تھے، ہم سب آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔ ان سب کی زیارتوں کا شرف حاصل کیا۔ دوپہر کا کھانا صالح عسکری کے پاس کھایا۔ یہاں سے سیئون قریب ہونے کی وجہ سے ۳ بجے روانہ ہوا۔ عبداللہ بن مبارک ہندی کو میرے ساتھ کیا گیا۔ یہ ساری وادی آباد اور زرخیز ہے۔

حدِ فاصل بین القعیطی والکثیری

بلد حزم قعیطی و کثیری[عہ] کا حدِ فاصل مقام ہے۔ یہاں سے برابر یہی دیکھنے میں آیا کہ وادی کا عرض کہیں دو میل ہے تو کہیں ڈیڑھ میل۔ اس کے ہر حصّہ میں زراعت ہوتی ہے۔ کھجور کے درخت باقاعدہ ایک قطار میں سات سات گز کے فاصلہ سے لگائے گئے ہیں۔ باقی زمین پر جوار کی کاشت ہوتی ہے شبام سے باؤلیوں کی کثرت ہے۔ قدم قدم پر پانی اُبل رہا ہے، مگر پانی میں کھارا پن ضرور ہے۔ بہرحال اس قدر زرخیزی اب تک کہیں دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس سال کی زراعت کو وادی دوعن سے لے کر بلد قطن تک جراد (ٹڈوں) نے تباہ کر دیا ہے۔ بعض جگہ موسم خریف (کھجور پکنے کا موسم) کو بھی ان ٹڈوں نے نقصان پہنچایا ہے۔ راستہ میں سید احمد بن زین الحبشیؒ کی بھی زیارت کی، اور سید عیدروس

عہ کثیری قبیلہ بھی بہت بڑا ہے اور حضرموت میں بہت سے علاقہ پر اس کی حکومت ہے خصوصاً حضرموت کے مشہور بلاد تریم اور سیئون بھی اسی کے تحت ہیں۔

بن عمر الحبشیؒ جو غرفہ میں ہیں ان کی بھی زیارت کی۔ اس کے بعد قریب سیئون کے بلد ترلیس میں سید عبدالرحمن بن محمد الجفریؒ کی بھی زیارت کی۔

بلد سیئون میں داخلہ

شام کے ۴½ بجے ہوں گے بلد سیئون میں سلطان منصور بن غالب الکثیری کے مکان پر پہنچا۔ سلطان ضعیف العمر ہونے کی وجہ سے ان کے صاحبزادے سلطان علی بن منصور بن غالب اپنے والد بزرگوار کے کاروبار میں بہت مدد دیتے ہیں۔ سلطان صالح کا خط پڑھتے ہی فوراً مجھے اندر بلایا۔ بڑی تعظیم کی۔ فصل خریف کا زمانہ ہے۔ اس لئے آبادی کے باہر ایک باغ میں وہ تشریف رکھتے ہیں۔ بڑی خاطر مدارات کی۔ لباس بہت سادہ اور طبیعت میں انتہائی سادگی ہے۔ ایک اجنبی شخص کو پہچاننے میں بڑی دقت واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ مجھے بھی یہ دقت ضرور پیش آئی۔ دل تو کہہ رہا تھا کہ یہی سلطان ہوں گے۔ مگر بظاہر نہ تو کوئی ٹیم ٹام ہے اور نہ کوئی احتشام۔ شیخ محمد بن طیب الناسی کے کہنے سے معلوم ہوا کہ واقعی یہی سلطان ہیں۔ اسلامی شان ہے۔ اللہ کا فضل ہے رات کا کھانا بڑا پرتکلف رہا۔ کھانے کے بعد چائے کا دور چلا۔ اثنائے گفتگو میں سفر کے حالات دریافت فرمائے اور (۱۱) بج گئے۔ شیخ طیب صاحب دراصل مکہ کے باشندے ہیں۔ شریف حسین کے اس آخری زمانہ میں جبکہ وہ جدہ پر آٹھہرے تھے شیخ صاحب ایک وفد کے ساتھ ہندوستان آئے ہوئے تھے، یہ ایک سیاسی آدمی ہیں، اور یہ شریف حسین کے طرفداروں میں ہیں۔ دو سال سے مکہ نہیں گئے۔ بیوی بچے سب مکہ مکرمہ میں ہیں اور یہ حضرموت میں قیام کئے ہوئے ہیں۔ بڑی دلچسپ

صحبت رہی۔ میں نے کل جانے کے متعلق کہا تو سلطان علی اور شیخ صاحب دونوں نے یہی کہا کہ "پرسوں شیخ صاحب بھی جا رہے ہیں ان کے ساتھ آپ بھی چلے جائیے۔ یہ کہا کہ ابھی آئے اور ابھی چلے۔ "سلطان نے برف ڈال کر گلاب کا شربت پلایا۔ برف تریم سے لایا گیا ہے۔ سلطان نے کہا اب رات زیادہ ہو گئی ہے آرام کیجیے۔

۱۲ محرم سہ شنبہ رات آرام سے نیند آئی۔ صبح سلطان علی نے کہا آج مکلّہ ڈاک جانے والی ہے آپ بھی اگر چاہیں تو خط روانہ کریں۔ میں نے کہا ضرور! ایک خط سلطان صالح کے نام دونگا خط لکھ کر سلطان علی کے ساتھ ان کے والد ماجد سلطان منصور بن غالب کے پاس گیا۔ کثیریوں کے اصل سلطان یہی ہیں۔ ان کی دیگر اولاد و اقارب ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ان سب سے ملاقات کی۔ سلطان منصور ضعیف بزرگ ہیں۔ فقیری کا رنگ بھی ہے۔ سادات کی بڑی عزت و تعظیم کرتے ہیں۔ دُور تک مجھے لینے آئے اور اپنے بازو جگہ دی، اور بہت اخلاق و محبت سے پیش آئے۔ ان کے پاس چائے پی۔ پھر یہاں سے بعض حضرات چھوٹے چھوٹے ٹٹوؤں پر اور بعض اچھے فربہ گدھوں پر عمدہ زین کسی ہوئی سب کے سب سوار ہو کر سید سالم بن شیخ السقاف کے مکان پر گئے۔ یہاں پُر تکلف دعوت رہی۔ طرح طرح کا کھانا ہے، ان سب سلاطین کے ساتھ حبیب عبداللہ بن حسین بن السقاف بھی ہیں جو یہاں کے قاضی ہیں۔ ان کی یہ سب سلاطین بڑی عزت و تعظیم کرتے ہیں۔ یہاں معلوم ہوا کہ حبیب عیدروس بن حسین بن احمد العیدروس

قبیلہ کی اولاد اور ان کے مکانات وغیرہ شبام کے قریب حوطۃ الحزم میں واقع ہیں۔ مجھے بڑا افسوس ہوا کہ سید اسمٰعیل بن احمد بن عیدروس کو حیدرآباد میں دیکھا تھا' یہ میرے بڑے دوست ہیں مجھے اگر شبام ہی میں یہ بات معلوم ہو جاتی تو ان سے ضرور مل لیتا۔ ورنہ حبیب عیدروس قبلہ کیا فرمائیں گے کہ "تم ہمارے گھر پر سے گذرے اور ہمارے بچوں سے نہیں ملے" میں نے سلطان علی بن منصور سے کہا کہ اگر آپ کوئی انتظام فرما دیں تو میں آج ہی جا کر کل صبح حاضر ہو جاؤں گا۔ یوں تو وہ اجازت دینا نہیں چاہتے تھے' وہ کہتے تھے کہ "اب آپ وہاں سے گذر کر آگئے ہیں سفر میں آگے ہی آگے جانا چاہیئے پھر لوٹ کر پیچھے جانا مناسب نہیں۔ اب آپ ہمارے ہی پاس رہیئے" گو میرے اصرار کو دیکھ کر انھوں نے فوراً انتظام کر دیا اور وہاں جانے مجھے ایک گھوڑا دیا گیا۔ عبد عبداللہ بن مبارک الہندی جو شبام سے میرے ساتھ آیا ہے وہی ساتھ ہو گیا۔ سلطان علی نے منصب سید عمر بن عبدالرحمٰن العیدروس کے نام خط بھی لکھ دیا۔

حوطۃ الحزم میں داخلہ سیئون سے قریب ۳ بجے دن کے روانہ ہو کر ٹھیک مغرب کو وہاں پہنچ گیا منصب سید عمر بن عبدالرحمٰن کے گھر گیا وہ اس وقت مکان پر نہیں تھے مگر جس سے ملنا تھا وہ تو فوراً مل گئے' یعنی سید اسمٰعیل بن احمد' دیکھتے ہی کہنے لگے "او علی بن ابو بکر!" اور فوراً معانقہ کیا اور بہت خوش ہو گئے اور اپنے گھر لے گئے۔ سارے سفر کا قصہ سن کر کہا "مجھے پہلے ہی کیوں اطلاع نہیں دی۔ اب میں ایک ماہ تک تم کو نہیں چھوڑونگا

اس کے بعد تمہارے ساتھ تمام زیارتیں کرواتے ہوئے مکلا تک چلونگا۔"
بہرکیف بڑی محبت کی باتیں کیں۔ حضرت حبیب عیدروس قبیلہ رح
کا یہی مکان ہے۔ حیدرآباد کا مکان اور وہ صحبت یاد آگئی۔ حبیب
احمد بن عیدروس کے دوسرے صاحبزادے حبیب جعفر بن احمد اور
حبیب محمد بن احمد بھی آگئے۔ ان سب سے ملاقات ہوئی۔ یہ دونوں
بھائی ابھی حیدرآباد نہیں آئے تھے البتہ ان کے سب سے چھوٹے بھائی
حبیب حسین بن احمد بن عیدروس اس وقت اپنے دادا حبیب
عیدروس بن حسین العیدروس کے پاس حیدرآباد میں تھے۔ کچھ دیر کے
بعد چائے پلائی۔ اس کے بعد حضرت حبیب عیدروس قبیلہ رح کے حجرہ کی
جہاں آپ تشریف رکھا کرتے تھے زیارت کی۔ یہاں ایک الماری ہے
جس میں حضرت کے کتب رکھے ہیں۔ کھونٹی پر بڑے بڑے دانوں کی تسبیح
لٹکی ہوئی ہے اور وہیں ایک کلاہ بھی رکھی ہوئی ہے۔ یہاں کچھ دیر بیٹھے
اور پھر سید اسمٰعیل سے فاتحہ پڑھوا کر دعا کروائی۔ پھر یہاں سے اپنی جگہ آگیا
یہاں ایک لڑکا گلاس میں پانی لئے بیٹھا ہے۔ اسمٰعیل نے کہا کہ بھائی!
زنانہ میں لوگ چاہتے ہیں کہ آپ اس پر دم کر کے دیں۔ میں نے کہا
استغفراللہ! آپ لوگ خود سادات ہیں مجھے معاف کیجئے مگر اسمٰعیل
سے بڑھ کر اندر سے اصرار ہوا۔ اور اسمٰعیل نے بھی کہا کہ آپ حج و زیارت
سے مشرف ہو کر تازہ آرہے ہیں۔ اس لئے ان برکتوں سے ہم بھی
مستفید ہونا چاہتے ہیں۔ لہذا آپ کیوں خجالت کر رہے ہیں پڑھ کر
پھونک دیجئے۔ حکم بجا لایا تو بہت خوش ہو گئے۔

۱۳ر محرم چہارشنبہ | صبح قہوہ روٹی کھا کر منصب سید محمد بن عبدالرحمٰن

العیدروس کے پاس گیا۔ یہ حضرت حبیب عیدروس قبلہؒ کے بڑے داماد ہیں۔ ان کے ایک صاحبزادہ حبیب عبداللہ بن عمر ہیں جن کی عمر (۵۰) سال سے کم نہ ہوگی۔ ان حضرات سے بھی ملاقات کی۔ انھوں نے بہت دُعا دی۔ اور حبیب عیدروس صاحب قبلہؒ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کو کہا۔ ان سے رخصت ہوکر سید اسمٰعیل اور ان کے دیگر بھائیوں کے خطوط حبیب عیدروس صاحب قبلہؒ اور ان کے صاحبزادے حبیب احمد بن عیدروس کے نام کے لے لئے۔ بھائی اسمٰعیل کی چھوٹی لڑکی کو دیکھا اور پیار کیا۔ بفضلِ خدا اسمٰعیل کو ۴ لڑکیاں ہیں۔ خدا بیٹا بھی دے۔

سیئون کو واپسی اسمٰعیل نے ایک لڑکے کو ساتھ کر دیا تھا وہ دوڑتا ہوا صرف دو گھنٹے میں سیئون پہنچا دیا۔ سلطان علی سے ملاقات ہوئی۔ کہا کہ اس وقت نہالیں تو بہتر ہے۔ میں نہا کر آیا تو کھجور منگوائے۔ بہرحال ایک چھوٹے بھائی کی جو بڑی دور سے اور ایک زمانہ کے بعد آیا ہو جس طرح خاطر مدارات کی جاتی ہے اس سے کچھ زیادہ ہی کی گئی۔ دوپہر کا کھانا بھی سلطان علی کے ساتھ کھایا۔ پھر کہا کہ "آپ کچھ دیر سو کر اٹھیں تو بہتر ہے" ہر بات سے شفقت اور محبت ٹپک رہی تھی۔ میں تھوڑی دیر سو گیا۔ پھر سلطان علی کے ساتھ سید علوی بن عبداللہ بن حسین السقاف کے مکان پر گیا۔ کھجور کھائے چائے پی۔ وہاں شیخ طیب صاحب بھی موجود تھے۔ تیار ہوتے ہوتے (۴) بجا دیئے۔

سیئون سے روانگی یہاں سب سے رخصت ہوکر تریم کی جانب

روانہ ہوا۔ سلطان علی بن منصور الکثیری نے حضرت والد صاحب قبلہؒ کے نام ایک خط لکھدیا۔ یہاں سے ایک عبید اور ایک سپاہی ساتھ ہے راستہ سے ایک اور عبید اور ایک شخص قبیلۂ عامری کا بھی ساتھ کر دیا گیا۔ کیونکہ ہم کو قبیلہ عامری کی سرحد سے ہو کر جانا ہے، اس لئے اُن کے قبیلہ کا آدمی ساتھ ہونا لازمی تھا۔

مزار حضرت سیدنا احمد بن عیسیٰ المہاجر

قریب مغرب کے اس مقام پر پہنچے جہاں سیدؒ احمد بن عیسیٰ المہاجرؒ کا مزار مبارک اگرچہ پہاڑی کے نشیبی حصّہ میں ہے مگر زمین کی سطح سے اوپر مکان کی شکل میں نظر آتا ہے۔ نیچے ایک گنبد بھی ہے جو حضرت کی اولاد میں الحبشیؒ کا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری اصل جڑ یعنی مورث اعلیٰ! جن کی ہم سب سادات حضرمی اولاد میں ہیں زیارت نصیب ہوئی۔ الحمد للہ! خیال تھا کہ تریم جا کر ہی قیام کریں مگر راستہ میں بلد تاربہ میں ایک عسکری کے پاس قیام کیا۔ رات کے (۸½) بجے ہیں کھانے کی تلاش ہو رہی ہے۔ روٹی، گھی، لحم (ایک قسم کی سوکھی مچھلی) اور کھجور بازار سے لائے گئے۔ مجھے تو مطلق بھوک نہ تھی۔ ویسے ہی سو گیا معلوم ہوا کہ اس بلد میں آل عیدروس رہتے ہیں۔ منصب کا نام محمد بن محمد العیدروس ہے یہ بلد پہاڑی میں واقع ہے۔

۴ ار محرم پنجشنبہ | رات ہوا نہ چلی۔ گرمی کی وجہ سے نیند بھی برابر

---

۵ حضرت احمد بن عیسیٰ المہاجر بن محمدؒ نقیب السادات بن امام علی العریضی بن امام جعفر الصادقؓ ہیں آپ نے ۳۱۷ھ میں بصرہ سے ہجرت فرما کر حضرموت میں قیام فرما لیا تھا۔ تمام سادات حضرموت آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔

نہ آئی۔ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر آگے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں بلد تعرفہ سے
علوی بن عبید اللہ نامی ایک آدمی تمیمی قبیلہ کا ساتھ کر دیا گیا۔ کیونکہ
یہاں سے ان کی سرحد شروع ہوتی ہے۔

تریم میں داخلہ
۱۴ ار محرم پنجشنبہ

صبح (۸) بجے تریم میں سید ابوبکر بن شیخ الکاف کے
مکان پر پہنچا۔ شیخ طیب صاحب اپنے گدھے کو
تیز کر کے مجھ سے آدھ گھنٹہ پہلے ہی پہنچ گئے تھے۔

سید ابوبکر صاحب کو میرے پہنچنے سے پہلے ہی میری خبر پہنچ گئی، جب میں
وہاں پہنچا تو خود دور تک استقبال کے لئے تشریف لائے۔ عمر میں
(۴۰۔۵۰) کے درمیان ہوں گے مگر نہ صرف تریم بلکہ سارا حضرموت
ان کو مانتا ہے، بڑے متمول ہیں، جدید ترقیوں سے واقف ہیں انہی
کی بدولت تریم سے شحر بندر تک موٹر کا راستہ تیار ہو رہا ہے خود
بلد تریم نے اس قدر ترقی کی ہے کہ تمام بلاد حضرموت میں سب
سے بڑا مرکزی بلد یہی ہے۔ ان کے املاک جاوا، سنگاپور، بٹاوی
ملایا اسٹیس میں لاکھوں کی آمدنی کے ہیں۔ مکان دیکھا، یہاں کے
سلاطین سے کچھ کم نہیں۔ حمام، نل، فوارہ، حوض، آئینہ اور
تصاویر سے سجا ہوا ہے فرش قیمتی قالین کا ہے۔ یہاں بجلی کی روشنی
ہے، ٹیلیفون ہے، برف کی مشین ہے۔ موٹریں بھی ہیں۔ بہرکیف
اس بلد نے بڑی ترقی کی ہے۔ اور روز بروز ترقی پر ہے خدا اس
کی ترقی میں برکت دے، اور ساتھ ہی اسلامیت، اخوت اور
اتحاد پر قائم اور مذہب کی پابندی پر برقرار رکھے آمین۔

دروازہ کھولنے کا طریقہ

یہاں عموماً مکان (۴۔۵) منزل کے

ہوتے ہیں۔ گھر میں داخل ہونے کا دروازہ بڑا اور ایک ہی ہوتا ہے
اور ہمیشہ وہ بند رہتا ہے۔ جب کوئی باہر سے گھر میں آنا چاہتا ہے
تو وہ دروازہ مارتا ہے یا کوئی اور اشارہ دیتا ہے تب گھر میں سے
اوپر کی منزل والے دروازہ یا کھڑکی میں سے دیکھتے ہیں۔ اس کو اندر
بلانا ہوتا ہے تو ڈوری اوپر کھینچی جاتی ہے تو وہ اڑ ڈنڈا کنڈی سے
نکل جاتا ہے تو دروازہ کھل جاتا ہے، پھر وہ اندر آنے والا دروازہ
بند کر کے اس اڑ ڈنڈے کو پھر کنڈی میں ڈال کر اندر آتا ہے اس
اڑ ڈنڈے کی ڈوری اوپر کی آخری منزل تک جاتی ہے، گھر والے
حضرات جس منزل پر سے چاہیں اس کو کھینچ کر کھول سکتے ہیں، یہ
طریقہ میں نے حضرموت ہی میں دیکھا۔ دوپہر کا کھانا سید ابوبکر صاحب
اور ان کے فرزند سید سقاف بن ابوبکر اور دیگر حضرات کے ساتھ
بہت ہی پُر تکلف کھایا، برف کا پانی پیا، سید ابوبکر صاحب کے
پاس دونوں جوان مصری مہمان سید احمد و سید حسین ٹھہرے ہوئے
ہیں۔ یہ حضرات یہاں کے بچوں کی تعلیم کے لئے بلائے گئے ہیں ان کی
بڑی خاطر کی جاتی ہے۔ انگریزی میں مجھ سے گفتگو ہوئی۔ رکتے رکتے
اپنا مطلب ادا کر لیتے ہیں۔ اکثر عربی میں ہی بات چیت رہتی ہے۔
مغرب کے بعد سید ابوبکر نے لیمو کا شربت برف پڑا ہوا پلایا۔ بڑی
تسکین ہوئی۔ رات کا کھانا کھا کر کچھ دیر باتیں کیں اور پھر سو گئے
صبح کھجور، روٹی، دودھ، قہوہ اور چائے کا ناشتہ ہوا۔

۱۵ محرم جمعہ

میں نے کہا اب میں زیارت کے لئے جانا چاہتا ہوں
فوراً موٹر تیار کی گئی اور ایک صاحب میرے ساتھ ہو گئے۔ مگر

ان کو اچھی طرح مزاروں سے واقفیت نہیں کہ یہ کس کس کے مزار ہیں۔ صرف دو چار مشہور و معروف مزاریں تو دکھا دیں اور بہت سی زیارتیں چھوٹ گئیں۔ واپس آنے کے بعد میں نے سید ابوبکر سے کہا کہ میرا اصل مقصد صرف زیارت کرنا ہے، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج مجھے زیارت کرنے کا اچھی طرح موقعہ نہ ملا۔ اگر آپ تکلیف فرما کر کسی ایسے واقف کار آدمی کو ساتھ کر دیں جو تمام زیارت گاہوں سے واقف ہو تو میں آج ۴ بجے پوری طرح زیارت کر آؤں گا۔ سید ابوبکر نے کہا ضرور جائیے میں آپ کے لئے ایسے ہی آدمی کا انتظام کر دوں گا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد سید ابوبکر نے میرے لئے موٹر منگادی اور فرمایا کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر زیارتوں کے لئے جائیے۔ میں سوار ہو کر یہاں کی جامع مسجد کو گیا۔ سید عبداللہ بن محمد الکاف پہلی صف میں تشریف رکھتے تھے۔ مجھے سید ابوبکر صاحب کے پاس دیکھا تھا فوراً اپنے پاس بلا کر جگہ دی۔ تمام سادات جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ نماز کے بعد شیخ عمر بن سعید باعزیب سے جو یہاں کے بڑے عالم اور بزرگ ہیں اور جن کی عمر (۱۰۰) سال سے زائد ہی ہوگی، ملاقات کی اور فاتحہ پڑھوائی۔ فاتحہ کے بعد بڑی دعا دی۔ یہاں سے باہر نکلا تو سید عبدالرحمٰن بن علی بن ہاشم السقاف کھڑے ہوئے تھے۔ فرمایا کہ سید ابوبکر نے کہا ہے کہ آپ کو لے کر سید سقاف کے مکان جاؤں جہاں حضرۃ ہوتا ہے اس کے بعد زیارتوں کے لئے لیجانا پس میں سید عبدالرحمٰن کے ہمراہ ہو گیا۔ سب سے پہلے وہ مجھے سیدنا

عبداللہ بن علوی الحدادؒ کے مکان پر لے گئے۔ جہاں آج حضرۃ تھا
حضرت عبداللہ بن علوی الحدادؒ کے منصب سید عبداللہ بن محمد الحداد
سے ملاقات ہوئی۔ ایک گھنٹہ کے بعد حضرۃ ختم ہوا۔ یہاں سے اس
مسجد میں گئے جہاں سیدنا ابوبکر بن عبداللہ بن ابوبکر الفقیہ، وضؒ نے
اعتکاف و خلوت گزینی اختیار کی تھی۔ اور جب سرفرازی ہوئی
اور عدن جانے کا حکم ہوا تو آپ عدن تشریف لے گئے تھے۔ میں نے
یہاں دو رکعت نفل ادا کی۔ اس کے پاس ہی سید علی بن عبدالرحمٰن
بن سہل جمل اللیل کا مکان ہے۔ ان کے پاس سے لوگ بکثرت زیارت
کر کے واپس ہو رہے ہیں، ہم بھی گئے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہاں کے بڑے
شیخ ہیں۔ سارے بڑے بڑے بزرگ بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو رہے
ہیں۔ عبدالرحمٰن صاحب نے میرا تعارف کروایا۔ اور کہا کہ انکے لئے
دعا فرمائیے۔ فوراً قہوہ منگوایا اور دعا فرما کر فاتحہ پڑھی۔ یہاں
سے رخصت ہو کر حضرت الفقیہ المقدم کی مسجد میں گئے۔ معلوم ہوا کہ
ہر جمعہ عصر کی نماز یہاں پڑھنا بہت ثواب ہے۔ تمام سادات یہاں
جمع ہوتے ہیں۔ اس مسجد کی پہلی صف میں بائیں کونے پر ایک
مصلّیٰ بچھا ہوا ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ یہاں دو رکعت نفل ادا
کرو۔ یہ مقام حضرت الفقیہ المقدمؒ کی خاص عبادت گاہ ہے۔
یہاں دو رکعت ادا کی۔ پھر نماز عصر پڑھ کر یہاں سے سید ابوبکر بن
حسین کی موٹر میں سید حسن بن عبداللہ الکاف کے مکان گئے۔ یہ خاندان
الکاف کے سب سے بڑے ہیں، ان سب کی آمدنی کا ۱/۲ حصہ انہی کی نگرانی
سے فی سبیل اللہ تقسیم ہوتا ہے، یہاں سید ابوبکر بن شیخ اور سید ابوبکر بن

حسین اور عبداللہ بن محمد بھی بیٹھے ہوئے تھے، سید حسن صاحب کا مزاج علیل ہے دوران گفتگو میں حبیب محسن بن علوی رح کا نام آگیا تو کہنے لگے وہ بڑے عالم تھے، میں خوب جانتا ہوں۔ پھر ان سے رخصت ہوا۔ موٹر میں سوار ہو کر زنبل نامی قبرستان کو گئے۔ یہاں ایک صاحب واقف کار ٹھہرے ہوئے ہیں۔ عبدالرحمٰن صاحب نے مجھ کو ان کے حوالہ کر دیا۔ اور ان کو ہدایت کی کہ کوئی مقام نہ چھوٹنے پائے، انہوں نے سب سے پہلے الفقیہ المقدم محمد بن علی باعلوی رح کی مزار پر بیٹھ کر سورۂ یٰسین پڑھا۔ مجھے بھی حفظ تھا، میں بھی ان کے ساتھ پڑھتا گیا، پھر فاتحہ پڑھی۔ حضرت کا مزار ایک چھوٹے کمرہ میں ہے جس کے اوپر چھت ہے اور جس کو یہاں "قیفہ" کہتے ہیں۔ اسی قبہ کے اندر ذیل کی زیارتیں کیں:-

(۱) الفقیہ المقدم محمد بن علی باعلوی رح (۲) علوی بن الفقیہ المقدم رح (۳) محمد بن علوی بن الفقیہ المقدم رح (۴) عبداللہ بن علوی بن الفقیہ المقدم رح (۵) علی بن علوی بن الفقیہ المقدم رح (۶) علی بن الفقیہ المقدم رح (۷) عبدالرحمٰن السقاف رح (۸) ابوبکر السکران بن عبدالرحمٰن السقاف رح (۹) عمر المحضار بن عبدالرحمٰن السقاف رح (۱۰) حسن بن عبدالرحمٰن السقاف رح (۱۱) احمد بن عبدالرحمٰن السقاف رح (۱۲) علی بن ابوبکر السکران رح (۱۳) محمد مولی الدویلیہ بن علی بن علوی بن الفقیہ المقدم رح (۱۴) شیخ محمد جمل اللیل بن حسن بن محمد اسد اللہ بن حسن الترابی بن علی بن الفقیہ المقدم رح (۱۵) عبدالرحمٰن بن محمد بن حسین صاحب المفتاح رح (۱۶) محمد بن علی مولی عیدید رح (۱۷) شیخ بن عبدالرحمٰن السقاف رح (۱۸) شیخ بن عبداللہ العیدروس رح (یہ دونوں حضرات عرف عام میں شیخین کے نام سے معروف ہیں)

(۱۹) علی بن علوی خالع قسم رح۔ اس چوکھنڈی کے باہر سرہانے کی طرف۔
(۲۰) حسن معلم بن محمد اسد اللہ بن حسن تراب رح (۲۱) شیخ احمد بن محمد علمی رح
(۲۲) شیخ سالم بن علوی رح۔ باہر پائیں کی طرف۔ (۲۳) سالم بن ابو بکر
بن علوی الکاف رح (۲۴) عبد اللہ بن علی الحبشی رح (۲۵) شہاب الدین
بن احمد بن عبد الرحمن بن شہاب رح (۲۶) سیدنا سالم بن عبد اللہ رح
بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد الرحمن السقاف والد سیدنا
الشیخ ابو بکر بن سالم رح۔ ان کی سیدھی جانب ایک بڑا گنبد ہے
جس میں۔ (۲۷) سیدنا عبد اللہ بن ابو بکر سکران العیدروس رح
(۲۸) زوج ست عائشہ بنت عمر المحضار رح اور ان کی اولاد۔ اس
گنبد کے پائیں میں ایک سقیفہ ہے۔ جس میں (۲۹) سیدنا عبد اللہ
بن علوی بن محمد الحداد صاحب الراتب اور ان کی اولاد ہیں۔
ان کی سیدھی جانب دوسرا گنبد ہے جس میں (۳۰) عبد اللہ بن
شیخ بن عبد اللہ بن ابی بکر العیدروس رح اور ان کی اولاد ہے۔
پہلی بڑی گنبد کو لگی ہوئی باہر سیدھی جانب۔ (۳۱) عبد اللہ بن
احمد بن حسین بن عبد اللہ بن ابو بکر السکران العیدروس (۳۲)
بہاؤ الدین محمد بن احمد العیدروس رح۔ دونوں بھائیوں کے مزار ہیں۔
دوسرا قبرستان سڑک کی دوسری جانب یعنے شمال کی طرف ہے
جس کا نام "فُرْطُ الْمَشَائِخ" ہے۔ اس میں حسب ذیل زیارتیں ہیں
(۳۳) عبد اللہ بن محمد عاشق رح۔ (۳۴) شیخ سالم بن فضل بافضل رح
(حضرت عبد الرحمن السقاف کے زمانہ میں تھے بڑے کامل اور
صاحب کرامات تھے) (۳۵) شیخ علی بن عمر القرشی رح یہاں اولاد

ہونے کے لئے مراد مانگی جاتی ہے اور پتھر رکھے جاتے ہیں) (۳۶) علی بن احمد بامروان (۳۷) حضرت احمد بن محمد ابی النجیب (یہ بزرگ الفقیہ المقدم کے شیخ تھے) (۳۸) شیخ سعید بن علی بامدحج صاحب کرامات سیدنا ابوبکر بن عبداللہ العیدروس صاحب عدد کے زمانہ میں تھے (۳۹) احمد بن عبداللہ باجبلیل (۴۰) شیخ حسین باخذیلغ (۴۱) شیخ علی بن محمد الخطیب صاحب الوعل۔

ان دونوں قبرستانوں کے بائیں طرف ایک تیسرا قبرستان ہے جس کا نام "باکلدم" ہے اس میں مشہور و معروف

(۴۲) شیخ یحیٰی } بن سالم باکلدم شہید ہیں۔ یہ دونوں بھائی
(۴۳) شیخ احمد } شیخین کے نام سے مشہور ہیں۔

ان تمام زیارتوں سے فارغ ہو کر عمر المحضار کی مسجد میں گیا اس کا مینارہ سب سے اونچا ہے، اس کے اوپر چڑھ کر اذان دی۔ لوگوں نے تعریف کی۔ نماز بھی مجھ ہی سے پڑھوائی۔ پھر گھر آکر ان زیارتوں کا حال سید ابوبکر بن الشیخ الکاف سے کہا تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ اَلحَمدُ لِلّٰہ اب تو اطمینان سے زیارتیں ہوئیں۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر باتیں ہوئیں۔ اثنائے گفتگو میں اس سڑک کا ذکر آیا جو تریم سے شحر بندر تک تیار ہو رہی ہے۔ میں نے کہا یہ آپ کا بڑا عظیم الشان کارنامہ ہے تو خود ہی فرمایا کہ آپ سلطان صالح سے کہئیے کہ آپ سے ہم روپیہ طلب نہیں کرتے بلکہ اس راستہ میں امن قایم رکھنا آپ کا کام ہے۔ میں نے کہا میں ان کو ضرور کہوں گا۔ اور وہ اس بات کی برابر کوشش کریں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر سب سونے کے لئے اٹھے۔

۱۶ ارمحرم شنبہ

شنبہ کے روز صبح ناشتہ کے بعد سید عبدالرحمٰن صاحب اپنے وعدہ پر تشریف لے آئے۔ ان کے ساتھ پہلے سید محمد بن سالم سَرِی جمل اللیل کے پاس حاضر ہوا بمعمر بزرگ ہیں، خدا ترس ہیں محبت کے ہیں، میری زیارتوں کا حال سُن کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور مجھ سے فرمایا کہ تم پہلے فاتحہ پڑھو، اور میرے لئے دُعا کرو، میں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے، مگر بہت اصرار فرمایا تو مجبوراً میں نے فاتحہ پڑھی پھر خود فاتحہ پڑھکر میرے لئے دُعا کی ضعیفی کی وجہ سے آواز میں تھرتھراہٹ آگئی ہے اور یہ فرمایا کہ "تم جہاں کہیں زیارت کرو میرے لئے ضرور دُعا کرنا۔ یہ بڑے عالم اور فاضل ہیں، ان کے پاس شجرۃ النساء (عورتوں کا نسب نامہ) ہے۔ ان کے پاس سے سید عبداللہ بن عیدروس بن علوی العیدروس کے ہاں گیا۔ یہ بزرگ بھی یہاں کے متدین لوگوں میں ہیں۔ حضرت حبیب عیدروس بن حسین العیدروسؒ کو دریافت کیا کہ حیدرآباد میں اب وہ کیسے ہیں ؟ میں نے کہا خدا کی عنایت ہے کہ ایسے بزرگ حیدرآباد میں قیام پذیر ہیں۔ پھر بھی سماعت اور فہم اچھی ہے وہ ایک سو سے زیادہ عمر کے ہیں۔ انھوں نے بھی پہلے مجھ سے فاتحہ پڑھوائی پھر خود دعا کی اور فرمایا کہ تم بڑے خوش نصیب ہو کہ ان تمام زیارتوں کا شرف حاصل کیا۔ انشاء اللہ تعالےٰ زیارت قبول۔ اور فرمایا کہ جاتے ہوئے مسجد سرجیس میں شیخ سعید بن علی مذحج کی خلوت گاہ ہے۔ جہاں شیخ مذکور نے بڑی عبادت کی ہے اس کی بھی زیارت کرلیں تو بہتر ہے"۔ یہاں سے سید سے اس مسجد میں جاکر خلوت گاہ میں داخل ہوا۔ وہاں ایک مصلّی بچھا ہوا ہے دو رکعت

نفل ادا کر کے دعا کی، پھر گھر آ گئے۔ سید ابو بکر صاحب نے پوچھا، آج کس کس سے ملاقات ہوئی؟ میں نے سب سنایا تو بڑی دلچسپی سے سنکر خوش ہوئے۔ اس سفر میں سب سے زیادہ قابل، عاقل، ہمدرد، خادم القوم، محنتی، دولت مند اور غربا پرور اگر دیکھا تو وہ سید ابو بکر بن شیخ الکاف کو دیکھا۔ میرے ساتھ ہی کیا ہر ایک کے ساتھ ان کا ایسا ہی سلوک ہے، ہر شخص ان کی تعریف کرتا ہے، خصوصاً میرے ساتھ جو ہمدردی و محبت کا اظہار کیا ہے۔ اس کا میں ممنون ہوں۔ مجھ سے فرما رہے ہیں۔ حیدر آباد پہنچنے کے بعد خط سے ضرور یاد کرنا۔

پھر فرمایا کہ یہاں سے قریب پہاڑ ہی میں ایک بڑے بزرگ آسودہ ہیں ان کا نام تو کسی کو معلوم نہیں۔ مگر "ولی العرض" کے نام سے مشہور ہیں۔ صاحب کرامت ہیں، موسم گرما میں دھوپ کے وقت ان کی قبر پر ہاتھ رکھو تو برف کی طرح ٹھنڈی معلوم ہوتی ہے، بہرحال ان کی بھی زیارت کرو۔ بلد دمون میں آل بن شہاب رہتے ہیں جو یہاں سے قریب ہی ہے، اس کے راستہ میں پہاڑ پر "مولی العرقی" کا مزار ہے۔ میں نے کہا ضرور ان کی بھی زیارت کروں گا۔ ظہر کی نماز کے بعد سید عبدالرحمن صاحب تشریف لائے۔

شیخ الشجرہ ان کے ساتھ سید عبداللہ بن علی بن عبدالرحمن المشہور کے پاس گیا۔ یہ حضر موت کے شیخ الشجرہ ہیں۔ تمام سادات باعلوی کا شجرہ ان ہی کے پاس ہے، باقی سب جگہ اس کی نقلیں ہیں۔ ان کے پاس دیکھا تو وہی دادا عبداللہ بن صالح کا نام اور چچا صالح بن عبداللہ اور علی بن عبداللہ کے نام تک لکھا ہوا ہے۔

باقی خاندان کے نام میں نے لکھوا دیئے۔ اور ان سے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ الحسین اور الحامد کا مکمل شجرہ کتاب کی شکل میں نقل کرا دیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ اس پر وہ خوشی سے راضی ہو گئے۔ مگر وقت بہت تنگ تھا۔ عینات سے واپس آنے تک اس کی تکمیل ہونی چاہیئے۔ انھوں نے وعدہ تو کیا ہے۔ خدا چاہا تو پورا بھی ہو جائے گا۔

سیدنا شیخ ابوبکر بن سالمؒ کو تیرہ لڑکے ہوئے تھے جن میں سے آپ نے اپنا جانشیں سیدنا الحسینؒ کو کیا تھا جن کی اولاد میں میرے دادا عبداللہ بن صالح بن علوی بھی ہیں۔ اور میری دادی شریفہ زینب بنت عمر بن احمد بن عیدروس بن عقیل الحامدؒ کی اولاد میں ہیں۔ جو شیخ ابوبکر بن سالمؒ کے صاحبزادہ ہیں۔ چونکہ مجھے ان دونوں صاحبزادوں ہی کے شجرے کی ضرورت تھی۔ اس لئے میں نے ان کی نقل کر دینے کو کہا تھا۔ سالم بن محمد بن احمدؒ کی اولاد یعنے علی و محمد بن سالم کا بھی پتہ چلا کہ ان کا مکان عینات میں مسجد سیدنا شیخ ابوبکر بن سالمؒ کے قریب ہی واقع ہے اور آل بن عقیل بن الحامدؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ عینات جاؤں گا تو ان حضرات سے ضرور ملوں گا۔ پھر میں نے کہا آپ میرے لئے دعا فرمائیں تو خود فرمانے لگے کہ آپ ایسے مقدس مقامات سے آرہے ہیں، آپ پہلے میرے لئے دعا کیجئے۔ مجبوراً میں نے فاتحہ پڑھی اور دعا کی پھر ان سے درخواست کی تو کہنے لگے ابھی نہیں بلکہ شام کو آپ میرے پاس دوبارہ آئیں۔ بہرحال بڑے اخلاق اور محبت سے پیش آئے۔ گو نوجوان ہیں مگر سیرت میں بزرگوں سے کم نہیں ہیں۔ کیوں نہ ہو، بزرگوں کے جانشین ہیں۔ ان کے

اوصاف خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ چلتے وقت پھر فرمانے لگے کہ میرے لئے دُعا کیجئے۔ دل سے یہی دعا نکلی کہ "خدایا! ان کو اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنا نصیب کر" یہاں سے گھر آیا۔ بعد نمازِ عصر عبدالرحمٰن صاحب کے ساتھ "مولی العرض" کی زیارت کے لئے گیا۔ وہ تو تریم کی آبادی کو لگی ہوئی پہاڑی کے دامن میں واقع ہے۔ سید ابوبکر صاحب کے مکان سے ۲۰ منٹ کا راستہ ہوگا۔ بڑی سہانی جگہ ہے۔ بڑی برکت ہے۔ بڑی شان کے بزرگ ہیں۔ یہاں یٰسین شریف پڑھ کر فاتحہ پڑھی۔ آدھا گھنٹہ بیٹھ کر یہاں سے سید ابراہیم بن حسن بن محمد بالفقیہ کے مکان پر گیا۔ ان کے والد مرحوم سید حسنؒ سنا بڑے مشہور ذاکر و شاغل بزرگ تھے۔ صرف دو ماہ پہلے ان کا انتقال ہوا ہے۔ ان کے پاس "مکشفات" ہے۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ عینات سے واپس آنے کے بعد اس کو ضرور دکھائیں گے۔

سید ابوبکر صاحب کے مکان کے روبرو والی مسجد میں مغرب کی اذان دی۔ اور نماز بھی پڑھائی۔ عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھایا۔ سید ابوبکر صاحب سے کہا کہ کل صبح عینات جانا چاہتا ہوں۔ انھوں نے تین خطوط ایک سید حسین بن اسمٰعیل الحامد۔ دوسرا احمد بن ہادی اور احمد بن عمر المحضار۔ تیسرا حامد بن محمد الطیب کے نام لکھ دئیے۔ بسکٹ کا ڈبہ جو فرانس کا بنا ہوا تھا ساتھ کر دیا اور کہا کہ "وہاں زیادہ نہ رہو۔ موسم گرما ہے۔ تمہاری طبیعت یوں بھی اچھی نہیں ہے۔ گرمی ہو گئی ہے۔ وہاں تمہاری خاطر نہ ہو سکے گی"۔ میں نے کہا "یہ آپ کی محبت ہے۔ مگر اتنی دور سے ان کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ کم از کم ایک ہفتہ تو ضرور وہاں گذاروں گا۔ سب سے بڑی ضیافت میرے

جد کی زیارت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی دُعا شامل حال رہے تو
میں وہاں بھی خیریت سے رہوں گا"۔ پھر فرمایا کہ "جانے کے بعد ضرور خط
لکھو"۔ اور یہ بھی فرمایا کہ "کل صبح نماز سے پہلے ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔
تاکہ دھوپ نکلنے سے قبل تم عینات پہنچ جاؤ۔ وہاں سے آتے وقت بھی
ایسا ہی کرنا۔ دھوپ اور گرمی سے بچو۔ تمہاری طبیعت کے لئے مضر ہے"
ان کی ایسی گفتگو تھی۔ جیسے ایک بزرگ اپنے بچے سے کرتا ہے۔ بڑی تاکید
یہ تھی کہ "وہاں زیادہ کیوں رہتے ہو۔ زیارت کے بعد ایک دو روز رہ کر
چلے آؤ"۔ ایک آدمی ساتھ کر دیا گیا۔ جس کا نام حسن بن جبران ہے۔
اس کو تاکید کی گئی کہ وہ میرے ساتھ ہر وقت رہے۔ سونے سے پہلے
سید ابوبکر صاحب اور دیگر حضرات سے ملاقات کر لی۔

۱۷ محرم یکشنبہ روانگی از تریم برائے عینات

صبح ۵ بجے حسن بن جبران کو ساتھ لیا۔ ہمارے گدھے پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ دو گھنٹے کے بعد بلد مشطہ کے قریب سے گزرا۔

عینات میں داخلہ ۱۷ محرم یکشنبہ

تریم سے کامل چار گھنٹے کی مسافت کے بعد عینات پہنچا۔ اس راستہ میں کھجور کے درخت کثرت سے پائے گئے۔ یہ راستہ کیا ہے ایک خشک دریا معلوم
ہوتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں اکثر سیل یعنے بارش ہو تو پانی کا
سیلاب آتا ہے۔ اور بہت بڑا پاٹ ہو جاتا ہے۔ تقریباً دو میل کا پاٹ
چلتا ہے۔ حسن بن جبران مجھے سید صاحب منصب کے مکان پر لے گیا۔
وہاں کے خادم نے اوپر لے جا کر بٹھایا۔ اندر سے ایک خادمہ نے آ کر
میرا حال دریافت کیا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ مکہ میں سید علی بن احمد

و سید شیخ بن احمد یعنے منصب اور ان کے چھوٹے بھائی سے ملاقات کر کے آیا ہوں تو ان کا حال پوچھا۔ میں نے کہا وہ بالکل خیریت سے ہیں۔ حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لئے مدینہ طیبہ گئے ہیں۔ اور مجھ سے کہا کہ "میں ایک ماہ میں آنے والا ہوں۔ آپ میرا انتظار کریں۔" میں نے کہا کہ "میرے پاس اس قدر وقت نہیں ہے۔ پھر بھی آپ سے تریم یا مکلا میں انشاء اللہ ملاقات ہو جائے گی۔" اس کے بعد قہوہ آیا۔ سید احمد بن عمر المحضار کے نام کا خط حسن جبران کے ہاتھ روانہ کیا تو وہ خود قریب (۱۰) بجے تشریف لائے۔ اور فرمایا "میں نے خیال کیا کہ حیدر آباد سے آل شیخ ابوبکر میں سے ہیں تو وہ ضرور صالح بن علوی رح کی اولاد میں ہوں گے۔ آپ کا یہاں مکان ہے۔ آپ کے یہاں کھجور کے درخت ہیں۔ یہی تو آپ کا اصلی وطن ہے۔" اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ "پہلے زیارت القدوم کرائیں تو بہتر ہوگا۔ گو اس وقت دھوپ تیز ہو گئی ہے۔ آپ کو تکلیف ہوگی۔" فرمایا "کوئی مضائقہ نہیں چلو!"

زیارت القدوم سیدنا الشیخ ابوبکر رح

سب سے پہلے ایک گنبد میں داخل ہوئے جو سیدنا شیخ ابوبکر بن سالم رح کا ہے۔ اس گنبد کے اندر آپ کے چار صاحبزادے (۱) الحامد، (۲) عمر المحضار، (۳) حسن و (۴) عبدالرحمن آسودہ ہیں۔ اور ام الشیخ رح بنت سلطان محمد بن محسن الکثیری زوجہ سیدنا شیخ بھی ہیں۔ جن کے بطن سے چار صاحبزادے پیدا ہوئے: (۱) احمد (۲) الحامد (۳) الحسین (۴) عمر المحضار۔ یہاں بیٹھ کر سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت کی۔ اور فاتحہ پڑھی۔ پہلے تو ایک قسم کا رعب طاری ہوا۔ بڑی عظمت و شان ہے۔ رقت طاری ہو گئی مگر کچھ دیر بعد طبیعت سنبھلی۔ اس

Hazrath Abu-bakar bin Salim Saheb e inat rh YAMAN

EDITED: ASRARSIDDIQUI1@GMAIL.COM

گنبد کے دروازہ سے متصل مگر باہر سالم بن الشیخ ابو بکرؒ کا مزار ہے۔
حضرت سیدنا شیخ ابو بکر بن سالمؒ کے گنبد پر سے کوئی پرند نہیں اُڑ سکتا۔
روایت مشہور ہے کہ ایک پرند گنبد پر سے اُڑ رہا تھا تو اسکے دو ٹکڑے
ہو کر گنبد کی دو جانب گر گئے۔ وہیں ان کی دو قبریں بنادی گئیں۔ اس
گنبد کے بائیں جانب باہر کی طرف ایک چوکھنڈی بنی ہوئی ہے جسمیں
سیدنا شیخ ابو بکر بن سالمؒ کے چھ صاحبزادے آرام فرما ہیں۔ ان میں معلوم
ہوا کہ سید علی ابن الشیخ ابو بکر بن سالم نے اپنے والد ماجد کے زمانہ حیات ہی
میں انتقال فرمایا تھا۔ اسی لئے سب سے پہلے یہاں ان ہی کی قبر تیار
ہوئی۔ ان کے علاوہ صالحؒ۔ شیخانؒ۔ جعفرؒ۔ عبد اللہ اکبرؒ۔ عبد اللہ اصغرؒ
بھی اسی چوکھنڈی میں ہیں۔ پائیں میں سیدھی طرف ایک اور بڑی
چوکھنڈی ہے۔ جس کے اوپر چھت بھی ہے۔ اس کے اندر سیدنا عقیل
بن سالمؒ اور اُن کی اولاد ہے۔ ان کے پائیں گنبد میں عمر بن الحامدؒ
سالم بن عمر بن الحامدؒ اور عیدروس بن سالم بن عمرؒ کے مزارات
ہیں۔ اس کے بائیں بازو کھلے میدان میں عبد اللہ بن علی الحداد بن
محسن بن الحسین بن الشیخ ابو بکرؒ کا مزار ہے۔ ان کے بائیں بازو اسی
صف میں ان کے صاحبزادے احمد بن عبد اللہ بن علی الحدادؒ کا مزار
ہے۔ الحداد ان ہی کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے پائینتی سیدھی
جانب سیدنا الحسین بن الشیخ ابو بکر بن سالمؒ کا گنبد ہے اگرچہ الحسینؒ
سیدنا شیخؒ کے صاحبزادوں میں سب سے بڑے صاحبزادہ نہ تھے مگر
سیدنا شیخؒ نے آپ ہی کو اپنا جانشین قرار دیا۔ اور آپ سے وہ
غیر معمولی کرامات صادر ہوئیں جن کی تمام عالم میں شہرت ہو گئی۔

یافعی، قعیطی، کثیری، عولقی وغیرہ جیسے بڑے بڑے قبیلے آپ کے معتقد ہو گئے۔ اس گنبد میں حضرت کے نو صاحبزادے بھی ہیں۔ محسن، حسن، شیخان، حمزہ، شیخ، ابو بکر، عبد الرحمن، سالم، عمر۔ اس گنبد کے باہر بائیں میں صالح بن حسین و عیدروس بن حسین ہیں۔ سیدنا شیخ کی گنبد کے باہر ابو بکر بن حسین۔ بائیں طرف شرقی مور سکے نیچے ہیں اور احمد بن الحسین تو خود ایک علیحدہ گنبد میں ہیں۔ یہ سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ اور اپنے والد بزرگوار کے جانشین بھی آپ ہی ہیں۔ اس گنبد کے سرہانے سیدھی طرف ایک اور گنبد ہے جس میں احمد بن حسین، علی بن سالم بن احمد اور احمد بن علی بن سالم کے مزارات ہیں۔ اس کے داہنی جانب ایک اور گنبد میں علی بن احمد بن سالم کا مزار ہے۔ اس کے اندر ان کے صاحبزادے احمد بن علی بھی ہیں۔ اس کے بالائی حصہ میں ایک اور گنبد ہے جس میں سالم بن احمد بن الحسین اور ان کی آل اولاد ہیں۔ اس کے بائیں یا زیریں حصہ میں ایک اور گنبد ہے جس میں موجودہ منصب کے والد یعنے احمد بن سالم بن احمد کا مزار ہے۔ ان سب کی زیارتیں کیں۔ دھوپ کا وقت ہے زیادہ دیر ٹھیر نہ سکا۔ واپس گھر آ گیا۔ دوپہر کا کھانا کھا کر کچھ دیر لیٹا گرمی بہت تھی۔ عصر تک اسی طرح گذار کر یہاں سے دوبارہ زیارت کے لئے گیا۔ سیدنا شیخ ابو بکر بن سالم کی گنبد میں میرے ساتھ اور دو چار صاحب داخل ہوئے۔ جن میں ایک تو مسجد کے پیش امام ہیں۔ جو ہمارے گھر میں (یعنے میرے دادا صالح بن علوی بن عیدروس کے گھر میں) قیام کئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے تمام مزارات کا پتہ دیا۔

صالح بن علوی بن عیدروس جو میرے پڑدادا ہوتے ہیں شہر عینات (حضرموت) سے سب سے پہلے آپ ہی نے حیدرآباد دکن میں قدم رنجہ فرمایا تھا۔ ہم لوگ آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے والد یعنے علوی بن عیدروس کا مزار بھی معلوم کرکے وہاں فاتحہ پڑھی۔ دوسرا مزار عیدروس بن عبداللہؒ کی صاحبزادی طلحہؒ کا دیکھا جو علوی بن عیدروسؒ کی بہن اور صالح بن علویؒ کی پھوپی ہوتی ہیں۔ ان سب کی زیارتوں کے بعد سیدنا شیخؒ کی گنبد میں سورہ یٰسین پڑھ کر فاتحہ دے رہا ہوں کہ سید حسن بن اسمٰعیل الحامد تشریف لائے۔ ان کے پاس ان کے نام کا رقعہ سید ابوبکر الکاف کا لکھا ہوا روانہ کیا تھا۔ بعد ملاقات پھر یٰسین شریف پڑھ کر فاتحہ دی۔ اس کے بعد تمام مزاروں پر فاتحہ پڑھی۔ سیدنا الحسین بن الشیخ ابوبکرؒ کی مزار پر بھی یٰسین شریف پڑھکر فاتحہ دی۔ پھر سید حسن بن اسمٰعیل الحامد اپنے ساتھ مجھے گھر لے گئے۔ وہاں ایک رباط للطلباء کی تیار ہو رہی ہے اس کو دکھایا۔ اس رباط سے لگی ہوئی مسجد ہے اور وہیں سید صاحب کا مکان بھی ہے۔ کچھ لڑکے حدیث پڑھ رہے ہیں۔ چھوٹے بھی ہیں، بڑے بھی ہیں۔ یہاں بیٹھ کر اپنے خاندان کا شجرہ دیکھا۔ اس میں صالح بن علویؒ کے تمام لڑکوں کے نام اور عبداللہ بن صالح بن علوی کے صرف دو صاحبزادوں کے نام تھے یعنے صالح بن عبداللہ اور علی بن عبداللہ یہ دونوں میرے چچا ہیں۔ میں نے کہا کل صبح حاضر ہوکر بقیہ اسماء لکھا دوں گا۔ مغرب کی نماز پڑھکر یہاں سے منصب کے گھر آگیا۔ رات کا کھانا کھاکر سونا چاہا مگر سخت گرمی کی وجہ سے نیند نہ آئی۔ اصل میں یہ مقام خود گرم ہے۔ کل تو

ابر چھایا ہوا تھا۔ ہوا نام کو نہ تھی۔ اس لئے حبس ہونے کی وجہ سے
گرمی اور بڑھ گئی تھی۔

رات بھر گرمی کی وجہ سے اچھی طرح نیند نہ آئی۔

۱۸ محرم دوشنبہ

صبح قہوہ روٹی کا ناشتہ ہوا۔ سید احمد بن عمر المحضار
تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ سیدنا الحسینؒ کے حضرہ میں فاتحہ پڑھ کر
میرے پاس آئیے۔ میں نے کہا "بہت اچھا"۔ حضرہ میں شریک رہا۔
یہاں سیدنا الحسین بن الشیخ کا قدیم مکان ہے۔ اس میں ہر دوشنبہ
کی صبح حضرہ ہوتا ہے۔ ذکر کے بعد قصائد پڑھے جاتے ہیں۔ قہوہ تیار
ہوتا ہے۔ آج خوش نصیبی سے میں بھی اس میں شریک رہا۔ اور بعد
ختم حضرہ مکان کے اندر اوپر کے حصہ میں سب گئے۔ یہاں
سیدنا الحسینؒ کا پلنگ محفوظ ہے۔ اس مقام کی زیارت کی۔ اور
میری طرف سے سبھوں نے دعا کی۔ پھر سید احمد بن المحضار کے مکان پر
گیا۔ وہ نہ تھے مگر ان کے صاحبزادے سید شیخ بن احمد نے فوراً دروازہ
کھولا۔ اور مجھے اوپر کے حصہ میں بٹھایا۔ تھوڑی دیر میں سید احمد بھی
تشریف لائے۔ بہت خوش ہوئے۔ تربوز کاٹ کر لائے۔ میرا گرمی
سے برا حال تھا۔ اس وقت اس تربوز نے دوا کا کام کیا۔ اس کے
بعد کھانا آیا۔ کھا پی کر ایک دو گھنٹے لیٹا۔

ہمارا مکان

پھر یہاں سے عبداللہ بن محسن کے ساتھ ہمارے مکان
کو گیا۔ ایک بڑا مکان ہے جس کے دو دروازے ہیں۔
اور تین حصے ہیں۔ دو منزلہ ہے۔ آبادی سے دور پہاڑوں سے ہٹ کر
واقع ہے۔ مگر مسجد النور یعنے الحسین بن الشیخ ابوبکرؒ کی مسجد سے قریب

اور سیدنا الشیخ ابوبکرؒ کے گنبد کے محاذی ہے۔ اس وقت اس میں خدام الحسین، مبارک وعوض نامی دو حضرات مقیم ہیں۔ ان کے بچوں نے چائے بنائی۔ اور یہ سب بہت خوش ہو گئے۔ اور یہی کہتے تھے کہ "یہ آپ کے دادا صاحبؒ کا مکان ہے۔ آپ کا آنا مبارک ہو۔ اور کہا کہ "یہ مکان اب بوسیدہ ہو گیا ہے۔ اس کی تعمیر ہونی چاہیئے"۔ میں نے کہا "یہ کام ہمارے وکیل کا ہے۔ اس وقت انہی کے تصرف میں ہے"۔

مکان میں کندہ عبارت اس کے حجرہ کے ایک ستون پر یہ عبارت کندہ ہے:۔

"بسم اللہ۔ یا حافظ۔ یا حفیظ۔ یا کافی۔ یا محیط
نَصْرٌ مِّنَ اللہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ۔ عمارت الحبیب
عیدروس بن عبد اللہ"۔

ایک دوسرے ستون پر بھی کچھ عبارت کندہ ہے مگر اب وہ مٹتی جا رہی ہے۔ صاف پڑھا نہیں جا رہا ہے۔ فاتحہ پڑھ کر یہاں سے سیدنا الحسینؒ کی مسجد میں گیا۔ یہاں اذان دی اور عصر کی نماز پڑھی۔ پھر سیدنا الشیخ ابوبکرؒ کی زیارت کر کے سیدنا الشیخ کی مسجد کو گیا جو وسط آبادی میں واقع ہے۔ یہاں مغرب کی نماز پڑھی۔ سیدنا الشیخؒ کے زمانہ کی مسجد کا اصل حصہ مکان کی شکل کا ہے۔ اور چاروں طرف دیواروں سے گھرا ہوا ہے مگر ہر طرف دروازے ہیں۔ اس کے اندر لکڑی کا ایک ستون ہے۔ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ستون سیدنا الشیخؒ کے مکان میں تھا اور سیدنا الشیخ اس سے سہارا لیا کرتے تھے۔ حضرت شیخؒ نے ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا تھا " ناظری وناظر ناظری فی الجنۃ"۔ (یعنی جس نے

مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا وہ جنتی ہے) قدیم مسجد کی سیدھی جانب مسجد کی توسیع کی گئی ہے۔ جس سے مسجد بہت کشادہ ہو گئی ہے۔ اب نماز اسی نئے حصہ میں ہوا کرتی ہے۔ یہاں سید صالح بن عیدروس الحامد سے ملاقات ہوئی۔ یہ صاحب اکثر ہندوستان کو تجارت کی غرض سے آیا کرتے ہیں۔ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ اور اکثر اردو میں گفتگو کی۔ اور کل دوپہر کی دعوت بھی دی۔ یہاں سے روانہ ہو کر منصب کے گھر آ گیا عشاء کی نماز پڑھی۔ یہاں سے چوتھی منزل پر بلایا گیا۔ جہاں کچھ دیر بیٹھا۔ پھر کھانا کھا کر اپنی جگہ یعنی تیسری منزل میں آ گیا۔ گو اسوقت منصب یہاں نہیں ہیں۔ مگر ان کے صاحبزادہ احمد بن علی بن احمد کم سن ہیں۔ ان کے خدمت گاروں نے بہت آرام پہنچایا۔

۱۹ محرم سہ شنبہ رات میں خنکی رہی۔ نیند اچھی آئی۔ صبح ناشتہ کے بعد سید عبداللہ بن محسن کے ساتھ احمد بن صالح باحنّان کے پاس گیا۔ جن کے پاس اولاد سیدنا الشیخ ابو بکرؒ کا مکمل شجرہ ہے۔ اپنے اور بقیہ خاندان کے نام لکھوا دیے۔ اور ان سے اس کی نقل کی درخواست کی تو دینے کا وعدہ کیا۔ ان کے پاس سے اٹھکر شیخ عبدالرحمٰن بن احمد باوزیر کے پاس گیا۔ ان سے کہا تھا کہ سیدنا شیخ کا کلام مثلاً مناقب۔ اوراد۔ قصائد وغیرہ نقل کر دیں۔ اب دیکھا تو کچھ کام ہوا ہے۔ مگر ابھی نصف سے زیادہ باقی ہے۔ میں نے کہا اس کی طرف توجہ فرما کر جلد ختم کر دیں تو بڑی عنایت ہو گی۔ ان کے جد اعلیٰ شیخ عبدالرحمٰن بن احمد باوزیرؒ سیدنا شیخؒ کے خاص مرید تھے۔ اور سیدنا شیخؒ بھی ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ ان کے جدؒ اور سیدنا شیخؒ کے درمیان

جو خط دکتابت ہوئی ہے وہ ان کے پاس محفوظ ہے۔ اور سیدنا شیخ رح
کا تمام کلام و اوراد وغیرہ بھی انہی کے پاس ہیں۔ مناقب کے کچھ حصّہ
کی نقل تو انھوں نے کر دی ہے جس میں آپ کے کرامات بتائے گئے ہیں۔
مناقب کبریٰ کا حجم تقریباً پانچ پانچ سو بڑی تختی کے صفحات کی دو
جلدوں میں ہے۔ اور بہت سی قدیم چیزیں ان کے پاس رکھی ہوی ہیں۔
یہاں سے رخصت ہو کر سید صالح بن عیدروس الحامد کے مکان پر گیا۔
وہ خود تو نہیں تھے۔ مگر ان کے بھائی عبداللہ بن عیدروس فوراً مجھے
اوپر لے گئے۔ صالح بن عیدروس کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ سید حسن
بن عبداللہ الکاف جو تریم کے سادات الکاف میں سب سے بڑے
تھے۔ جن سے میں ۱۵ محرم کو تریم میں ان کے گھر جا کر جب کہ وہ بیمار تھے
ملا تھا۔ ان کے انتقال کی وجہ سے تریم گئے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا خیر!
ان کے آنے کے بعد پھر آؤں گا۔ مگر ان کے بھائی صاحب نے بہت
مجبور کیا۔ اور کہا کہ اس کے علاوہ ان کو وہاں کچھ اور کام بھی ہے۔
اس لئے جمعہ تک وہ وہیں رہیں گے۔ ان کے پاس چاء پی، پھر کھانا
کھایا۔ ظہر کی اذان کے بعد یہاں سے اٹھ کر سیدنا شیخ رح کے قدیم
مکان پر گیا۔ جہاں سیدنا شیخ رح کے زمانہ کا ایک قدیم پلنگ اب تک
رکھا ہوا ہے۔ یہاں ظہر کی نماز پڑھی۔ اور فاتحہ گزران کر یہاں سے
شیخ عبدالرحمٰن کے مکان پر گیا۔ ان کے پاس دو گھنٹے سویا۔ پھر انہوں
نے چاء بنائی۔ اور کھجور کھلائے۔ اور دف بجا کر دو قصیدے سنائے۔
طبیعت بہت خوش ہوی۔ سیدنا شیخ رح کی مسجد کے بالکل قریب ان کا
مکان ہے۔ اور یہی یہاں کے پیش امام ہیں۔

سید عبد القادر بن سالم منصب الحامد

اس کے بعد عصر کی نماز پڑھ کر الحامد بن الشیخ ابو بکرؒ کے منصب سید عبد القادر بن سالم بن محسن کے پاس گیا۔ یہاں قہوہ پیا۔ انھوں نے سیدنا الشیخ کی کرامتوں کے بہت سے قصے سنائے۔ اور میری آمد کو بہت مبارک کہا۔ پھر میرے لئے دعا کی اور فرمایا کہ "ابھی آپ کچھ روز یہاں رہیں گے؟" میں نے کہا "رہتا ضرور۔ مگر رخصت میری ختم ہو رہی ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ دو تین روز رہ کر روانہ ہو جاؤں"۔ یہاں سے زیارت کے لئے سیدنا الشیخ اور سیدنا الحسین بن الشیخ کے گنبد کو گیا۔ مغرب تک یہیں بیٹھا رہا۔ مسجد میں مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر اپنی جگہ منصب کے مکان آگیا۔ آج بھی ہوا اچھی چل رہی ہے۔

۲۰ محرم چہارشنبہ کھجوروں کے درختوں کی تفصیل

رات پھر خنکی رہی۔ صبح ناشتہ کے بعد مزروع بن سویم بن سعدان کو جو منصب کے خادموں میں سے ہیں، ہمراہ لے کر اپنے دادا صالح بن علویؒ کی جائداد اور باغات کو دیکھنے نکلا۔ اور خیال تھا کہ ویسا ہی سیدنا محمد خالع قسم بن علویؒ کی بھی زیارت کروں گا جو بلد قسم میں واقع ہے۔ بلد عینات کے شمال میں جو بیل وادی اور راستہ ہے اس میں سے ایک نالہ گیا ہے جس کا نام خفرہ ہے۔ اس نالہ کے کنٹے پر تھوڑی دور کے فاصلہ سے صالح بن علوی کے درخت ہیں۔ سب سے پہلا مقام بالرباط ہے۔ جہاں (۱۳) درخت ہیں۔ دوسرا مقام بیر الشیخ بن زید ہے۔ یہاں (۷) درخت ہیں۔ تیسرے

میرہادی پر (۶) ہیں۔ چوتھے ڈبانیہ پر (۵) ہیں۔ پانچویں بیر جمال میں (۱۱) ہیں۔ ذرا آگے اسی نالہ پر فرد مریعی پر ایک درخت رہ گیا ہے۔ اسی کے مقابل نالہ کی دوسری طرف ایک درخت ہے جو فرد مدیتی کہلاتا ہے۔ فرد مدیتی سے ذرا اوپرے اسی رخ پر (۳) اور درخت ہیں۔ اس مقام سے شمال کی طرف بیر قطیانہ ہے جہاں (۲۰) درخت ہیں۔ یہاں سے بالکل قریب بیر عمر بن احمد ہے جہاں (۳۰) درخت ہیں۔ ایک دوسرے سے بالکل قریب ہیں۔ ابھی (۳) درخت اور باقی ہیں۔ یہ پانی کے بہاؤ کی جگہ ہے۔ جو مشنہدی کے ہے۔ یہاں سے قریب (۴) میل کے فاصلہ پر بیر با محفوظ ہے جو بلد قسم کے مشرق میں واقع ہے۔ یہاں (۶) درخت ہیں۔ اس حساب سے یہ کل درخت ایک سو کے قریب ہوئے۔ ان میں پرانے زیادہ ہیں۔ سیل آنے کی وجہ سے پرانے درخت اکھڑ جاتے ہیں۔ یوں تو وہ ایک ہزار سے کم نہ تھے۔ کسمپرسی کی حالت میں انکی نگہداشت برابر نہ ہو سکی جس کی وجہ سے اکثر درخت ضائع ہو گئے۔ جہاں (۲۰) اور (۳۰) کے باغ تھے، وہاں ایک ایک دو، دو رہ گئے ہیں۔ یہ ہمارے وکیل صاحب کی بے پروائی کا نتیجہ ہے۔ اس کے بعد بلد قسم میں داخل ہو کر سیدنا علی خالع قسم بن علوی کی زیارت کر لی۔ ظہر سے پہلے عینات واپس آگیا۔ کھانا کھا کر تھوڑی دیر سو گیا۔ پھر عصر کے بعد عبداللہ بن محسن کے پاس گیا۔ یہ لوگ غریب ہیں۔ مگر میرے آنے کی ان کو بہت خوشی تھی۔ جب میں ملا تو نہایت مسرور ہوئے۔ بڑی خاطر کی۔ قہوہ پلایا۔ کھجور کھلائے، اور کچھ میٹھا بھی اصرار سے کھلایا۔ دو گھنٹے تک یہیں بیٹھا رہا۔ یہ مکان دراصل سید علی بن سالم موجودہ منصب کے چچا کا ہے۔

سید عبداللہ ان کے داماد ہیں۔ سید علی بن سالم کو میں نے دوعن میں باحرّۃ کے پاس دیکھا تھا۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ میں عینات جا رہا ہوں تو ایک خط اور (۲۰) ریال میرے حوالے کئے تاکہ میں اُن کے فرزند محسن بن علی کو دیدوں۔ اس خدمت کو بخوشی میں نے قبول کر لیا تھا۔ وہ لوگ مجھ سے بڑے اخلاص سے پیش آئے۔ ان کی حالت قابل رحم ہے۔ سید علی کے گھر دو جوان لڑکیاں ہیں۔ جن کے ظالم شوہروں نے سخت اذیتیں دے دیکر آخر میں انھیں طلاق دیدی ہے اور وہ اب گھر بیٹھی ہوئی ہیں یہاں مہر بہت کم باندھا جاتا ہے جس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ اور نکاح کے ساتھ ہی عورت کا مہر اس کو نقد دیدیا جاتا ہے۔

ذرا ذرا سی بات پر شوہر نے صرف منھ سے طلاق کہا اور عورت نکاح سے خارج ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ مرد طلاق دینے میں بڑے جری ہوتے ہیں۔ شریف عورتوں کی گذر جب کہ ماں باپ غریب ہوں، بڑی مشکل سے ہوتی ہے۔ ان کی مصیبت ناقابل بیان ہے۔ عینات بھر میں میرے قریب ترین رشتہ دار سید عبداللہ ہیں۔ کیونکہ محسن بن سالم بن احمد کی اولاد میں میں اور وہ ہم دونوں ہیں۔ انھوں نے کل دوپہر کی دعوت بھی دی ہے۔ ان کے پاس سے مغرب کی نماز پڑھکر اٹھا۔ پھر زیارت کرنے کے لئے سیدنا الشیخؒ کے مزار پر گیا۔ بعد زیارت گھر آگیا۔ آج بھی ہوا اچھی چل رہی ہے۔ کچھ خفیف سی ترشح بھی ہوئی۔ جس کے باعث خاصی سردی رہی۔ نیند بھی اچھی آئی۔

۲۱ محرم پنجشنبہ شجرہ کی نقل | بعد نماز صبح سیدنا الشیخؒ اور سیدنا الحسینؒ کی زیارت کی۔ احمد بن صالح باحنان نے

سیدنا شیخؒ کے صرف دو صاحبزادوں کا (یعنے الحسین اور الحامد) کا مکمل شجرہ تیار کر کے لا دیا۔ منصب کے مکان کو لگی ہوئی مسجد میں آج حضرۃ تھا۔ اس میں شریک رہا۔ یہاں کا رواج ہے کہ حضرۃ کے بعد حدیث و فقہ کا درس بھی ہوتا ہے۔ یہاں سے پھر سید عبد اللہ بن محسن کے مکان پر گیا۔ دوپہر کا کھانا یہیں کھایا۔ مغرب کی نماز سیدنا شیخؒ کی مسجد میں پڑھی۔ بعد نماز مغرب یہاں مولود شریف بھی ہوا۔ تمام سادات عینات اور دیگر باشندگان عینات اس میں شریک ہیں۔ بعد مولود شریف سید حسن بن اسمٰعیل نے ½ آدھا گھنٹہ تقریر کی۔ اس کے بعد عشاء کی اذاں کے لئے مجھ سے کہا گیا۔ میں نے اذاں دی تو لوگ سب خوش ہوئے۔ رات کا کھانا بھی عبد اللہ بن محسن کے مکان پر کھایا۔ بڑی خاطر کی۔

۲۲ محرم جمعہ | رات میں خنکی رہی۔ مگر گذشتہ رات کی طرح ہوا نہ تھی صبح نماز کے بعد سب زیارت کے لئے نکلتے ہیں چنانچہ میں نے بھی سب کے ساتھ زیارت کی۔ سید محمد بن محضار بن عبد اللہ نے جو منصب کے خسر ہیں، محسن بن علوی بن عبد اللہؒ اور حسن بن ابوبکر بن عبد اللہؒ کے اجداد کی زیارت کروائی۔ ان سب کے اجداد عبد اللہ بن عمر بن عیدروس صاحب مشطہؒ بن عمر بن ابوبکر بن عیدروس بن الحسین بن الشیخ ابوبکر بن سالمؒ ہیں۔ ان سب کی زیارت کی۔ پھوپھا محسن بن علویؒ کے بھائی عیدروس بن علویؒ کی بھی زیارت کی۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔ عمر، حسن، حسین بن عیدروسؒ۔ سید محمد بن محضار کے بیٹے عبد اللہ بن محمد ہیں۔ محمد بن محضار کے بھائی

صالح بن محضار تھے۔ ان کی اولاد ابوبکر و عمر بن صالح ہیں۔ سید محمد بن محضار نے بہت اصرار کیا کہ آج کی شب مشطہ میں قیام کروں تو بہتر ہے۔ دوپہر کا کھانا متصب کے گھر ہی میں سید محمد بن محضار کے ساتھ کھایا۔ ان کے اصرار پر مشطہ میں ٹھہرنے کے لئے راضی ہو گیا، تو وہ بہت خوش ہو گئے۔ یہاں سے سیدنا شیخؒ کی مسجد دور ہے۔ میرے پاس دوعن سے جوتا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دوعن میں گم ہو گیا تھا۔ اور میں نے وہاں دیکھا سید مصطفےٰ بن احمد المحضار جیسے بزرگ برہنہ پا چل پھر رہے ہیں، تو پھر میں نے جوتا نہیں خریدا۔ ننگے پیر ہوں۔ پتھروں پر، ریتی میں، کانٹی بھرائی میں سب جگہ چلنا ہو رہا ہے۔ مگر آج تو خدا یاد آ گیا۔ دھوپ زوروں پر ہے۔ باریک چھنی ہوی مٹی تنور کا کام دے رہی ہے۔ بھاگتا ہوں تو کیا جلن میں کوئی کمی ہوتی ہے؟ نہیں نہیں! جوں جوں آگے بڑھتا ہوں جلن میں اور اضافہ ہوتا ہے مسجد پہنچنے تک معلوم ہوتا تھا کہ پیر جھلس گئے ہیں، دھوپ میں پہاڑوں پر چلا، ریت میں چلا، مگر یہ باریک چھنی ہوی مٹی کا مزا تو کبھی بھولا نہ جائے گا۔ ہر وقت زبان پر یہی دعا تھی کہ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ یہ باریک مٹی ایک نالہ میں تھی جو بمشکل (۸۔۱۰) قدم کے فاصلہ کا ہوگا۔ اگر یہ فاصلہ اور زیادہ ہوتا تو میں بے ہوش ہو کر گر جاتا۔ اذان ہونے کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد خطبہ شروع ہوا۔ شیخ عبدالرحمن نے خطبہ پڑھا۔ پھر نماز پڑھائی۔ نمازِ جمعہ کے بعد سے عصر کی نماز تک مناقب سیدنا شیخ ابوبکرؒ پڑھا جاتا ہے۔ بعد نماز عصر حضرۃ شروع ہوا۔ ایک گھنٹہ کے بعد ختم ہوا۔ جمعہ کی نماز کے بعد سید محمد بن سالم بن محمد الحامد اپنے

اپنے گھر لے گئے اور قہوہ پلایا۔ پھر خط لکھنے کے لئے بڑی تاکید کی۔
اور میرا پتہ بھی لکھوا لیا۔ ان کے مکان کے پاس ہی سیدنا شیخ ابوبکر بن
سالمؒ کا قدیم مکان ہے۔ اس کی بھی دوبارہ زیارت کرلی۔ حضرۃ
کے بعد سید عبدالقادر بن سالم بن محسن منصب الحامد سے دعا کرنے
کے لئے درخواست کی، انھوں نے بہت دعا دی۔ اور خواہش کی
کہ میں ابھی کچھ اور دن یہاں رہوں۔ یہاں سے رخصت ہوکر شیخ
عبدالرحمٰن کے پاس گیا۔ انھوں نے میرے لئے مناقب مفتاح الاسرار
اور چند قصائد لکھ رکھے تھے۔ وہ ان سے لے کر سید احمد بن عمر المحضار
سے جو نائب منصب ہیں رخصت لی۔ یہاں جو بھی ملتے ہیں بڑی
محبت سے ملتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ یہ تمہارے دادا کی جگہ ہے
تمہارے دادا یہاں سے جانے کے بعد سے ان کی چار پشتوں کے
بعد صرف تم اب آئے ہو۔ کچھ روز اور رہو۔

عینات سے روانگی | پھر بھی خدا کا شکر ہے کہ قریب ایک ہفتہ
یہاں رہا۔ اس سفر میں اتنے دن کہیں
نہیں رہا۔ آخر زیارت و وداع حاصل کر کے قریب (۵) بجے
عینات سے روانہ ہوا۔ سید عبداللہ بن محسن بہت دور تک
ساتھ آئے۔ پھر میرے اصرار پر وہ رک گئے۔ اور میں سوار
ہو کر روانہ ہوا تو انھوں نے اذان دی۔

ع۵ وہاں پر جب کسی مسافر کو جاتے وقت رخصت کرتے ہیں تو
اذان بھی دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ دوبارہ پھر وہ مسافر واپس آئے۔

یہ صاحب تو سب سے زیادہ محبت کے نکلے۔ اور بڑے نیک ہیں۔ راستہ میں چچا سید محمد بن محضار ملے۔ اور فرمایا کہ چلو اب مشطہ میں قیام کر لو۔ ان کے ساتھ مغرب کے بعد مشطہ پہنچا۔

اتفاق کی بات ہے کہ اسی روز مشطہ میں چچا سید محمد محضار کے ایک رشتہ دار کے پاس شادی تھی۔ وہ مجھے بھی اس شادی میں اپنے ساتھ لے گئے۔ نکاح ہو چکا تھا۔ مجھے یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ دلہن کا یہ تیسرا نکاح ہے، دولہے کی بھی یہ دوسری بیوی ہے۔ جب میں نے چچا محمد بن محضار سے کہا کہ ایسا تو نہ ہونا چاہیئے۔ ایک طرف بیویاں کو طلاق دیتے ہیں مرد جری ہیں تو دوسری طرف ایک سے زائد نکاح کرنے میں بھی بڑے جری ہیں۔ تو کہنے لگے یہاں ایسا ہوا کرتا ہے اور کوئی اس کو برا بھی نہیں سمجھتا۔ پھر چچا کے ساتھ ان کے گھر آتے ہوئے جامع مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی۔ یہاں سے سید سالم بن حفیظ بن عیدروس بن الحسین بن الشیخ ابوبکر بن سالمؒ سے ملاقات کی۔ اس وقت مشطہ میں یہی سب سے بڑے بزرگ اور عالم تھے۔ میرا جب تعارف کرایا گیا تو بہت خوش ہوئے۔ اور بڑی دعائیں دیں۔ یہاں سے چچا سید محمد بن محضار کے گھر آیا دوسری منزل پر فرش کیا گیا۔ کھانا کھانے کے بعد ان کے پاس بھی شجرہ تھا۔ اس میں بھی اپنے خاندان کے نام لکھوا دیئے گئے۔

چچا سید محمد بن محضار بن الحسین بن الشیخ ابو بکر بن سالم رح سے کہا کہ آج کی شادی میں یہ جو مجھے معلوم ہوا کہ یہاں طلاق دینے میں مرد بڑے جری ہوتے ہیں اور ایک سے زائد نکاح کرنا بھی یہاں عام ہے۔ چاہے انصاف قایم رہے کہ نہ رہے۔ یہ سُن کر چچا صاحب نے فرمایا "جب خدا اور اس کے رسولؐ کی اجازت ہے تو پھر کون امر مانع ہے۔ رہا طلاق دینا یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک دوسرے کی مرضی پر نہ چلے اور ایک دوسرے کا ساتھ نہ دے سکے تو ایسی صورت میں طلاق دینا ہی اولیٰ ہے"۔ میں نے چچا صاحب سے عرض کیا کہ ان ہردو مسئلوں کے متعلق قرآن اور حدیث کی روشنی میں غور کیا جاتا مناسب ہے۔

تعدّدِ ازدواج

پہلے میں تعدّدِ ازدواج کے مسئلہ کی وضاحت کرتا ہوں۔ اسلام سے پہلے لاتعداد عورتوں سے ایک مرد نکاح کیا کرتا تھا۔ حضرت سلیمانؑ نے سات سو (۷۰۰) سے اور حضرت یعقوبؑ نے نو دپر نو (۹۹) بیویوں سے نکاح کیا تھا۔ عام طور پر کثرتِ ازدواج سے عورتوں کی مظلومی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ ان کے حقوق برباد، ان کے جذبات کی تسکین نہیں ہوتی۔ زندگی کے حقیقی لطف سے محروم اور ان میں کینہ، حسد، بغض، تنفّر، خوشامد وغیرہ کی اخلاقی خرابیاں پیدا ہو جانا ضروری ہے۔ دوسری طرف کثرت ازدواج سے مردوں پر کیا اثر پڑتا ہے؟ قوت و طاقت کو نقصان عیش پرستی و ہوس رانی کے باعث

سُستی، کمزوری اور بُزدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ چوں کہ عورت کو سکون حاصل نہیں ہوتا۔ جس کے لئے وہ پیدا کی گئی ہے۔ کوئی عورت اُس کی سچی ہمدرد نہیں ہوتا۔ اس لئے مرد عورت کی محبّت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس میں ظلم بے پروائی، جھوٹ، ریا وغیرہ کے اخلاقی عیوب پیدا ہو جاتے ہیں۔ اُسے عورت کی سچی محبت اور پُرخلوص ایثار، خدمت گزاری کا کوئی حصہ نصیب نہیں ہوتا۔ بلکہ سوتنوں کے باہمی بغض، حسد اور جھگڑے اس کے لطف زندگی کو پامال کر دیتے ہیں۔ اسلام کے پیشِ نظر یہ تمام عیوب تھے۔ پھر مرد جنگوں میں کام آنے کی وجہ سے ان کی تعداد گھٹ جاتی ہے۔ نیز عورت ہر ماہ حیض کے ایام مقررہ میں یا حمل تا ولادت و مولود کے باعث مرد کے استفادۂ جنسی کے ناقابل۔ اس کے علاوہ رضاعت کے زمانہ میں بھی قربت سے مولود متاثر ہوتا ہے۔ بعض ممالک کی آب و ہوا ایسی ہوتی ہے کہ مرد زیادہ زمانہ تک ضبط بھی نہیں کر سکتے۔ ان حالات کے تحت ایک سے زاید نکاح کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اسلام نے اس کی تعداد کو جو لا محدود تھی چار تک محدود کر دیا۔ پھر اس پر یہی شرط کے ساتھ کہ ان میں انصاف قایم رہے۔ اگر انصاف نہ کر سکتا ہو تو پھر ایک ہی پر اکتفا کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ عورت کا مہر اور نفقہ بھی ادا کرنا مرد پر واجب

اگر وہ مہر و نفقہ ادا کرنے کے قابل نہیں تو نکاح کے عوض اس کا علاج روزہ رکھنا بتایا گیا ہے۔ اس طرح اسلام نے فطرت کا لحاظ کرتے ہوئے اور انسانی مزاج کی حد بندی کے ساتھ جو احکام نافذ فرمائے ہیں، ان کی واجبیت پر سارے مذاہب عالم کے دانشمند متفق ہیں۔

مسلمانوں کو ہر کام میں اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ اپنے پیغمبرؐ کی پیروی کریں۔ ارشاد باری ہے:-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ (الاحزاب - ۲۱)

ترجمہ:- مسلمانو! تمہارے لئے یعنی ان لوگوں کے لئے جو اللہ اور روز آخرت (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں، پیروی کرنے کو رسول اللہؐ کا بہترین نمونہ موجود ہے۔

حضور اکرمؐ نے (۲۵) سال تک جو اصل جوانی کا زمانہ ہوتا ہے مجردہ کر گزارا۔ اس کے بعد شادی بھی کی تو ایک چالیس سالہ بیوہ عورت سے۔ پھر ان کی زندگی تک کسی دوسری بیوی سے نکاح نہیں کیا۔ تقریباً پچاس سال کی عمر تک اسی بیوہ بیوی کے ساتھ گزار دیا۔ ان کے وصال کے بعد بھی جو نکاح کیا وہ سوائے ایک بی بی عائشہ صدیقہؓ کے سب کی سب بیوہ اور معمر تھیں۔ یہ سارے نکاح یا تو اُن بیویوں کی پرورشی کی خاطر یا خاندانی عصبیت کو دُور کرنے کی غرض سے کئے گئے تھے۔ ان میں کوئی نہایت ذہین تو کوئی غبی، کوئی

بادشاہ زادی تو کوئی غریب گھرانے کی، کوئی پڑھی لکھی تو کوئی اَن پڑھ، کوئی تیز مزاج تو کوئی نرم مزاج تھیں۔ یہ گھر کیا تھا بوقتِ واحد مختلف طبائع کا مجموعہ۔ ان سب کو راضی رکھنا، ان سب کے حقوق برابر ادا کرنا اور ان میں سے کسی کو شکایت کا موقع نہ دینا آپ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ جس کی مثال دنیا بھر میں کہیں نہیں مل سکتی۔ بوقتِ واحد میں کُل نو بیبیاں تھیں ویسے حضورؐ نے کُل گیارہ بیویوں سے نکاح فرمایا۔ جن میں سے دو حضورؐ کی زندگی ہی میں انتقال کر گئیں۔ دنیا کو بتلا دیا کہ اگر اس طرح تم لوگ اپنی بیویوں میں انصاف قائم رکھ سکو، اور پھر ضرورت بھی سمجھو تو چار تک بھی کر سکتے ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کو دکھینے کے لئے اپنا عملی نمونہ بھی پیش فرما دیا جو حقیقت میں چار تو کیا دو کو بھی اس انصاف سے رکھنا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ۝ (النساء-۳) ترجمہ:- اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کر ان میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو ایسی صورت میں بس ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو یا جو لونڈی تمہارے قبضہ میں ہے اسی پر قناعت کرو، اور یہ سب سے آخری صورت ہے انصاف کی۔

خدا کے احکام اور رسول اکرمؐ کے اُسوہ حسنہ کو

پیش نظر رکھ کر آپ کی پیروی ہی میں نجات دارین ہے۔

طلاق | اب میں آپ سے مسئلہ طلاق کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

موسوی مذہب | موسوی مذہب میں عورت پر کچھ بھی ظلم ہو، مگر وہ مرد سے چھٹکارہ نہیں پا سکتی اور مرد جب چاہے اُسے طلاق دے سکتا ہے پھر مشکل یہ ہے کہ اس مطلقہ سے دوسرا کوئی مرد نکاح بھی نہیں کر سکتا۔

عیسوی مذہب | حضرت عیسیٰؑ کا قول ہے کہ "جو طلاق دیتا ہے وہ زنا کرانے کا مرتکب ہوتا ہے اور جو مطلقہ سے نکاح کرتا ہے وہ زنا کاری کرتا ہے" جب ایک دفعہ ان کے نکاح آسمان پر ہو جاتے ہیں تو پھر بندوں کو ان کے توڑنے کا اختیار کہاں رہا ہے" ان کے پاس طلاق ہی نہیں ہے۔

ہندو دھرم | ہندو دھرم میں بھی یہی ہے کہ میاں بیوی کا رشتہ جب ایک بار قایم ہو جائے تو پھر موت سے بھی یہ رشتہ نہیں ٹوٹ سکتا۔ طلاق اس دھرم میں سرے ہی نہیں۔ اگر مرد مر جائے تو عورت کو اس کے ساتھ زندہ جل کر ستی ہو جانا لازمی تھا۔

اسلام اور طلاق | اسلام دنیا میں پیغامِ امن و امان لے کر آیا۔ طبائع مختلف ہونے کی وجہ سے نااتفاقی

پیدا ہو جاتی ہے، تو اُس کا بھی کوئی علاج ہونا ضروری ہے یہ نہیں کہ موسوی مذہب کی طرح مرد جب چاہے عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔ پھر اُس مطلّقہ سے کوئی دوسرا شخص نکاح بھی نہیں کر سکتا۔ یا عیسوی مذہب کی طرح کہ مرد طلاق دے ہی نہیں سکتا۔ چاہے کتنی ہی نا اتفاقی کیوں نہ ہو۔ اسلام فطری مذہب ہے۔ وہ افراط تفریط دونوں سے محفوظ ہے اس کے چند قواعد بنا دیئے گئے۔ اگر مرد کو طلاق دینے کا حق ہے تو عورت کو بھی خُلع لینے کا حق ہے۔ مگر دونوں بھی چند شرائط کے پابند ہیں۔

طلاق مرد کی طرف سے دیجاتی ہے اور وہ تین قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) طلاق رجعی — ایک بار مرد عورت کو طلاق دے اور پھر اس کے بعد اگر وہ چاہے تو رجوع کر سکتا ہے یعنے عدت کے اندر اپنی بیوی سے تعلقات برقرار رکھ سکتا ہے۔

(۲) طلاق بائن — دو دفعہ مرد اگر عورت کو طلاق دے یا ایک دفعہ طلاق دینے کے بعد مسلسل چار ماہ دونوں میں باہمی تفریق رہے اس کے بعد دونوں پھر رشتۂ زوجیت برقرار رکھنا چاہیں تو دوبارہ نکاح کرنا پڑتا ہے۔ پہلا مہر قایم اس کے علاوہ یہ نیا مہر بھی قابلِ ادائی ہے۔

(۳) طلاق مغلّظہ — مرد اپنی بیوی کو تین دفعہ طلاق دیدے تو اسے طلاق مغلّظہ کہتے ہیں۔

اگر طلاق مغلّظہ کے بعد بھی میاں بیوی رشتۂ زوجیت

قائم رکھنا چاہیں تو یہ ضروری ہے کہ وہ عورت پہلے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے، اور خلوت صحیحہ کے بعد یہ دوسرا شوہر اسے طلاق دے۔ پھر اس کی عدت کے دن گزرنے کے بعد وہ عورت سابقہ شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

جتنے طلاق دے وہ طہور میں دے۔

خُلع خُلع عورت کی طرف سے ہوتا ہے، جب عورت مرد سے چھٹکارا چاہتی ہے اگر زر مہر لے چکی ہے تو واپس کرے گی ورنہ معاف کرے گی بلکہ اور کچھ زائد دے کر بھی خُلع حاصل کرے گی۔

اسلامی اصول ہے :-

(۱) لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ۔ نہ ضرر اٹھاؤ، اور نہ دوسروں کو ضرر پہنچاؤ۔

(۲) ظلم دُور کیا جائے گا۔

(۳) نکاح کے شرائط میں اگر عورت کی طرف سے کچھ شرائط لگائے جائیں تو ان کے ٹوٹنے سے بھی نکاح ٹوٹ جائے گا۔

طلاق اور خُلع کے احکام سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں نہیں ملیں گے، جس طرح مرض کا آخری علاج داغ ہوتا ہے اسی طرح جب نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو طلاق و خُلع سے کام لیا جاتا ہے۔

معمولی باتوں اور گھریلو روزمرہ جھگڑوں پر طلاق دیجاتی اور پھر رجوع بھی کر لیا جاتا تھا، چنانچہ حضرت محمود بن لبید رضؓ

سے روایت ہے کہ رسول مقبولؐ کو خبر پہنچی کہ کسی - ایک دم
تین۳ طلاقیں دیدیں - آپ غضب ناک ہوکر اٹھ کھڑے ہوئے
اور فرمایا :-

اَیُلْعَبُ کِتَابَ اللّٰہِ وَاَنَا بَیْنَ اَظْہُرِکُمْ - کیا خدا کی
کتاب سے کھیلتے ہو اور میں تم میں موجود ہوں -

اس بلا کو دور کرنے کے لئے یہ کہا گیا کہ وقت واحد میں ایک
طلاق رجعی دینا وہ بھی طہور کے زمانہ میں - ایک مہینہ کے بعد
بھی اگر وہ آپس میں نہ مان لیں تو دوسری طلاق دینا - اس کے
بعد اگر معاملہ سلجھ جائے تو دوسرا نکاح کرکے رجوع کر لینا - اس
کے بعد بہتر طریقہ سے دونوں کو بسر کرنا ضروری ہے ورنہ تیسری
طلاق ایسی دو کہ اس پر احسان کرو اور اسکو ستا کر مت چھوڑو -

مسئلہ حلالہ

تین طلاق دیدینے کے بعد پھر اس سے نکاح
کرنا چاہو تو یہ عورت پہلے کسی دوسرے سے نکاح
کرے - پھر اس سے خلوت صحیحہ ہونے کے بعد اگر یہ دوسرا شوہر
اس کو طلاق دیدے تب یہ عورت بعد ختم عدت اپنے سابقہ
شوہر سے راضی ہوکر نکاح کر سکتی ہے - ایسے قیود ہیں کہ لوگوں
کو طلاق دینے سے ڈرنا ضروری ہے -

پیغمبرؐ کے احادیث سننے کے بعد تو ہر مسلمان کو اس سے
کس قدر ڈرنا چاہیئے :-

۱- "جائز چیزوں میں خدا کے پاس مکروہ ترین چیز طلاق ہے"-

۲- جو عورت بلا معقول وجہ خاوند سے طلاق طلب کرے گی وہ

بہشت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گی۔

۳۔ روئے زمین پر بندہ آزاد کرنے سے زیادہ کوئی اور پسندیدہ چیز پیدا نہیں کی گئی۔

۴۔ روئے زمین پر "طلاق" سے زیادہ ناپسندیدہ چیز کوئی پیدا نہیں کی گئی۔

۵۔ نشہ کی حالت میں، غصہ میں، یا مذاق میں بھی اگر طلاق دے تو ہو جاتی ہے۔

۶۔ تین چیزیں ایسی ہیں جن کا سچ بھی سچ ہے اور مذاق بھی سچ ہے۔ (۱) نکاح — (۲) طلاق — (۳) غلام آزاد کرنا۔

جتنے احکام خداوندی آئے ان سب کو پہلے ہمارے پیغمبر نے خود اپنی ذات سے عمل کر کے دکھا دیا اور ہمارے لئے نمونہ چھوڑا۔ "طلاق" کا مسئلہ اس قدر اہم ہونے کے باوجود آپ نے اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کو بھی طلاق نہیں دی۔ [illegible] نمونہ ہمارے لئے سبق آموز ہے۔ [illegible] یہ چیز خدا کو ناپسندیدہ ہے۔ پھر آپ اس کا نمونہ کیسے [illegible] طلاق دینے کا اثر یہ ہونا چاہیے تھا کہ ہر [illegible] ہو جائے گا۔ اس کی طرف رخ نہ کرے۔ [illegible] ہر شخص [illegible] ہو گیا اور بات بات پر طلاق دینے لگا۔

اس واقعہ سے قدرتی طور پر میرا ذہن [illegible] لوگوں کی طرف منتقل ہوا جن کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں، جو باوجود ادعائے تعلیم اور شرافت خاندانی کے اس جنس لطیف

وجمیل کے لئے خونخوار درندے بنے ہوئے ہیں۔ جنھوں نے اپنے مظلوم بیوی بچوں کو مصیبت و ہلاکت میں چھوڑ دیا، اور خود عیش و عشرت میں مصروف اور ہوس رانی میں مشغول ہو گئے۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (الاعراف ۱۷۹) (یہ لوگ جانور ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں) کے مصداق ہیں۔ انھیں اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (النساء ۳۴) اور وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (البقرہ۔ ۲۲۸) تو معلوم ہے جسے وہ فخریہ بیان کرنے سے بھی نہیں شرماتے۔ حالانکہ یہ جسمانی فوقیت محض مصالح معیشت، ضروریات اقتصادی کی بنا پر ہے۔ کیا انھیں معلوم نہیں؟ جہاں اَلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ فرمایا۔ اس کے ساتھ یہ بھی تو ارشاد ہے! وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ۔ ۲۲۸) جس میں عورت کو خود بخود تمام حقوق معاشرت حاصل ہو جاتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ عورت اسلام میں تمام معاملات، لین دین، ترکہ، عبادات اور دیگر امور میں مرد کے مساوی حقوق رکھتی ہے۔ ارشاد باری ہوتا ہے:۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (الروم۔ ۲۱) اس آیت سے صاف بتلایا جا رہا ہے کہ یہ کوئی غیر جنس تو نہیں ہے بلکہ تمہاری ہی ہم جنس ہے۔ اور اس کو ہم نے تمہارے لئے اس لئے پیدا کیا کہ تم ان کے

ذریعہ تسکین و راحت حاصل کرو۔ اور تم میں آپس میں محبت پیدا کی گئی اور ایک کو دوسرے کے لئے رحمت بنایا۔ اب تم کو کیسا رہنا چاہیئے اور تم ہو کیسے؟

پھر فرمایا:۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ (البقرہ - ۱۸۷) میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں۔ لباس عیبوں کو چھپانے پہنا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کا عیب کبھی ظاہر نہ کریں گے۔ مل جل کر رہیں گے۔ چولی دامن کا ساتھ ہے غیریت نام کو نہیں۔ ماں کا بیٹا بھائی، بہن کا بیٹا بھانجا، بھائی کا بیٹا بھتیجا۔ لیکن میاں کا بیٹا سو بیوی کا بیٹا، بیوی کا بیٹا سو میاں کا بیٹا۔ اتنی یگانگت کسی اور رشتہ میں نہیں پائی جاتی!

پھر ارشاد ہوتا ہے:۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (النسا - ۱۹) بیویوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آو۔ یہاں تک فرمادیا کہ اگر وہ کسی وجہ سے تم کو پسند نہ ہوں تو عجب نہیں کہ اگر ایک چیز تم کو اسکی پسند نہ ہو اور اللہ تعالےٰ تمہارے لئے اس میں بہت کچھ خیر رکھا ہو۔ اس آیت شریف کو پیش نظر رکھنے والا اپنی ناپسند بیوی سے بھی نباہنے کی کوشش کرے گا۔

پھر سرکار دو عالمؐ کا ارشاد بھی سنو!

عورت تیری پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اور وہ سب سے

بڑی پسلی سے جو سب سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے۔ اگر تو اس کو سیدھا کرنا بھی چاہے گا تو وہ ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر اسے یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو وہ اور ٹیڑھی ہو جائے گی۔ اس لئے چھوٹی موٹی باتوں پر درگزر کیا کرو۔ اور اچانک اگر کوئی بڑی بات ہو جائے تو اس کو بڑی احتیاط سے دفع کرنے کی حتی الامکان کوشش کرو۔ ان احکام پر عمل پیرا ہوں تو پھر اس دنیا میں جنت کا لطف آ سکتا ہے۔ ورنہ پھر یہی دنیا جہنم بن کر عذاب میں گرفتار کرا دیتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنْ عَذَابِ الدُّنیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَۃِ۔

یہ سن کر چچا سید محمد بن محضار نے فرمایا کہ آج تک ان مسئلوں سے متعلق اس طرح کبھی ہم نے کسی سے نہیں سنا۔ واقعی جب ہم کو نبی کریم صلعم کی پیروی کرنی ہے تو پہلی بیوی کی موجودگی میں بلا ضرورت دوسرا عقد کبھی نہیں کرنا چاہیے۔ جب غیر معمولی ضرورت محسوس ہو تو پھر انصاف کو برقرار رکھنا لازمی ہونا چاہیے۔ اور بیویوں میں انصاف قایم رکھنے والا تو ہزاروں میں ایک شاید نکلے۔ طلاق کے متعلق بھی تم نے بڑی اچھی بات کہی کہ بات بات پر "طلاق" ہرگز نہ دی جائے۔ جہاں تک ہو سکے نباہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جب خدا اور رسولؐ کو یہ چیز پسند نہیں تو ہمیں بھی اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

سید صاحب! اگر آپ کچھ دنوں ہمارے پاس یہاں رہیں تو اچھا تھا تاکہ ہمارے لوگوں کو یہ باتیں سمجھا کر ہم کو اس بلا سے نجات دلائے

ازدواجی زندگی کے متعلق میں نے جو اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اُن حالات اور واقعات پر مبنی ہیں، جن کا مشاہدہ میں نے حضرموت میں کیا تھا۔ ممکن ہے آج وہاں کے بھی حالات بدل گئے ہوں۔ اس لئے اب میں اِس ازدواجی زندگی کے متعلق ذرا تفصیلی طور پر بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ خصوصاً میرے پیرومرشدؒ کا وہ فرمانا یاد آ گیا کہ "اگلے زمانہ میں مرد ظالم تھے اور عورت مظلوم، مگر اب زمانہ پلٹ گیا ہے کہ مرد مظلوم اور عورت ظالم ہوتی جا رہی ہے۔" اور وہ اپنا بدلا لے رہی ہے۔ اس لئے اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ ورنہ تصویر کا ایک ہی رُخ پیشِ نظر رہے گا۔ کیونکہ دوسرے رُخ پر سے بھی نقاب اٹھانا ضروری ہے۔

عورت کے متعلق دنیا کے عقلاء کے خیالات

عورت کے متعلق قبل [illegible] دنیا کے بڑے بڑے عقلاء کے خیالات کیا تھے؟ ملاحظہ ہوں:-

"سقراط" کہتا ہے "عورت سے زیادہ فتنہ و فساد کی چیز دنیا میں کوئی نہیں۔ یہ ایک درخت ہے جو دیکھنے میں نہایت خوب صورت و خوشنما ہے۔ مگر جب کوئی اس کا پھل کھاتا ہے تو مر جاتا ہے۔"

"افلاطون" کہتا ہے "یہ اہرمن کا آلۂ کار اور شیطان کی چیلی ہے، بد ترین مخلوق ہے، اور ناقص العقل ہے۔"

قدیم داناؤں میں یہ بحث تھی کہ "کیا عورت میں عقل

وادراک بھی موجود ہے کہ نہیں"؟ گویا وہ انسان ہی نہیں بلکہ ایک خوب صورت حیوان ہے۔

"جوپیٹر" کے پجاری مردوں نے ایک دفعہ یہ آرزو کی کہ "کاش ہم سلسلۂ تناسل کے معاملہ میں عورت کی پابندی سے آزاد ہو جاتے"۔ گویا عورت کے وجود ہی سے بیزار تھے اپنے دیوتاؤں سے پوچھتے ہیں: "آخر اس روشن آفتاب کے نیچے عورتوں کی بلا کو ہم پر کیوں مسلط کر دیا گیا؟ آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈس لینے کا علاج اور منتر تو موجود ہے۔ مگر عورت کا "شر" لاعلاج ہے۔"

اب ذرا مذہبی پیشواؤں کے اقوال کیا ہیں وہ بھی سن لیجئے:

"یوحنا" دمشقی فرماتے ہیں: "عورت امن و سلامتی کی دشمن ہے"۔

"گوتم بدھ" کا ارشاد ہے: "عورت اور اس کے ساتھ رہنے والا نجات اُخروی سے محروم"۔

"منو" کہتے ہیں: "عورت ہی کے باعث خاندانوں میں تباہیاں آتی ہیں"۔

یورپ عیسائیت کا گھر رہا ہے۔ عیسائی پادریوں نے اپنے گھروں میں عورتوں کی حالت جانوروں سے بدتر کر رکھی تھی۔ جانوروں کو کام کے بعد آرام دیا جاتا مگر اس بدنصیب کو ذرہ ذرہ سے قصور پر بڑی سے بڑی سزائیں دی جاتیں۔ انھیں زندہ جلایا جاتا تھا۔ جادوگر کہہ کر ہزاروں کو قتل کیا گیا، سولی پر چڑھایا گیا۔ آگ میں تک جھونکا گیا۔

ان حالات سے مجبور ہو کر انسان خود اپنے لئے چند قوانین مرتب کرنے لگے۔ وہ ہوتے بھی تو موقتی ہوتے تھے۔ چند دنوں کے بعد وہ ناقابل عمل ہو جاتے۔

ہندوؤں کے پاس ایک عورت متعدد بھائیوں کی بیوی بھی بن جاتی تھی۔

مشرق کے نصاریٰ کی یہ حالت کہ نہ ماں کو ماں سمجھتے اور نہ بہن کو بہن۔ ایران میں بیوی اور بہن میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ بیٹی کے متعلق وہ کہتے کہ اپنی پیداوار سے ہم خود فائدہ اٹھانے کے زیادہ مستحق ہیں!

ہندوستان میں تو یہ ستی کا شکار ہو کر رہ گئی۔

عرب میں لڑکی پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دی جاتی۔ باپ کی بیوی بیٹے کی وراثت میں آتی تو اس کی بیوی بن جاتی۔

مسٹر ڈیڈوان کہتے ہیں: "عورت صرف جسمانی لذت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔"

روسیو کہتا ہے: "عورت صرف مرد کی مسرت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ مرد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ بھی عورت کے لئے باعث مسرت ہو۔"

ویننجر نے ایک کتاب عورت کے خلاف لکھ ڈالی، یہ دنیا سے اس لئے بیزار تھے کہ اس میں عورت جیسی ہستی مخلوق کی گئی ہے۔ اسی بیزاری کی بناء پر اس نے خودکشی کر لی۔

غرض کہ اس جنس کے بُرے گُن ساری دنیا نے گائے۔ مگر کسی نے بھی اس کی برائی، اس کے عیب اور اس کے مرض کو دفع کرنے کے لئے کوئی تدبیر کوئی علاج، کوئی نسخہ تجویز نہیں کیا۔ یہ دیوں کی توریت

عیسائیوں کی انجیل، اور ہندوؤں کی وید، کسی نے بھی اس کمزور مخلوق کی حمایت نہ کی۔ اور نہ دنیا کے ظلم و ستم سے اس کو نجات دلائی۔ اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے عورت کی حمایت کی۔ حالانکہ وہ بھی سمجھتا ہے عورت کیا بلا ہے؟ شیطان جو مرکز شر ہے۔ اس کے متعلق ارشاد باری ہے: اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝ (النساء - ۷۶) ترجمہ: تحقیق کہ شیطان کا مکر و فریب نہایت کمزور ہے لیکن عورت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے: اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ (یوسف - ۲۸) ترجمہ: بے شک اے عورتو! تمہارے مکر و فریب بڑے زبردست ہوتے ہیں۔" سرکار دو عالمؐ نے بھی اسی صنف کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:- مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ (بخاری) ترجمہ:- میرے بعد مردوں پر کوئی فتنہ عورتوں سے زیادہ ضرر رساں باقی نہیں رہا۔

دنیا نے اس کو بُرے سے بُرا کہا تو بس شیطان کی چیلی کہا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے شر و فساد کو شیطان کے شر و فساد سے بھی بہت بڑھیا بتایا۔ اور پیغمبرؐ نے بھی عورت کے فتنہ کو سب سے بڑا فتنہ مردوں کے لئے رہ گیا ہے فرمایا۔

اس کو اچھی طرح سمجھتے ہوئے اس سے کیسا کام لیا جائے اور کس طرح اس کو قابو میں رکھا جائے؟ نسخے تجویز ہو رہے ہیں۔ حکم الٰہی ہوتا ہے:-

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا

يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ
وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ
زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ ....
وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ
وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۳۱

(النور، ۳۰-۳۱) ترجمہ: اے پیغمبرؐ! مسلمانوں سے کہو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اس میں ان کی زیادہ پاکی ہے۔ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ کو اس کی سب خبر ہے اور اے پیغمبر! مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ مگر جو اس میں سے بیچار و ناچار کھلا رہتا ہے تو اس کا ظاہر ہونے دینا مضائقہ کی بات نہیں اور اپنے سینوں پر دوپٹوں کے پلّو اوڑھے رہیں۔ اور اپنی زینت کے مقامات کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں، مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپوں پر وغیرہ ...... اور چلنے میں اپنے پاؤں ایسے زور سے نہ پٹخیں کہ لوگوں کو اُن کے اندرونی زیوروں کی خبر ہو۔ اور مسلمانو! تم سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو۔ تاکہ تم آخرکار فلاح پاؤ۔" مردوں کے لئے آنکھوں کو نیچی رکھنے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا۔ عورتوں کو ان دونوں احکام کے ساتھ ساتھ سینہ کو ڈھانپنے اور چال میں آواز نہ پیدا کرنے کا بھی حکم دیا گیا۔ آنکھ، سینہ اور چال انھیں تین چیزوں

ہیں نشۂ شباب کا زور ہے۔
آنکھ کو "نشیلی" چال کو "مستانہ" اور سینہ کے ابھار کو "دیوانگی"
کہا جاتا ہے۔

ستر اور زینت میں فرق

مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک (جس میں
ناف اور گھٹنے دونوں شریک) چھپانا ہے۔
عورت کا ستر تمام جسم ہے سوائے منھ، دو ہتھیلیاں کلائی تک
......اور پاؤں کے دو پنجے ٹخنوں کے نیچے سے کھلے رہ سکتے ہیں۔
منھ بھی اس طرح کہ ایک بال نظر نہ آئے۔

زینت

زینت میں عورت کے لئے نظر، سینہ اور چال کو
چھپانے کا حکم ہے۔ نظر کو اس طرح کہ اس کو نیچی رکھنے کا
حکم ہے۔ سینہ تو ڈھکا رہتا ہے مگر اس کے ابھرے پن کو پلو سے
ڈھانکنے کا حکم ہے۔ چال کو اس طرح کہ وہ مستانہ نہ ہو۔ یا اندرونی
زیور کا علم کسی کو نہ ہونے پائے۔ یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں جس کے
نہ چھپانے کی وجہ سے آج دنیا تباہی کے گڑھے میں جا رہی ہے۔ اگر
ابتداء سے عورت مرد کی نگاہوں کا مرکز نہ بنتی اور دونوں کی
سوسائٹی علیحدہ علیحدہ ہوتی تو آج کی یہ تباہی دیکھنے میں نہ آتی۔
ستر کے متعلق یہ حکم ہے کہ وہ اپنے باپ، بھائی، بیٹا، ماموں،
چچا بہرحال ہر محرم سے بھی چھپا رکھے، سوائے شوہر کے۔ ستر
میں منھ، ہاتھ، پاؤں نہیں آتے۔ کیوں کہ ان کو چھپا رکھنے سے
کاروبار کرنے میں دقت واقع ہوتی ہے۔ ایسے کاروبار کرنے والوں
کو اس حد تک اجازت دی گئی۔ یہ بہت آسان دین ہے۔

"اَلدِّیْنُ یُسْرٌ" چونکہ یہ دین فطرت ہے NATURAL RELIGION ہے۔ جس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ہر اس دروازہ کو بند کرتا ہے جدہر سے شیطان دلوں میں گھس سکتا ہے۔ اور جس سے صفائی باطن اور تطہیر نفس کے مقاصد کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ایک اور نسخہ بھی تجویز ہوتا ہے ان عورتوں کے لئے جن کو گھروں سے باہر نکل کر مردوں میں کام کرنا نہ پڑتا ہو۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۝

(الاحزاب - ۳۲ - ۳۳)۔

ترجمہ:۔ اے پیغمبر کی بیبیو! (اے گھروں میں بیٹھنے والیو!) تم کچھ ان عام عورتوں کی طرح تو نہیں ہو جن کو بیار و ناچار گھروں سے نکل کر مردانہ میں کام کاج کرنا پڑتا ہے۔ اگر تم کو پرہیزگاری منظور ہے تو دبی زبان سے کسی کے ساتھ بات نہ کیا کرو کہ ایسا کرو گی تو جس کے دل میں بدنیتی کی بیماری ہو وہ تم سے کچھ امیدیں وابستہ رکھے گا۔ بات کرو تو کھری کھری سیدھے سادھے طریقہ سے بات کرو۔ جیسا کہ پاک صاف لوگوں کا دستور ہے' اور اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو۔ اور اگلے زمانہ جاہلیت کے جیسے بناؤ سنگھار دکھاتی باہر نہ پھرو۔ اور نماز پڑھو۔

اور زکوٰۃ دو، اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرماں برداری کرو۔ اے چار دیواریوں میں بیٹھنے والیو! (بلا وجہ باہر نہ پھرنے والیو!) خدا کو تو بس یہ منظور ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی دور کرے اور تم کو ایسا پاک صاف بنائے جیسا پاک صاف بنانے کا حق ہے۔

جو حکم پیغمبرؐ کو دیا جاتا ہے وہی حکم ساری امّت کو دیا جاتا ہے اسی طرح کہنے کو مخاطبت پیغمبرؐ کی بیبیوں سے ہے مگر مقصد ان تمام امت کی بیبیوں سے ہے جو چار دیواری میں بیٹھی رہتی ہیں۔ جن کو مردانہ میں نکل کر کام کاج کرنا نہیں پڑتا۔ گھر کے اندر بیٹھنے والی کو بھی جب کہ گھر میں مردانہ نہ ہو۔ اور کوئی سائل باہر سے پکارے تو اس کو اندر ہی سے جواب دینا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں بھی اس کو ہدایت ہو رہی ہے کہ آواز نرم اور ملائم رکھ کر جواب نہ دے۔ بلکہ آواز بدل کر مردانہ آواز بنا کر کھرا کھرا جواب دیا کرو تاکہ سننے والے کے دل میں کسی قسم کی برائی یا بدنیتی کا شائبہ بھی نہ ہونے پائے۔ اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں جس طرح بن سنور کر باہر پھرا کرتی تھیں ویسا ہرگز پھرا نہ کرو۔ بلکہ تم لوگ چار دیواریوں میں گوشہ سے بیٹھی رہا کرو۔ تم پر جو فرائض عاید کیئے گئے ہیں، ان کو حسن خوبی انجام دو۔ وہ کیا ہیں؟ نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، اور خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم ایسا کرو گی تو تمہاری زندگی بڑی پاک اور صاف رہے گی۔

پھر ایک اور نسخہ تجویز ہوتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ

فَلَا یُؤْذَیْنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ہ (الاحزاب-۵۹)[۳۳]

ترجمہ:- اے پیغمبر! تم اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں کو اپنے جسم پہ بھر کر اوڑھیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ معلوم ہو جائیں گی کہ شریف بیبیاں ہیں، اور انہیں بدمعاش لوگ ایذا نہ دے سکیں گے۔

شریف بیبیوں کو تو چار دیواری ہی میں بیٹھنے کا حکم ہے مجبوراً باہر نکلنا پڑے تو کس طرح اوڑھ لپیٹ کر نکلنے کا حکم ہو رہا ہے۔ اسلام نے عورت کو جو آزادی دی ہے۔ وہ محض امور خانہ داری کی تکمیل کے لئے دی ہے۔ اسلام کا مقصد ضابطۂ ازدواج کی حفاظت و ناموس صنفی کے انتشار کا انسداد اور غیر معتدل شہوانی حرکات کی روک تھام ہے اور بس۔ اس کو جہاں تک ہو سکے پردہ میں رہنے کے متعلق حکم نبیؐ کیا ہے؟ سنئے:-

عورتوں کے لئے مسجد کی نماز سے گھر کی نماز بہتر۔ گھر میں دالان اور پیش دالان کی نماز سے کمرہ کی نماز بہتر۔ کھڑے رہ کر نماز پڑھنے سے بیٹھ کر نماز پڑھنا بہتر۔ مقصد یہ کہ اپنے کو جتنا چھپائیے بہتر۔ نماز باجماعت میں امام کی بھول پر مرد "سُبْحَانَ اللّٰہ" کہے گا اور عورت صرف دستک دے گی۔ آواز نہیں نکالے گی (ابوداؤد۔ بخاری)۔

مرد کے لئے وہ عطر جس کی خوشبو نمایاں اور رنگ مخفی ہو (جائز ہے) عورت کے لئے وہ عطر جس کا رنگ نمایاں اور خوشبو مخفی ہو۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)۔

اسلام تنہائی میں بھی عریاں رہنے کو گوارہ نہیں کرتا۔ "اللّٰہ

اَحَقُّ اَنْ یَّسْتَحْیِیْ مِنْہُ "۔ (ترمذی) کبھی برہنہ مت رہو۔ تمہارے ساتھ فرشتے رہتے ہیں، جو کبھی جدا نہیں ہوتے۔ بجز جب تم اپنی بیویوں کے پاس جاتے ہو۔ (ترمذی)۔

جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی رہیں، اور دوسروں کو رجائیں، اور خود بھی دوسروں سے رجھیں، اور اونٹ کی طرح ناز سے گردن ٹیڑھی کرکے چلیں، وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی۔ اور نہ اس کی بو پائیں گی۔ (مسلم)۔

مسلمانوں کی تاریخ میں آج کا دور سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ یہی وہ دور ہے جس میں شرم و حیا نیست و نابود ہو گئی۔ حرم، اور پردہ و نقاب کو انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ عورت اپنی ضروریات سے گھر کے باہر جا سکتی ہے۔ میدان جنگ میں سپاہیوں کو پانی پلا سکتی ہے۔ ان کی مرہم پٹی کر سکتی ہے۔ اسے علم سیکھنے اور اور درس دینے کی بھی گنجائش ہے۔ برخلاف اس کے یہ سمجھ لیا کہ اسلام نے عورت کو مکمل آزادی بخش دی ہے یہ غلط ہے۔

آسٹریا ہنگری کے شیخ الاسلام حیدرآباد آئے تھے۔ ان کو میرے پیر و مرشد قدس سرہٗ سے بھی لاکر ملاقات کرائی گئی تھی۔ انھوں نے حضرت قبلہ رحمہ سے پوچھا کہ عورت کا ستر کہاں تک ہے؟ حضرت قبلہ رحمہ نے ان کو جواب دیا کہ "ضرورت نہیں تو سر سے پیر تک چھپائے رکھے۔ اگر ضرورت پڑے تو شرمگاہ بھی دکھائی جا سکتی ہے یعنی زچگی اڑ جاتی ہے تو ڈاکٹر کے ذریعہ جان بچانے کے لئے آپریشن کروایا جا سکتا ہے مگر اس وقت بھی دیگر اعضاء نہیں دکھائے جا سکتے۔

مغرب میں آزادی نسواں

آخر میں آکر مغرب نے عورت کو انسان سمجھنے کی کوشش کی۔ لیکن اس میں بھی تعصب کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

مرد وہ حقوق نہ دینے کے باوجود جو فطرتاً عورت کو ملنے چاہیئے تھے وہ اس درجہ آزاد ہو گئی یا کر دیگئی جس سے کہنے کو تو اس کا مرتبہ اور وقار سوسائٹی میں بڑھ گیا۔ مگر حقیقت میں وہ اپنے مقام سے گر گئی یا گرا دیگئی۔ مرد نے اپنی ہوس رانی کی غرض سے اسے ایسی آزادی دی ہے جو آوارگی کہلاتی ہے۔ اتنا اس کو آگے بڑھانے کے بعد اب پریشان ہیں کہ اس کو کس طرح قابو میں لایا جائے؟ یاد رکھو! اس کا ذمہ دار اصل میں "مرد" ہی ہے۔ شادی سے پہلے تک بحیثیت باپ کے اور شادی کے بعد بحیثیت شوہر کے عورت اس کی اطاعت میں دی گئی۔ اگر وہ بگڑے تو اس کا بگاڑنے والا "مرد" اور صرف "مرد" ہے۔

اسلام نے عورت کے حقوق تسلیم کئے اور اس کو اعلیٰ مرتبہ عطا کیا۔ ایسی لطیف پابندیوں کے ساتھ کہ اس کے حقوق و آزادی پر بھی ضرب نہ پڑے، اور نظامِ عالم بھی قائم رہے۔ اسلام نے عورت کو آزادی دی۔ مگر یہ آزادی مادر پدر آزاد نہ تھی، کہ مذہب اور خدا کو، قانون اور سوسائٹی کو بالائے طاق رکھ دے۔

آزادی کو غلط سمجھ رکھا ہے۔ آزادی بھی پابندیوں سے خالی نظر نہ آئے گی۔ اس میں بھی قانونِ الہیٰ، قانون ملکی، قانونِ معاشرتی وغیرہ کی رعایت رکھنی پڑتی ہے۔ اس کے برخلاف جو آزادی مغرب میں ہے، وہ آوارگی ہے۔ مغرب میں جو عورتوں کو آزادی ہے وہ اسی قسم کی آزادی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کی حیاتِ معاشرتی تباہ ہو کر رہ گئی ہے۔

عزت و آبرو کھودی، بدنامی و رسوائی سر پر آگئی۔

اسلامی معاشرت میں عورت کو صرف حسب ضرورت ہاتھ اور منہ کھلا رکھنے کی اجازت ہے۔ یہ آخری حد کو اپنے سفر بے حیائی کا نقطۂ آغاز سمجھ بیٹھے۔ حالانکہ اسلام کو بلا وجہ بدنام کیا جاتا ہے۔ اور شرم و حیا بالائے طاق رکھ دی جاتی ہے۔ صرف منہ اور ہاتھ ہی نہیں، بلکہ خوبصورت مانگ نکلے ہوئے سر، شانوں بغلوں تک کھلی ہوئی باہیں، نیم عریاں قیامت خیز سینہ، پیاسی نگاہوں کے سامنے آزادانہ پیش کر دیتے ہیں۔ اب جو باقی ماندہ جسم رہا، اس کو بھی اپنے باریک ملبوسات میں اس طرح ملفوف کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے جسم کے ہر اتار چڑھاؤ بآسانی جھلک پڑیں۔ اور ان میں سے وہ ہر چیز نظر آجائے جو مردوں کی شہوت کی پیاس کو تسکین قلب عطا کرے۔ پھر ان لباسوں اور آرائشوں کے ساتھ محرموں کے سامنے ہی نہیں۔ بلکہ دوستوں کی محفلوں میں پیش کیا جاتا ہے۔

برخلاف اس کے اسلام نے ان تمام زینتوں کو غیر محرم کو دکھانا حرام اور باعث معصیت ٹھیرا دیا۔ شیطان کے داؤں سے بچا کر اس کو ایسے بلند مرتبہ پر فائز کیا۔ اور اس کے اخلاق اور معاشرتی ارتقاء کی ایسی تعلیم دی کہ بہ اعتبار حقوق عورت مرد کا درجہ مساوی کر دیا گیا۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (البقرہ - ۲۲۸)

اب میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ مسلم اور غیر مسلم عورت کے حقوق میں کیا فرق ہے؟ غیر مسلم عورت کے حقوق یہ ہیں:-

۱- اس کا ذاتی نام تک نہیں ہوتا۔ باپ کے گھر رہے تک باپ کے

نام سے مس فلاں، اور شادی کے بعد شوہر کے نام سے مسز فلاں کہلاتی ہے۔

۲۔ اس کی کوئی ذاتی ملک نہیں ہوتی۔ اس کا جہیز وغیرہ جو ماں باپ کے گھر سے لاتی ہے، وہ بھی شوہر کا ہو جاتا ہے۔

۳۔ وراثت میں اس کا کوئی حصّہ نہیں۔

۴۔ مرد کو طلاق دینے کا حق ہے، مگر عورت کو خلع لینے کا حق بھی نہیں۔

۵۔ کوئی مرد عورت کو قتل کر ڈالے تو اس کے بدلے میں مرد سے قصاص نہیں لیا جاتا۔

یہ احکام اُن کی مذہبی کتابوں کی رُو سے تھے۔ مگر انھوں نے اس میں من مانی تبدیلی کر لی۔ خصوصاً طلاق و خلع کے مسئلہ میں یہاں تک کر دیا کہ مرد کا خرّاٹے لے کر سونا جس سے عورت کی نیند میں خلل واقع ہوتا ہے خلع لینے کا سبب بن جاتا ہے۔

اب ذرا مسلمان عورت کے حقوق ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ اس کا نان نفقہ اس کے شوہر پر واجب۔

۲۔ اس کی ذاتی ملک اور جائیداد ہوتی ہے۔

۳۔ وہ وراثت میں شریک۔ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۝ (النسآء-۷) ترجمہ:۔ ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکہ میں (جس طرح) مردوں کا حصّہ ہے (اسی طرح) ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکہ میں عورتوں کا بھی حصّہ ہے۔

۴۔ جملہ معاملات میں عورت اور مرد کے حقوق مساوی ہیں۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (البقرۃ ۲-۲۲۸)۔

ترجمہ:- عورتوں پر جس طرح حقوق مردوں کے ہیں، اسی طرح مردوں پر بھی عورتوں کے حقوق ہیں۔

۵- مرد کی کمائی کا مالک مرد، عورت کی کمائی کی مالک عورت (چاہے دین کی کمائی ہو یا دنیا کی) لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (النساء-۳۲)

۶- عورت کو اس کا زرِ مہر خوش دلی کے ساتھ دے ڈالو۔ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً" (النساء-۴)۔

۷- جو بھی نیکی کا کام کرے عورت ہو کہ مرد اور ایمان بھی رکھتا ہو- پس وہ ضرور جنت میں داخل ہوں گے، اور ذرہ برابر بھی ان پر ظلم نہ ہوگا۔ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا (النساء-۱۲۴)

۸- مرد کو طلاق دینے کا حق ہے تو عورت کو بھی خُلع لینے کا حق ہے۔

۹- اگر مرد نے کسی عورت کو قتل کر دیا تو اس کے بدلے میں مرد قتل کیا جائے گا۔ نبی کریمؐ کا ارشاد ہوتا ہے اَلرِّجَالُ يُقْتَلُ بِالنِّسَاءِ یعنے عورت کے بدلے میں مرد قتل کیا جائے گا۔

۱۰- حکم ہوتا ہے انھیں اذیت نہ پہنچاؤ یہ رِفْقًا بِالْقَوَارِيرِ آبگینے ہیں، ہاتھ لگنے سے میل، دھکا دینے سے بال آجاتا ہے۔ اور معمولی ضرب سے ٹوٹ کر پاش پاش ہو جاتی ہیں۔

۱۱- مرد کا اچھا پن ہی اس بات پر موقوف ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ۔

عورت کو کبھی ماں پیٹ کا آزاد نہیں چھوڑا گیا۔ ماں باپ کے

گھر رہے تک ان کی اطاعت فرض کی گئی۔

شادی کے بعد شوہر کی اطاعت فرض کی گئی۔

ایک شوہر کی تو یہ مطیع رہتی ہے، باقی سارے گھر کی خود مختار حاکم بنی رہتی ہے۔ اس کے حکم کے بغیر گھر کا پتہ بھی نہیں ہلتا۔ شوہر بھی گھر کے انتظام میں دخل نہیں دیتا۔

انتظام خانہ داری: مرد کا کام کمانا، عورت کا کام اسے سلیقے سے خرچ کرنا۔ معاشیات میں کہا جاتا ہے "کمانے کے لئے ایک ہنر کی ضرورت ہے، تو خرچ کرنے کے لئے دو ہنر کی ضرورت ہے۔"

عورت کے فرائض کیا کیا ہیں؟

پرورش اولاد، تربیت بنات، صرف زر، گھر کی صفائی، نوکروں کی نگرانی، خرچ و جنس کا حساب، باورچی خانہ کی دیکھ بھال، موسم اور مزاج کے مطابق پکوان، کپڑوں کی کترن اور سیون، گھر کو مرد کیلئے بہشت بنانا۔ یہ معمولی کام نہیں۔ بہت اہم فرائض ہیں۔

اس کے علاوہ مہمانوں کا خیال، آنے جانے والوں کا لحاظ۔ عزیزوں اور رشتہ داروں سے مخلصانہ تعلقات، خصوصاً سسرالی رشتہ داروں کا بڑا خیال، لڑائی اور الجھنوں سے گھر کی فضا کو پاک رکھنا، ہر کام اپنے معینہ اوقات پر ہونے کی نگرانی کرنا، غلہ کا اسٹاک، موسم پر سستے اجناس کا خریدنا، تنخواہ آتے ہی مہینے کا موازنہ ایسا تیار کرنا کہ کچھ نہ کچھ ہر ماہ پس انداز ہوا کرے۔ تاکہ آڑے وقت کام آئے، شوہر سے گفتگو کرنے، تفریح کرنے کے اوقات مقرر کرنا۔ یہ سب کام بڑی عقل، نہایت ذہانت اور اعلیٰ فراست کے ہیں۔ حقیقت

میں گھر کیا ہے، ایک چھوٹی سی سلطنت ہے۔ اور یہ کام شوہر ہرگز نہیں کر سکتا۔

گھر عورت کے دم سے ہے۔ گھر والی اسی لئے اس کو کہا جاتا ہے۔ عرب میں بیوی کو "رَبَّۃُ البَیت" کہتے ہیں۔ تربیت اطفال کی اتنی اہم ذمہ داری اسی پر موقوف ہے۔ بچہ کی تربیت و تعلیم کا سلسلہ شکم مادر ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ بچہ وہی کچھ سیکھتا ہے جو دوسروں کو کرتے دیکھتا ہے۔ بچے درحقیقت اپنے ماں کے اخلاق و اعمال کا عکس ہوتے ہیں۔ ماں کے تمام حرکات و سکنات بچہ کو متاثر کرتے ہیں۔ ایک "اسلامی بیوی" کو خدا کی رضا جوئی اور خاوند کی خوشنودی ہی کے لئے نہیں بلکہ اپنی اولاد اور اپنی عاقبت کے لئے بھی نیک اور عاقلہ ہونے کی ضرورت ہے۔

مرد کی بداخلاقی اور بداعمالی کا اثر تو زیادہ تر مرد ہی کی حد تک محدود رہتا ہے۔ مگر عورت کی برائیاں اور اس کی بداخلاقی نسلوں تک پیچھا نہیں چھوڑتیں۔

مسلم عورت

ایک اسلامی عورت جو اپنے فرائض کو بھی جانتے ہوئے اپنی فطرت پر قائم رہ کر اپنے گھر کے اندر ایک سلطنت پر حکمراں ہے۔ پوری آزادی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔ اس کی فرحت اور خوشی کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ سماج میں بھی اس کی عزت و عظمت کا کیا ٹھکانا! یہ مقام اس کو اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے ذاتی خواہشات کو ملیامیٹ کر دیتی ہے۔ خود غرضی اس کے پاس پھٹکتی نہیں۔ ایثار سے کام لیتی ہے۔

دل میں ہر ایک کی طرف سے درد اور محبت رکھتی ہے۔ اصل میں وہ
خدا سے ڈرتی بھی ہے۔ اور اسی سے محبت بھی کرتی ہے۔ ان خصوصیات
کی حامل بیوی کے کیا کہنے؟

غیر مسلم عورت

دوسری طرف مغرب سے اُمڈا ہوا سیلاب ہے کہ
چلا آرہا ہے۔ جس کی لپیٹ میں مشرق بھی آگیا ہے۔
خود غرضی، خود بینی، خود ستائی کا دور دورہ ہے۔ جہاں فحش و بیحیائی
عام ہے۔ اخبارات میں فحش تصاویر دیکھے جاتے ہیں۔ بڈھے، جوان
بچے سب سینما بینی کے عادی ہیں۔ جہاں فحش تصاویر دکھائی
دیتے ہیں، عریانیت، بے حیائی، بے غیرتی، شہوانی حرکات،
یہ سب کچھ وہاں دکھائی دیتے ہیں۔ باپ بیٹا، ماں بیٹی، بھائی
بہن، استاد شاگرد، ہر قسم کے رشتہ دار بلا جھجک پہلو بہ پہلو بیٹھکر
یہ سب مناظر دیکھتے ہیں، اور رمق برابر بھی شرم و حیا محسوس نہیں کرتے۔
گندہ اور ہیجان والے گیت گھر گھر گائے جاتے ہیں۔ کوئی کان ان
سے محفوظ نہیں۔ اس ماحول کے ایسے خوگر ہو گئے کہ کوئی اس کو برا بھی
نہیں سمجھتا۔ اخلاق کے جو تصورات مغربی تمدن کے ساتھ پھیلے
جا رہے ہیں۔ ان کی بدولت "نکاح" کو ایک فرسودہ رسم، مرد و زن
کے "آزادانہ اختلاط" کو ایک ناقابل اعتراض بلکہ ایک مستحسن فعل،
"طلاق" کو ایک رواجی مشغلہ، ازدواجی فرائض کو ایک ناقابل برداشت
بوجھ، "توالد و تناسل" کو ایک حماقت، شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری
کو ایک صنف کی غلامی، بیوی بننے کو ایک بار گراں اور معشوق بننے
کو ایک خیالی جنت سمجھا جا رہا ہے۔

مسلم عورت کی تباہی کے سامان

ایک مسلم عورت کسطرح مغرب کے سیلاب میں آنے لگی؟

سب سے پہلے اس کو تعلیم کے میدان میں اتارا گیا۔ گو ان کے اسکول زنانہ الگ تھے۔ گو شہ پردہ سے جایا کرتی تھی۔ مگر گھر سے باہر قدم اٹھ گیا۔ اسکول میں بھی اسے اڈوانس مسلم گھرانے کی لڑکیوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم لڑکیوں کی صحبت نصیب ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے زنانہ کالج بھی تھے مگر یہاں اب کیا تھا! جوان لڑکیاں آزادی کے ساتھ اعلیٰ تعلیم پانے لگیں۔ یہ سب کچھ غیر مسلم حکومت میں ہو رہا تھا اس طرح مغربی اثرات اُن لڑکیوں کے دماغوں پر چھانے لگے۔

جب تک گھر کے باہر قدم نہیں نکلا تھا تو ان میں جو حیا و شرم تھی، وہ اب کہاں باقی رہی؟ بی۔ اے پاس ہوتے ہی ملازمت کی سوجھی۔ معاشرہ تو ان کو ہاتھوں ہاتھ لینے تیار کھڑا ہی تھا۔ تو در ملازمت ملنے لگی۔ اور کچھ بی۔ اے کے بعد اعلیٰ تعلیم پانا چاہتی تھیں ان کو مخلوط تعلیم پانا پڑا۔ اب تو مرد کے دوش بدوش آ ہی گئیں۔ ملازمتوں میں، ہر دفتر میں، ہر کارخانہ میں، زیب و زینت ہونے لگیں۔ یہی نہیں بلکہ ہر میدان میں چاہے وہ معاشی ہو کہ سیاسی یا سماجی، مرد کے مقابل خم ٹھوک کر کھڑی ہو گئی۔ یہ اپنے فطری وظائف اور قدرتی عوامل کو برقرار رکھتے ہوئے کیسے مردوں سے مقابلہ کر سکتی تھی؟ اس لئے اس کو مجبوراً اپنے وہ تمام فطری کاروبار کو جس پر تمدن کی بقاء ہی نہیں بلکہ نوعِ انسانی کی سلامتی کا انحصار تھا خیرباد کرنا پڑا۔

مرد کماتا تھا تو عورت اس کی اطاعت بھی کرتی تھی۔ جب یہ خود کمانے لگی تو اب مرد کی اطاعت کیوں؟ ازدواجی زندگی کی ذمہ داریاں، بچوں کی پرورش اور تربیت، گھر کی دیکھ بھال، خاندان کی خدمت، ان ساری چیزوں سے وہ بری ہو گئی۔ افزائش نسل کو برتھ کنٹرول اور اسقاط حمل اور قتل اولاد کے ذریعہ روکا جا رہا ہے۔ اس غیر فطری مساوات کے غلط تخیل نے مرد و زن کے درمیان ایسی بے حیائی پیدا کر دی جو کبھی مردوں کے لئے بھی شرمناک متصور تھی۔ اب وہ عورتوں کے لئے بھی باعث شرم و حیا نہیں رہی جو عورتیں اپنی کمائی پر آپ کفیل ہو رہی ہیں وہ اب شوہر کی محتاج نہیں رہیں، اور نہ گھریلو زندگی کے جنجال سے ان کو تعلق رہا۔ کھانے پینے کے لئے ہوٹل موجود، بیمار پڑے تو ہاسپٹل سلامت۔ اب رہی ایک شہوانی خواہش کی تسکین، اس کے لئے ایک مرد کی پابندی ہی کیوں؟ بقول بیبے بل (جرمن سوشیل پارٹی کا لیڈر) " مرد عورت آخر حیوان ہی تو ہیں، کیا حیوانات کے جوڑوں میں نکاح اور وہ بھی دائمی نکاح کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے؟" بلا وجہ ان قیود میں گرفتار کیوں ہونے چلی؟ جب کہ سماج بھی اس کو برا نہیں سمجھ رہا ہے۔ "اب ڈر کاہے کا"؟

منع حمل سے ناخواندہ مہمان کی آمد رک جائے گی۔ اگر یہاں بھی ناکامی ہو تو اسقاط بہر حال موجود ہے۔ کمبخت! اس کو بھی اگر نہ مانے تو کچرے کی کنڈی اس کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ جب

یہ نوبت آجائے تو صدائے الامان، الحفیظ مانگتے رہنا چاہیئے۔
اسی زمانہ کے متعلق سرکار دو عالم کا ارشاد ہے "جب تک تم
پہاڑوں میں رہوگے ایمان محفوظ رہے گا۔ جیسے ہی تم وادی
میں (یعنی) آبادی میں آؤگے تمہارے ایمان پر چھاپے پڑینگے"۔
مطلب یہ کہ تم حتی الامکان ایسے لوگوں سے دور رہو!۔

ایک اخباری خبر میری نظر سے گزری "امریکی خواتین
کی مساویانہ حقوق کے لئے جد و جہد" نیویارک ۲۸ اگست سنہ
یہاں گذشتہ دنوں ایک ہزار سے زائد ماؤں نے اپنے بچوں
کو فٹ بال کے میدان میں ڈال دیا، اور بچوں کی نگہداشت
کے مرکزوں کا مطالبہ کیا۔ امریکی عورتوں کا یہ احتجاج ملک گیر
پیمانے پر مردوں کے مساویانہ حقوق کے مطالبہ کی پیش رفت میں
تھا۔ تقریباً پانچ ہزار تماشائیوں اور بچوں کی چیخ و پکار
کے درمیان عورتوں نے شہری عہدہ داروں سے بچوں کی نگہداشت
کے مراکز کے قیام کے مطالبہ اور اسقاط حمل کی مفت سہولتوں
اور کام سے مساویانہ مواقع کی فراہمی کا پرزور مطالبہ کیا۔
اسی طرح کے مظاہرے امریکہ کے (۳۰) بڑے شہروں میں ہوئے
جن میں خواتین نے ایک درجن سے زیادہ مظاہرے،
ریلیاں اور مارچ کئے تاکہ مساوی حقوق کے قانون کا مطالبہ
کیا۔ ان مظاہروں کا مقصد "نکسن نظم ونسق" اور کانگریس
پر دباؤ ڈالنا تھا تاکہ عورتوں کے لئے مساویانہ حقوق کے
دستور قانون بنائے اور موجودہ قوانین پر بلا امتیاز (جنس)

عمل در آمد کرنے پر زور دیا جائے۔ اس سے آپ کو صاف معلوم ہو رہا ہے کہ کس طرح عورتیں ہر شعبہ میں مساویانہ حقوق کی طالب ہیں۔ اور مرد بھی ان کو ماننے پر مجبور کئے جا رہے۔

خیر یہ تو امریکہ کی عورتیں ہیں جو آج کی دنیا میں سب سے زیادہ اڈوانس ہیں۔

ایک اور تازہ خبر سن کر آپ کو حیرت ہوگی، عنوان ہے:۔

عورتوں کے لئے مساوی مواقع
صدر جمہوریہ ہند کی تجویز

مدراس ۳۰ر اگست ۱۹۶۷ء) صدر جمہوریہ ہند مسٹر وی گیری نے آج یہ تجویز پیش کی ہے کہ "ریاستی مجالس وزارت میں مردوں اور عورتوں کو مساوی مواقع عطا کئے جائیں تاکہ دونوں اصناف کی مشترکہ عقل و فہم اور دانائی کی وجہ سے ہمارا ملک اقوام عالم کی برادری میں مناسب مقام حاصل کر سکے"

صدر جمہوریہ مسٹر گیری کلیہ اناث کی نئی لائبریری کا افتتاح کر رہے تھے، انھوں نے یہ بھی کہا کہ "وہ ملک کو درپیش مسائل کی یکسوئی کے لئے مردوں سے زیادہ عورتوں پر بھروسہ کرتے ہیں" ہندوستان جیسے ملک میں جہاں عورت کی مرد کے مقابل کوئی قیمت ہی نہیں تھی بلکہ مرد مرنے کے بعد اس کو زندہ رہنے کا حق ہی نہ تھا۔ مردہ مرد کے ساتھ زندہ عورت جلا دی جاتی تھی۔ وہاں آج مرد سے بھی زیادہ قابل بھروسہ عورت سمجھی جا رہی ہے۔ پھر یہ دیکھئے کسی عورت کی قیمت بیمہ

مرد اور وہ بھی صدر جمہوریہ ہند۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عورت کو مرد کے میدان میں اتار دینے کے بعد اس کو پھر اپنی جگہ واپس کرنا امکان سے باہر ہو چکا ہے۔ اب بھی مرد اس کو اپنی جگہ واپس لانے کی کوشش کرنے کے بجائے اس کی پیٹھ ٹھوک ٹھوک کر اور آگے ہی بڑھائے جا رہا ہے۔ ہمارے سامنے اس صنف کے متعلق پیغمبر اسلامؐ کے ارشادات موجود ہیں:-

(۱) عورت ناقص العقل ہے۔

(۲) مجھے حیرت ہوتی ہے کہ ایک ناقص العقل ہوتے ہوئے ایک کامل العقل کو مات دیتی ہے۔

(۳) عورت مرد کے مقابل دینی اور دنیوی اعتبار سے گھاٹے میں ہے۔

(الف) دینی یوں کہ وہ ایام مخصوص کے زمانہ میں عبادات سے محروم رہتی ہے۔

(ب) دنیوی یوں کہ:- (۱) ترکہ میں مرد کا آدھا حصّہ ملتا ہے۔
(۲) دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے مساوی ہوتی ہے۔

(۴) عورت کی حکومت کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔

(۵) آخر زمانہ میں عورتوں کی بہتات ہوگی۔

(۶) عورت کی نجات کا دارومدار مرد کی خوشنودی حاصل کرنے پر ہے۔

زمانہ کے رفتار اور خدا و رسولؐ کے احکام کو دیکھتے کے بعد

اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ یہ دنیا کدھر جا رہی ہے اور اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ اللہ رحم کرے۔

مجھے غیر مسلموں سے شکایت نہیں مجھے تو اُن حضرات سے گلہ ہے جن کے پاس احکامِ خداوندی جوں کے توں محفوظ ہیں۔ زبر زیر کا فرق نہیں، نقطہ کا فرق نہیں۔ پھر ارشاداتِ نبویؐ بھی اسی طرح محفوظ چلے آ رہے ہیں اور قیامت تک محفوظ رہیں گے۔ یہ صراط المستقیم بتلانے والے سراج المنیر کی نورانی مشعل رکھتے ہوئے آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے کیوں بھٹکتے جا رہے ہیں اور کیوں ٹھوکریں کھاتے جا رہے ہیں؟ خدا کے پاس یہ زیادہ جوابدہ ہیں۔ رہے وہ جن کے دین مسخ ہو گئے ہیں اور جن کے رہبروں کے اُسوۂ حسنہ کا پتہ نہیں۔ اُن کا اپنے غلط راستوں میں الجھنا لازمی ہے۔ اُن کی سلامتی اسی میں ہے کہ صحیح احکامِ خداوندی اور صحیح اسوۂ حسنہ پیغمبری کی روشنی میں چلیں۔ یہ آپ کا کام ہے کہ آپ خود اپنے سیدھے راستہ پر قایم ہو جائیں۔ جس کے لئے دن میں پچاس وقت مالکِ حقیقی کے روبرو حاضر ہو کر صراط المستقیم ہی مانگا کرتے ہیں۔ اس کے بعد اپنا صحیح نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں۔ ہمیں شرم آتی ہے جب ہم ایک غیر مسلم کی زبان سے یہ سنتے ہیں:۔

تمام دینوں میں سب سے اعلیٰ دین "اِسلام" ہے لیکن تمام قوموں میں سب سے بدتر قوم "مُسلِم" بن گئی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار۔

مرد اپنی شریک حیات پر کیوں خواہ مخواہ ظلم وستم ڈھانے گیا؟ عورت کی فطرت میں سرکشی، نافرمانی اور ناسمجھی کا مادّہ کوٹ کوٹ کر بھرا گیا ہے وہ فوراً شیطان کی آلہ کار بن جاتی ہے۔ شیطان کا داؤ حضرت آدمؑ پر تو نہیں چل سکا لیکن اماں حوّاؑ اس ظالم کے چکر میں پھنس ہی گئیں، اور ایسی پھنسیں کہ حضرت آدمؑ کو بھی اس جنجال میں پھانس لیا۔ جس کے نتیجہ میں بالآخر ان دونوں کو جنّت سے نکلنا پڑا۔ اس لئے مرد کا اس سے بدگمان رہنا سنت آدمؑ ہے اسی لئے وہ اپنے قابو سے اُسے باہر نہیں ہونے دیتا۔ لیکن عورت ہر وقت مرد کے دباؤ سے نکل کر اس کو اپنے قابو میں رکھنا اور اس کو رام کرنا چاہتی ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس نے بالآخر بہت غلط ہتھیار استعمال کئے۔ جادو ٹونے میں پڑ گئی۔ جھاڑ پھونک کے پیچ وخم میں الجھ گئی۔ "مرتا کیا نہیں کرتا" "تنگ آمد بجنگ آمد" کی مصداق بن گئی۔ اس طرح اس نے وہ سب کچھ کیا جس کا تصوّر بھی نہ تھا۔ ایمان کی بازی تک لگا دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک طرف ایمان سے گئی تو دوسری طرف شیطان کے ہاتھوں میں پھنس گئی۔ جدھر دیکھو یہی شکایت ہے اسی کی حکومت ہے۔ انگلیوں پر نچاتی ہے۔ مرد پر ان اثرات کا اتنا دباؤ پڑتا ہے کہ اس کی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اکثر عورتیں اپنے ہاتھوں رانڈ بن کر رہ جاتی ہیں۔ خَسِرَ الدُّنیا وَالْاٰخِرَۃَ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ (الحج ۲۲-۱۱)۔

ترجمہ:- دنیا کا بھی نقصان اور آخرت کا بھی نقصان۔ یہی تو کھلا خسارہ اور نقصان ہے۔

عورت اور مرد میں ناخوشی کے اسباب اور انکی اصلاح

عورت مرد میں ناخوشی اور جھگڑے پیدا ہونے کا باعث اصل میں عورت کی نافرمانی، اس کی بدمزاجی اور اس کی بے پروائی ہے۔ جس کا نتیجہ مرد کا ظلم ہوا کرتا ہے۔

(۱) گھر میں مرد کی حیثیت ایک بادشاہ کی سی ہوتی ہے اور عورت اس کی وزیر۔ مرد حکم دیتا ہے اور عورت مشورہ دیتی ہے۔ مشورہ نہ سنا جائے تو بجا اطاعت کرنا عورت کا فرض ہے۔ اکثر و بیشتر میاں بیوی کے جھگڑے اسی موڑ پر ہوتے ہیں کہ عورت کی بات نہ سنی جائے تو بس وہ بگڑ جاتی ہے، اور مرد کی اطاعت سے منہ پھیر لیتی ہے۔ اور مرد کو یہ بات سخت ناگوار ہوتی ہے۔ وہ اپنی حکومت میں اس کو مداخلت بیجا سمجھتا ہے۔ اسی فطرت کا لحاظ کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے مرد کی حیثیت عورت کے مقابل میں کیا ہے واضح فرما دیا:-

اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ (سورۃ نساء)

ترجمہ:- مرد عورتوں کے حاکم ہیں (اُن کے کاروبار کے منتظم ہیں) اللہ نے طبعی طور پر مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے۔ اور اس وجہ سے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر صرف کرتے ہیں (کھلاتے پلاتے ہیں، پہناتے اڑھاتے ہیں۔ ہر قسم کا بار اٹھاتے ہیں) پھر جو نیک بیویاں ہوتی ہیں وہ اطاعت گزار ہوتی ہیں۔ خاوند کی غیر موجودگی

میں بھی اس کی عزت، اس کے مال کی حفاظت کرتی ہیں (یہ کیونکہ) اللہ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ اللہ کی حفاظت کا نتیجہ ہے۔

عورت کو صرف اپنے شوہر کی اطاعت کرنے کا حکم ہے اور مرد اپنے حاکموں کی اطاعت میں سرِ مو فرق نہیں کر سکتا۔ شوہر کا حکم خود غرضانہ نہیں ہوتا بلکہ اپنے بیوی بچوں کی بھلائی کے لئے ہوا کرتا ہے۔ برخلاف اس کے حکام اپنے ذاتی فائدہ کو ملحوظ رکھ کر حکم دیتے ہیں۔ محکوم کے آرام و تکلیف سے ان کو کوئی بحث نہیں۔

اگر مرد حکم دے کہ سیاہ پہاڑ کو اٹھا کر سفید پہاڑ پر رکھ دے تو بلا چون و چرا اس کی اطاعت کرے (حدیث) بشرطیکہ وہ احکام خدا اور رسول کے خلاف نہ ہو۔ بغیر اجازت نفل روزہ بھی نہیں رکھ سکتی۔ بحالت روزہ وہ حکم دے تو سالن چکھنا بھی جائز ہے (حدیث)

مرد کی اطاعت کو عورت سمجھتی ہے کہ اس کی آزادی سلب کر لی گئی۔ اس لئے وہ اطاعت سے گریز کرتی ہے جس کی وجہ سے وہ مرد کی نظروں سے گر جاتی ہے۔ مرد کے دل میں اس کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔

اگر عورت قدرت و فطرت اور شریعت کے فیصلہ پر اپنا سر تسلیم خم کر دے تو آج ہی سینکڑوں گھروں کے جھگڑے مٹ سکتے ہیں اور جو گھر خود اس کے لئے بھی زندہ دوزخ بنے ہوئے ہیں، جنت الفردوس بن سکتے ہیں۔

اسلامی بیوی احکام خدا و رسول کی بنا پر اپنے شوہر کی

اطاعت کو اپنا فرض سمجھتی ہے۔ اس کی دلداری اس طرح کرتی ہے
کہ اپنی مرضی کو اس کی مرضی پر قربان کردیتی ہے جس سے وہ اپنے
مرد کا اعتماد حاصل کرلیتی ہے۔ پھر کیا ہے؟ اب اسی کی حکومت چلتی
ہے۔ "پہلے خادمہ بن پھر حاکمہ بن جائے گی۔

اسلامی بیوی کی اطاعت

زمانہ رسالت میں ایک میاں بیوی اوپر کی
منزل پر رہتے تھے اور اس بیوی کے والدین
نیچے کی منزل میں۔ شوہر تجارت کے لئے پردیس جارہے تھے۔ جاتے
ہوئے اپنی بیوی سے کہہ کر گئے کہ "میرے آنے تک تم اوپر ہی کی منزل
میں رہنا نیچے نہیں اترنا" بیوی کے والد علیل ہو گئے تو بیوی نے
رسول اللہ ؐ کی خدمت میں معروضہ کروایا کہ "میرے شوہر نے نیچے اترنے
مجھے منع کیا ہے اور اب میرے والد سخت علیل ہیں۔ آپؐ کی اجازت
ہو تو میں اتر کر ان کی تیمارداری و خدمت کروں گی" حضورؐ نے
ارشاد فرمایا "اپنے شوہر کی اطاعت کرو" حتیٰ کہ باپ کا انتقال
ہو جاتا ہے۔ پھر وہی معروضہ اجازت لینے پیش کراتی ہے لیکن
اب بھی وہی ارشاد ہوتا ہے "شوہر کی اطاعت کرو" پھر ماں بیمار
پڑتی ہے۔ وہ عرض کرواتی ہیں تو وہی ارشاد کہ "شوہر کی اطاعت
کرو" ماں کا بھی انتقال ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر بھی معروضہ پیش
کرواتی ہیں۔ لیکن اس ارشاد کے قربان جائیے حکم ہوتا ہے
"شوہر کی اطاعت کرو" اس بیوی نے کس صبر و تحمل سے کام لیا۔
سبحان اللہ! اللہ تعالےٰ ہر مسلم بیوی کو ایسی توفیق عطا فرمائے۔
آمین۔

چند روز کے بعد وہ بیوی خواب دیکھتی ہیں کہ اس کے ماں باپ دونوں جنت میں اعلیٰ مقام پر ہیں اور اپنی بیٹی سے کہہ رہے ہیں "بیٹی! ہمارے اعمال تو اس مقام کے قطعاً قابل نہ تھے۔ محض تیری شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری اور صبر و تحمّل کرنے کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں بخش دیا اور اس اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا۔"
یہ خواب سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں بیان کروایا گیا تو حضور بہت خوش ہوئے اور کہلا بھیجا "تم نے جو کچھ دیکھا بالکل درست ہے۔ تم اپنے والدین کی بخشش کا ذریعہ بنی ہو"۔

شوہر جب آیا اور یہ سارا قصہ سنا تو گھبرایا اور پریشان ہو کر سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے بڑی خطا ہوئی۔ وہ میری بیوی بڑی مطیع و فرمانبردار ہے میں نے یوں ہی سرسری طور پر کہہ دیا تھا لیکن وہ اس پر قائم رہی"۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہوتا ہے "نیک بیبیاں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں"۔

اگر یہ بیوی ایسے صبر آزما موقعہ پر بلا اذن شوہر چلی جاتی اور تھوڑی بہت تیمارداری بھی کر لیتی مگر انھیں نہ تو موت سے بچا سکتی تھی اور نہ مرنے کے بعد ان کی نجات کا ذریعہ بن سکتی تھی۔ اس نے ایسے نازک موقع پر بھی کس ضبط و تحمّل، صبر و شکر سے کام لیا کہ والدین کی بخشش کا ذریعہ بھی بن گئی۔ اور شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کا ایسا نمونہ پیش کر گئی کہ رہتی دنیا تک اس کا نام روشن رہے گا۔

اب میں آج کی مسلم بیویوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ

وہ اس مثالی بیوی کی زندگی کو ہر وقت پیش نظر رکھیں جس میں پیغمبرؐ کیسے نازک وقت میں بھی شوہر کی اطاعت کو مقدم فرماتے ہیں۔

(۳) بدمزاجی کا مرض بھی ناقابل برداشت ہے۔ خصوصاً شادی کے بعد سسرال میں آکر اپنی بدمزاجی اور بداخلاقی کا سکہ بٹھانا چاہے گی۔ وہ کبھی نہیں چل سکے گی۔ سخت کلامی، زبان درازی، بدمزاجی جس میں ہو اسے شوہر اور سسرال والے ہی کیا، دنیا میں کوئی بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ برخلاف اس کے خوش اخلاقی ایک بے بہا جوہر ہے جس کو نصیب ہوا ہوا۔ سرکار دوعالمؐ کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ " (القلم-۴) ترجمہ:- اور بے شک آپ کے اخلاق بہت ہی بلند ہیں۔ پھر ارشاد باری ہوتا ہے " لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ " (آل عمران-۱۵۹) ترجمہ:- اے رسول! اگر آپ سخت طبیعت والے ہوتے تو لوگ ہرگز آپ کے گرد (یہاں) جمع نہ ہوتے۔ آپ سے دور بھاگتے۔

سرکارؐ نے یہ بھی فرمایا:- خوش اخلاقی، خوش نصیبی کی علامت ہے اور بداخلاقی بدنصیبی کی۔ خوش اخلاق ہمیشہ خوش رہتا ہے اور بداخلاق ہمیشہ غموں میں گھرا رہتا ہے۔ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ (حدیث) نرمی و خوش اخلاقی سب سے زیادہ مرغوب چیزیں ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ حَسَّنَ خَلْقِىْ وَخُلُقِىْ۔ وَزَانَ مِنِّىْ مَا شَانَ غَيْرِىْ (حدیث) اس کے سب دوست اور اس کے سب دشمن۔ اسی لئے سرکار دوعالمؐ نے فرمایا " مومن خوش

اخلاقی کی بدولت قائم اللیل اور صائم النہار کا درجہ حاصل کرتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا" دو جبڑوں کے بیچ اور دو رانوں کے بیچ والے ٹکڑوں کی جس نے حفاظت کی اس کی بخشش کا میں ضامن ہوں" (حدیث)

ان احکام کی بنا پر ایک مسلم بیوی کو چاہیئے کہ کبھی بدزبانی نہ کرے۔ بدنصیب بیبیاں احکام خدا و رسولؐ کی پروانہ کر کے زبان کھولتی ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ اُدھر سے ہاتھ بھی کھلنے لگتا ہے۔ جب ایک بار ہاتھ کھل گیا تو پھر یہ رکنے والا نہیں گھر میں چین وسکون کے بجائے رات دن لڑائی جھگڑوں میں گزرتی ہے۔

برخلاف اس کے ایک مسلم بیوی ان احکام کی بنا پر کبھی بدزبانی نہیں کرتی بلکہ اپنی خوش اخلاقی اور نرم مزاجی کی وجہ سے ایک مرد ہی کو کیا سارے گھر کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے۔

(۳۳) مرد سے بے پروائی کرنا بھی بڑی بڑی بلا ہے۔ اکثر عورتیں گھر کے کاروبار اور بچوں کی پرورش میں اس قدر منہمک ہو جاتی ہیں کہ شوہر کا بہت کم خیال رکھتی ہیں۔ شوہر جب باہر سے تھکا ماندہ آتا ہے تو بیوی کا کام ہے کہ ہمہ تن اس کی طرف توجہ کرے۔ سب کاموں کو چھوڑ کر اس کی دلداری کرے حتی الامکان اس کے سامنے ہنس مکھ رہنا چاہیئے۔ پہلے اس کا خیال تو پھر بچے بھی ہیں، گھر بھی ہے۔ اس کے کھانے پینے کا بہت خیال رکھنا چاہیئے۔ ہو سکے تو خود بیٹھ کر اس کو کھلائے۔

یا پھر ساتھ کھائے۔ اور جو چیز اس کو پسند ہے وہی پکوائے۔ گرم ٹھنڈے کا بھی خیال رکھے۔ شوہر سے بے پروائی کے نتیجے عموماً بہت خراب نکلتے ہیں۔ مرد کا دل بھی گھر میں نہیں لگنے پاتا۔ وہ گھر سے اکتا کر باہر کچھ نہ کچھ دلچسپی کے سامان بنا لیتا ہے۔ عورت سمجھتی ہے کہ میں اس کے گھر اور بچوں کے پیچھے مر مٹتی ہوں مگر اس کو میری کچھ قدر نہیں۔ سمجھدار بیوی اس راز کو سمجھ جاتی ہے۔ اور ہر وقت میاں کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ اپنے سلوک سے اس کا دل موہ لیتی ہے۔ اب میاں کا دل بغیر بیوی کے باہر لگتا بھی نہیں۔ نوکری چاکری، کام کاج سے فرصت ہوئی کہ بھاگے بھاگے گھر آ جاتا ہے یہ ہے اسلامی میاں بیوی کا جوڑا۔

اب ایک بہت اہم امر کی طرف بھی آپ کی توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں۔ عورت کی سب سے بڑی آرزو یہ ہوتی ہے کہ وہ بلا کی حسین اور ماہ پیکر بن جائے۔ اُس کا خیال ہے کہ جس قدر حسن پیدا ہوگا اُسی قدر شوہر کے دل میں اس سے محبت پیدا ہوگی۔ اس طرح بننے سنورنے کے لئے کتنے فیشن جتن کئے جا رہے ہیں۔ حُسن و جمال کے مقابلے بھی ہوتے ہیں۔ جس کے رنگ روپ، آنکھ و ناک اچھے ہیں ان کو تو قدرتی طور پر حُسن کی سرکار سے اپنا حصّہ مل گیا۔ وہ سمجھتی ہیں کہ شوہر ان کا گرویدہ بن کر رہے گا۔ اس پر جب وہ بناؤ سنگھار بھی کریں تو سونے پہ سہاگہ ہو جاتا ہے۔ کپڑا لتّا بھی خوب پہنیں، زر زیور سے بھی لد جائیں تو اب ان کے حسن میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد اگر وہ سونٹھ کی

ناس لے کر سامنے آتی ہے تو اس کے چہرہ پر لعنت برستی ہے۔
رنگ روپ، صورت شکل، پہننا اوڑھنا، زر زیور کچھ کام نہیں آتا۔
ایک دوسری بیوی زیادہ گوری چٹی تو نہیں۔ آنکھ ناک کی
بھی معمولی، بناؤ سنگھار بھی زیادہ نہیں، کپڑا لتا بھی ادسط، زر
زیور تو نام کو نہیں۔ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے جب وہ سامنے آتی ہے
تو اپنا ہنس مکھ چہرہ لے کر آتی ہے۔ جب بات کرتی ہے تو مسکراہٹ
چہرہ پر دوڑتی ہے اور منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ روتا آدمی بھی
اس صورت پر نظر ڈالتا ہے تو ہنس دیتا ہے۔ ہمیشہ منہ پر تبسم
رہتا ہے جت سحر کاری کا کام کرتی ہے۔ ایسی بیوی پر شوہر کی
نظر پڑتی ہے تو اس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اس کے تمام
فکر اور آلام دور ہو جاتے ہیں۔ گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ اگر
خوبصورت لڑکیاں بھی خوش مزاج اور خوش باش رہنا سیکھ لیں
اور ہر شے کے روشن پہلو پر نظر رکھا کریں تو ان کا مقابلہ کرنے والا
دنیا میں کوئی بھی نہ ہوگا۔ مگر یہاں معاملہ الٹا پڑتا ہے۔ یہ جمیل
و حسین بیوی کو اپنے حسن و جمال پر ناز رہتا ہے اور وہ مرد سے
یہ توقع رکھتی ہے کہ ہر وقت وہ اس کا گرویدہ بنا رہے۔
لیکن یہ خود اس کی گرویدہ نہیں رہتی۔ مرد اس کی خوشامد کرتا
رہے اور یہ اس کی آؤ بھگت کرنا نہیں چاہتی۔ اس کا نتیجہ برعکس
نکلتا ہے اور گھر تباہ ہو جاتا ہے۔ اسلامی بیوی ایسا ہرگز نہیں
کرتی۔ اس کے پیش نظر یہ رہتا ہے کہ

"[illegible] خوشی کو کیا شمار دل سے وصال یار کا ارمان نکل گیا"

"تمھاری خوشی سو ہماری خوشی" میں گزرتی ہے۔ جب شوہر کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ جو میں چاہتا ہوں، یہ بھی وہی چاہتی ہے۔ جب یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے تو پھر وہ بیوی پر ہر بات چھوڑ دیتا ہے۔ اس طرح بالآخر بیوی کی فتح ہوتی ہے، یہ ہے اسلامی بیوی۔

اسلام میں عورت کا مقام

عورت کو اپنی مرضی پر کسی حالت میں نہیں چھوڑا گیا۔ شادی سے قبل باپ کی نگرانی اور شادی کے بعد شوہر کی نگرانی میں رکھا گیا۔ یہ خود اپنی جان، اپنی عزت و آبرو کی حفاظت نہیں کر سکتی۔ اس لئے ایک محرم کو اس کا نگران، محافظ و نگہبان مقرر کیا گیا۔ اس کے بغیر وہ کہیں سفر نہیں کر سکتی حتیٰ کہ حج جیسا فرض رکن بھی بغیر محرم کے ادا نہیں ہوتا۔ کس قدر اس کی حفاظت کی جا رہی ہے؟ کس قدر اس کی عزت کی جا رہی ہے؟ مرد اس کی جان و عزت کے مقابلہ میں اپنی جان قربان کرنے تیار ہو جاتا ہے۔ مرد کی موجودگی میں کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اسلام سے پہلے بھی عورت نہایت ذلیل و خوار بنی رہی۔ سخت سے سخت اس پر مظالم ڈھائے گئے۔ اسلام نے اس کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر قائم کیا۔ ایسا مقام جو عورت کے لئے تصور سے باہر تھا۔

اولاد بنتی ہے تو ماں باپ کی قرۃ العین، آنکھوں کی ٹھنڈک بنی رہتی ہے۔ اس کو بڑا کر کے عزت کے ساتھ گھر سے اٹھائیں تو سرکار کے ساتھ جنت میں رہیں گے۔ بہن بنتی ہے تو بھائی سے زیادہ

ہمدردی کرتی ہے۔ بیوی بنتی ہے تو مرکز عشت، شریکِ حیات، رَبّۃُ البیت، گھر کی ملکہ بن کر باعث بقائے نسل ہوتی ہے اور جب ماں بنتی ہے تو سب سے زیادہ قابل احترام ہو جاتی ہے۔ اولاد کی جنت اس کے قدموں کے نیچے رہتی ہے۔ یہ سب کچھ اسی وقت ہے جب کہ یہ اسلامی زندگی بسر کرے۔ احکام خدا اور رسولؐ پر قایم رہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلم بیوی کو صحیح اسلامی بیوی بنادے۔ آمین۔

کل صبح تریم میں چونکہ سید حسن بن عبداللہ الکاف کی فاتحہ ہے۔ اس میں شرکت کرنے کے لئے انشاءاللہ تعالےٰ نماز فجر سے پہلے ہی یہاں سے روانہ ہونے کا خیال ہے۔

۲۳ محرم شنبہ واپسی از مشطہ

رات میں آرام سے نیند آئی۔ فجر کی نماز پڑھکر قہوہ پیا۔ اور سید محمد بن محفار سے رخصت لے کر روانہ ہوگیا۔ صبح (۶) بجے سید ابوبکر صاحب کے مکان پر آگیا۔ اوپر سے دیکھ کر فرماتے ہیں "اَنْتَ یَا عَلِی" مکان میں داخل ہوا ناشتہ ہو رہا ہے۔ مجھ سے فرمایا چلو جلدی منھ ہاتھ دھو کر ناشتہ کے لئے آجاؤ۔" بڑی محبت کی باتیں کیں کہنے لگے" اب تم خوب جی بھر کر وہاں رہ چکے ہو۔ کچھ تکلیف تو نہیں ہوئی؟ میں نے کہا" آپ کی دعا سے بالکل آرام سے رہا" پھر اپنے ساتھ موٹر میں لے کر قبرستان کو زیارت کے لئے گئے۔ بعد زیارت سید حسن بن عبداللہ الکاف مرحوم کے مکان پر گئے۔ یہاں تمام سادات اور مشائخوں کا مجمع تھا۔ قبرستان میں بھی سب سادات و مشائخ آئے تھے مگر

وہاں ان سے ملاقات کا موقع نہ ملا۔ یہاں مکان پر ملاقات ہوئی بڑی
بڑی بزرگ ہستیوں کو دیکھنے کا موقع ملا۔

طریقۂ ضیافت یہاں کھانے کی دعوت بھی تھی جس سے یہاں کی دعوتوں
کا طریقہ اور رواج معلوم ہوا۔ پہلے کے بعد دیگرے لوگ
وقت پر جمع ہوتے گئے۔ اپنے مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے یعنی پہلے بزرگ
منصب، عالم و مشائخ وغیرہ پھر ان کے چھوٹے۔ اس طرح سارا مکان بھر گیا
مگر اس ترتیب سے بیٹھے ہیں کہ گول گول حلقے بنتے گئے۔ اس کے بعد چند خادمین
لوٹا اور سیلابچی لے کر ہاتھ دھلانے لگے۔ پھر ایک ایک بوریہ کا گول تفال
(دسترخوان) ہر حلقہ میں بچھا دیا گیا اور کھانے کی بڑی مشقاب ہر دسترخوان
کے درمیان رکھ دی گئی۔ اور سالن کے کٹورے بھی۔ حلقے کے سامنے لوگ
مشقاب میں اپنے اپنے سامنے والے حصہ میں سالن ڈال کر کھانے لگے۔
اور یہی مسنون طریقہ بھی ہے۔ کھانا شروع ہوتے ہی ایک مشقاب
بھرے ہوئے گوشت کی ہر حلقے کے بزرگ کے پاس آتی ہے۔ وہ بزرگ
اپنے دست مبارک سے ہر شخص کو گوشت ڈالتے جاتے ہیں۔ بہر حال
اس طرح سے کھانا ہوا۔ پھر سب اسی طرح اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ پہلے
دسترخوان برخواست کیا گیا۔ پھر سب کے ہاتھ دھلائے گئے۔ اس دعوت
میں کسی قسم کا شور ہوا نہ پکا را۔ اس قدر خاموشی سے سربراہی کی گئی
کہ تعجب ہوا۔ یہاں سے سید عبدالرحمن صاحب کو لے کر سید عبد اللہ بن
علی المشہور کے مکان گیا۔ شجرہ کو دیکھا تو ابھی کچھ حصہ لکھنا باقی ہے
کہنے لگے کہ ابھی آپ یہاں کچھ روز رہیں گے؟ میں نے کہا میں تو آج ہی
جانے تیار ہوں۔ کیوں کہ زیارتیں تو کریں۔ اب صرف آپ کے

شجرہ نسب کے نقشے تیار ہے۔ براہ کرم جلد اس کو ختم کر کے مجھے دے دیجئے۔
معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ابھی دو تین روز لگیں گے۔ سید عبداللہ بن علی
نے بڑی عمدہ چائے بنائی۔ چائے پی کر سید ابوبکر کے گھر آ گیا۔ یہاں
سید صالح بن عیدروس الحامد سے جنہوں نے عینات میں دعوت کی
تھی مگر خود وہ مرحوم کی میت میں شریک ہونے کے لئے تریم آ گئے تھے
ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ سید احمد بن ہادی الحداد بھی ہیں۔
ان دونوں صاحبوں نے میری موجودگی میں عینات میں نہ رہنے
کا بہت افسوس کیا۔ خصوصاً سید صالح بن عیدروس سے تو اردو
میں گفتگو رہی۔ انہوں نے ہمارے مال یعنے کھجور کے درخت، مکان
اور قوارئط کے متعلق دریافت کیا کہ کیا "آپ نے ان سب کی
کچھ خبر بھی لی کہ کہاں ہیں اور کس حالت میں ہیں؟" میں نے کہا
"مکان ٹوٹا جا رہا ہے۔ اس کو میں نے دیکھا بوسیدہ ہوتا جا رہا ہے۔
نہ اس کی مرمت ہے نہ داغ دوزی۔ کھجور کے درختوں کا تو یہ حال
ہے کہ ایک خادم منصب چل کر چند چیدہ چیدہ درخت دکھلا دئیے۔
باقی کا پتہ نہیں۔" سید صالح بن عیدروس نے کہا "وہاں آپ کے
بہت درخت ہیں۔ آپ کو دکھلائے نہیں گئے۔ آپ کے وکیل کو
سب معلوم ہے"

قوارئط | قوارئط وہ مال ہے جو سیدنا الشیخ ابوبکرؒ و سیدنا
الحسینؒ و سیدنا احمد بن الحسینؒ و سیدنا سالم بن احمد
بن الحسینؒ کے نام دیگر بلاد سے بطور نذرانہ آتا ہے۔ مثلاً کھجور،
جَو، گھی، تیل اور دیگر کھانے کی اشیاء اور نقد رقم بھی آتی ہے

یہ تمام نذرانہ پورے کا پورا ان کی کل اولاد میں تقسیم ہوتا ہے۔ چنانچہ سید صالح بن علوی کا حصّہ اس میں سے نکلتا ہے اور آپ کے وکیل سیّد محمد بن سقاف اس کو حاصل کر لیتے ہیں؛ اور یہ مشہور کر رکھے ہیں کہ حیدر آباد کی ریاست سے وکیل مذکور کے نام کچھ تنخواہ مقرر ہے۔ ورثاءِ صالح بن علویؒ وہاں حاصل کر لیتے ہیں اور اس کے معاوضہ میں آپ لوگ اپنا ترکہ ان کو دیدیۓ ہیں۔ یہ سن کر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ اور یہ قصّہ سارا سید احمد بن ہادی الحداد نے سنایا جو آل شیخ ابوبکر بن سالمؒ کے وکیل ہیں۔ سید صالح نے کہا کہ سید محمد السقاف اسی وجہ سے حیدر آباد نہیں جانا چاہتے کہ آپ حضرات انکو پکڑ لیں گے اور اپنا مال طلب کریں گے۔ ان کو آپ لوگوں سے بہت خوف لگا ہوا ہے"۔ میں نے کہا "ایسے خائف ہونے والے انسان ایسا کام ہی کیوں کرتے ہیں۔ ایک نہ ایک دن ضرور گھٹیں گے۔ یہاں نہیں تو وہاں ضرور جواب دینا ہوگا۔ علاوہ ازیں انھوں نے ہمیں سمجھا ہی نہیں۔ وہ ہم سے اب بھی ایمان داری سے رہیں تو پُرانے تعلقات کو قایم رکھا جا سکتا ہے۔ مگر وہ تو ہمیں اپنے وطن سے ایک لحاظ سے بے دخل کر دینا چاہتے ہیں۔ جب ہمارا وہاں نہ مکان رہے گا اور نہ کچھ مال نہ حصّہ، نہ نام و نشان باقی رہے گا تو پھر ہم کو عینات میں کون پہچانے گا اور جب ہم عینات میں رہنا چاہیں گے تو نہ وہاں ہمارا گھر رہے گا نہ مال۔ یقیناً اس طرح انھوں نے ہمارے ساتھ نہایت بُرا سلوک کیا"۔ اکثر حضرات کی اور میری بھی یہی رائے ہے کہ

کسی دوسرے کو وکیل مقرر کیا جائے اور اُن سے اپنے قدیم کاغذات کی بناء پر جائزہ دلوا دیا جائے۔

عینات سے قریب معتبر، مستعد اور محنتی آدمی سید ابو بکر بن شیخ الکاف ہیں۔ ان سے درخواست کریں کہ ہماری وکالت قبول کریں۔ ان کو مجھ سے بہت محبت ہو گئی ہے۔ اگر میں اصرار کروں تو غالباً قبول فرمائیں گے اور اپنے کسی کاروباری سے کام لیں گے۔ مگر ابھی حضرت والد صاحب قبلہؒ کو اصل واقعات کا علم ہی نہیں ہے۔ جب یہ تمام واقعات گوش گزار کئے جائیں گے تو مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور میری رائے کو پسند فرمائیں گے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ سید عبدالرحمٰن صاحب آ گئے اور فرمانے لگے کہ حبیب عبداللہ بن علوی الحداد کے منصب سید عبداللہ بن محمد الحداد ہیں، اُن سے ملنے چلو۔ ان کے ساتھ ہو لیا۔ منصب کے مکان کے قریب ہی ایک مسجد ہے جہاں حبیب عبداللہ بن علوی الحداد کا مصلیٰ اور تسبیح ہے جہاں وہ اکثر عبادت کیا کرتے تھے۔ وہاں میں نے بھی دو رکعت نفل ادا کی۔ اور ان سب کی زیارت کی۔ یہاں سے عصر کی نماز پڑھ کر منصب کے حضرۃ والے مکان کو گئے۔ پہلے انہوں نے فاتحہ پڑھی، اور پھر حبیب عبداللہ بن علوی الحداد کی کلاہِ مبارک اپنے سر پر رکھی۔ پھر میرے سر پر رکھی اور دُعا کی۔ یہاں سے وہ اپنی قیام گاہ کو لے گئے۔ یہاں بڑی خاطر کی۔ قہوہ، کھجور، اور گُلگُلوں کی ضیافت کی۔ پھر دُعا دی۔ پھر فرمایا "میں تم کو اس طریقہ کی اجازت دیتا ہوں"۔ میں نے فوراً دست بوسی کی۔ انکے پاس

عبدالرحمٰن بن محمد باحرمی سے ملاقات ہوئی۔ صاحب مذکور نے حبیب عیدروس بن حسین العیدروس کی جب کہ وہ تریم میں قیام پذیر تھے بڑی خدمت کی تھی۔ انھوں نے حبیب صاحب قبلہ کو سلام عرض کروایا ہے۔ یہاں سے سید علوی بن عبداللہ بن عیدروس بن شہاب کے گھر گیا۔ یہاں سید عبداللہ بن علی بن شہاب سے بھی ملاقات ہوئی۔ سید عبداللہ بن علی معمر بزرگ ہیں۔ سید مصطفےٰ بن ابوبکر بن شہاب کی شکایت فرما رہے تھے کہ ان کو تاکید سے کہو کہ اپنے وطن آکر اپنا گھر، اپنا مال اور اپنی بیوی کی خبر لیں۔ آج کئی سال سے چلے گئے ہیں۔ بیوی بے چاری باعصمت بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے کہا آپ کا پیام ضرور ان کو پہنچا دوں گا۔ فرمانے لگے کہ بڑا اجر ہو گا۔ سید علوی بن عبداللہ (۳۵-۴۰) کی عمر میں ہوں گے۔ مگر علم ظاہری، باطنی میں شہرت ہے۔ صورت سے بھی نیکی ٹپکتی ہے۔ ان سب حضرات نے میرے لئے دعا کی اور فاتحہ پڑھی۔ سید عبداللہ بن علی نے فرمایا کہ سیدنا شیخ علی بن ابی بکر السکران کی مسجد میں اذان دینا بہت ثواب ہے۔ وہاں ضرور اذان دو۔ مغرب کا وقت بھی قریب تھا۔ مسجد مذکور میں اذان دی۔ سننے والوں نے تعریف کی۔ نماز پڑھ کر گھر واپس آیا۔ رات کا کھانا کھا کر سو گیا۔

۲۴ محرم یکشنبہ رات میں بہت گرمی رہی۔ اچھی طرح نیند نہ آئی۔ آج صبح ناشتہ کے وقت سید ابوبکر صاحب سے ہمارے مال وغیرہ کی نسبت گفتگو رہی۔ میں نے ان سے کہا "آپ کو وکیل بنانا چاہتا ہوں۔ ہم کو آپ سے بہتر اور کون مل سکتا ہے؟

یہ سُن کر فرمانے لگے کہ "یہ کام مجھ سے کیسے ہوسکتا ہے؟ میں تو یہاں ہوں۔ ہاں اس کام کو سید احمد بن ہادی انجدار بخوبی انجام دیسکیں گے" میں نے کہا "میں کسی کو نہیں جانتا۔ آپ جس کو چاہیں اپنا قائم مقام بنائیں، ہم تو آپ ہی کو وکیل کرتے ہیں" سید ابوبکر صاحب نے فرمایا کہ سید عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن شہاب جو ابوبکر بن شہاب کے بھتیجے اور داماد بھی ہوتے ہیں۔ ان سے بغرض ملو غالباً وہ سید مرتضیٰ بن ابوبکر بن شہاب کے نام خط بھی لکھدینگے ہمارے رہبر سید عبدالرحمٰن صاحب کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ وہ آتے ہی ان کے ساتھ سید عبدالرحمٰن بن شہاب کے گھر گیا۔ ان کے گھر سے لگا ہوا مکان سید ابوبکر بن شہاب کا ہے۔ جس کے وارث ان کے صاحبزادے مرتضیٰ بن ابوبکر ہیں اور اس وقت اس مکان میں مرتضیٰ کی اہلیہ رہتی ہیں جو سید عبدالرحمٰن صاحب کی ہمشیرہ ہوتی ہیں۔ سید عبدالرحمٰن صاحب بہت خلیق ہیں اور حیدرآباد بھی آئے تھے۔ حضرت والد صاحب قبلہ کو جانتے ہیں۔ اس وقت ان کے پیر کو کچھ صدمہ پہنچا ہے جس کی وجہ سے پٹی بندھی ہوئی ہے اور تکلیف بھی ہے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ "آج آپ ہمارے پاس رہیں" میں نے کہا "کل یہاں سے روانہ ہونے کا خیال ہے۔ اس لئے معاف فرمائیے" بہت اصرار کیا اور کہا کہ "کم از کم آج دوپہر کا کھانا تو ہمارے پاس کھا لیجئے" میں نے کہا "میں سید ابوبکر الکاف کے پاس ٹھیرا ہوں۔ ان سے اجازت لے کر آتا ہوں" سید ابوبکر صاحب سے اجازت لے کر انکے پاس

جانے سے پہلے سید زین بن حسین بن محمد بالفقیہ جو صاحبِ رشفات عہ
ہیں اور سید عبدالرحمن بن عبداللہ بن احمد بالفقیہ کے [illegible]
ان سے ملاقات کی اور رشفات کو بھی دیکھا۔ پھر خود پڑھ کر بھی حصّہ
سنایا۔ اس کتاب کی بناء اور وجہ بیان کی۔ یہاں سے سید عبدالرحمن
بن شہاب کے گھر گیا۔ ان سے بہت دیر تک گفتگو کی۔ پھر شیخ طیب
السا سی بھی تشریف لائے۔ مختلف مسائل پر گفتگو رہی۔ پھر کھانا
آیا تو ہندوستان کی کچھ بو باس تھی، پراٹھے بھی دکھائی دیے، قیمے
سالن بھی کھانے میں آئے۔ کھانا بہت پرتکلف تھا۔ الحمدللہ اچھا
کھایا۔ پھر بابا جی کا ذکر چلا۔ انھوں نے بہت افسوس کرتے ہوئے کہا کہ
"آج ایک سال سے ہمارے خطوط کا جواب تک نہیں۔ تعجب یاد رہے
ہیں۔ آپ ان سے کہیے کہ یہاں تمہارا مکان ہے، تمہاری بیوی ہے
تمہارا مال ہے اس قدر بے پروائی ہو تو کیسے؟ آج تقریباً ۱۲ سال
سے ان کا پتہ نہیں۔ اب تو مکلا سے تریم تک موٹر بھی جاری ہو جائیگی
گویا شہر سے آدھے دن کا راستہ ہے۔ ان سب چیزوں کا خیال کرتے
ہوئے ان کو ایک بار تو آنا چاہیئے۔ میں نے کہا خود ستر زیادہ ہوگا تو
تو نہیں ہے۔ پھر بھی کسی ذریعہ سے ملاقات ہو جائے گی۔ تب ان تک
آپ کا پیام دوں گا اور یہاں کے واقعات انھیں ضرور کہوں۔ خدا کرے کہ

عہ الرشفات۔ ایک عربی نظم ہے جس میں حضرت رسول مقبول
علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیت عظامؓ کی تعریف ہے حضرت
اور بیک صفت ہیں یہ قصیدہ بہت ہی مقبول ہے لحاظ کلام اور ادب کے یہ
قصیدہ لاجواب ہے۔ ۱۲

ان کو ہدایت ہو" اور "وَ لِنَفْسِكَ حَقٌّ وَ لِزَوْجِكَ حَقٌّ" پر متوجہ ہوں
میرے کہنے پر انھوں نے ان کے نام ایک خط لکھ دیا۔ سید عبدالرحمن بن شہاب
کا ایک لڑکا تقریباً (۵-۶) سال کا ہوگا جو سید مرتضیٰ بن ابوبکر کا حقیقی
بھانجہ ہوتا ہے۔ اس سے جب میں نے کہا "تم میرے ساتھ حیدرآباد چلو
اور اپنے ماموں جان کو اپنے ساتھ یہاں لے آؤ" تو وہ بچہ فوراً اپنے والد
اور والدہ سے اجازت لے کر تیار ہو گیا اور کہنے لگا کہ "میں ضرور چچا کے
ساتھ جاؤں گا" یا ضد کرنے لگا۔ مگر اس سے ان لوگوں نے کہا "چچا ابھی
نہیں جا رہے ہیں، چار دن کے بعد جائیں گے اور تم کو ضرور ساتھ لیجائیں گے"
شیخ طبیب پوچھتے ہیں "کیا ماں باپ کو چھوڑ کر جاؤ گے" تو کہتا ہے
"ہاں ضرور جاؤں گا" اور میرے پاس ہی بہت دیر تک بیٹھا رہا۔
عصر کی نماز کے بعد سید عبدالرحمن الکاف تشریف لائے، ان کے ساتھ
سید علی بن احمد بن جنید کی خدمت میں گیا۔ بڑے مقدس بزرگ ہیں
ان سے دعا طلب کی۔ بہت خوشی سے فاتحہ پڑھ کر دعا دی۔ ان کے
پاس سید احمد بن عبدالرحمن السقاف ساکن سیئون بھی تھے، مگر
سید جنید نے خود سید احمد بن عبدالرحمن سے کہا کہ آپ بھی فاتحہ دیجئے
پھر سید احمد نے بھی فاتحہ دی۔ یہ بڑے پایہ کے بزرگ ہیں۔ انھوں
نے بھی دعا دی۔ یہاں سے سید عبدالرحمن الکاف کے گھر آیا۔ ان کا
گھر مقبرہ سے قریب ہے۔ اس مکان کی پشت پر حبیب عیدروس
بن حسین العیدروس حیدرآبادی کا بھی مکان ہے مگر وہ گر گیا تھا
پھر دوبارہ تیار کیا جا رہا ہے۔ ایک حصہ تو تقریباً تیار ہو گیا ہے
ابھی تعمیر جاری ہے۔ عبدالرحمن بن محمد باحرمی کی زیر نگرانی تیار

ہو رہا ہے، یہاں سے مقبرہ گیا۔ آج بھی ہر جگہ اطمینان کے ساتھ
فاتحہ دی۔ مغرب کے قریب گھر واپس آ گیا۔ شیخ عبد الرحمن و شیخ علی
بن احمد باوزیر سے بھی ملاقات ہوئی۔ شیخ علی بحرا شحر بندر جانا چاہتے
ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کل تک سب انتظام ہو جائے گا تو یہاں سے
روانہ ہو جاؤں گا۔ عشاء کی نماز سیدنا عبد الرحمن سقاف کی مسجد
میں پڑھی۔ اس کے بعد حضرۃ میں شریک رہا۔ ہر دو شنبہ کی رات کو
یہاں حضرۃ ہوا کرتا ہے۔ بڑی خیر و برکت رہتی ہے۔ بانسری بجتی
ہے دف بجتے ہیں، قصیدے پڑھے جاتے ہیں، ذکر ہوتا ہے۔ یہاں
سے واپس آنے تک سید ابوبکر الکاف اور دیگر احباب منتظر تھے میرا
انتظار کرتے بیٹھے ہیں۔ کھانا نکالا ہے۔ سید ابوبکر صاحب نے اسقدر
خاطر کی کہ مجھے شرمندہ ہونا پڑا۔ کھانے کے بعد عمر بن ابوبکر بن عبد اللہ
بن علوی بن سالم العیدروس سے ملاقات ہوئی۔ صاحب موصوف
حبیب محضار، حبیب علی، حبیب عبد القادر اور حبیب محمد بن
احمد بن علوی بن سالم العیدروس کے بھتیجے ہوتے ہیں۔ اور دوسرا
قریبی رشتہ یہ کہ ان کی والدہ بستی شفا نور بنت احمد بن علوی
ان حضرات کی ہمشیرہ ہوتی ہیں۔ خود سالم بن ابوبکر بھی حیدرآباد
کو آئے تھے۔ اور ان سب حضرات سے ملاقات کی تھی، اسوقت
ان کی والدہ کی عمر (۹۰) سال سے تجاوز کر گئی ہے۔ یہ کہتے تھے کہ
ان کے تمام ماموں مل کر اپنی ہمشیر کی اس آخر عمر میں تو کچھ خدمت
کریں۔ خدا نے ان کو وہاں بہت کچھ دے رکھا ہے۔ ایک خط بھی
لکھ دیا۔ حبیب محضار مرحوم کے انتقال کی خبر سے جو انکو پہلے سے

بھی بہت افسوس کیا۔ ان کا مکان بلد آلبور میں سیئون اور تریم
کے درمیان مگر سیئون سے قریب ہی واقع ہے۔ ان کے جد اعلیٰ کا
بسایا ہوا ہے۔ صرف سید احمد بن علوی العیدروس یہاں سے
ہندوستان آئے تھے۔ باقی ان کے تمام اجداد یہیں (بلد آلبور میں)
ہیں۔ حضرت سیدنا عبید اللہ بن احمد بن عیسیٰ المہاجر کا مزار شریف
بھی بلد آلبور ہی میں ہے اور حضرت سیدنا علوی بن عبید اللہ بن
احمد بن عیسیٰ المہاجر کا مزار شریف تو اسی بلد میں ہے۔ تمام
سادات حضرمی سادات باعلوی کے نام سے جو مشہور ہیں وہ
آپ ہی کی وجہ سے ہیں۔

۲۵ محرم دوشنبہ رات میں خنکی رہی۔ صبح ناشتہ کے بعد سید ابوبکر
بن شیخ نے فرمایا کہ آج چلنے کا مصمم ارادہ ہے؟
میں نے کہا "اگر آپ اجازت دیں تو بہتر ہے"۔ الحمد للہ میرے
اصرار کو دیکھ کر انھوں نے اجازت دے دی۔ سامان خورد و نوش وغیرہ
کا انتظام کیا گیا۔ راستہ طویل ہے۔ تقریباً (۸) روز کا ہے۔ اس لئے
کھانے پینے کا انتظام معقول کرنا پڑا۔ مرغ وغیرہ یعنی روٹی وغیرہ
بھی کچھ تو ساتھ کر دی گئی اور کچھ راستہ میں لینے کا انتظام کیا گیا۔
شیخ علی باوزیر بھی ساتھ ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سمجھتا ہوں کہ [illegible]
سید ابوبکر صاحب نے ایک بدوی کو بلا کر میرے سامنے تاکید
کی کہ مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ شیخ علی باوزیر کو بھی تاکید
کی تو انھوں نے کہا "میں تو ان کے جد کا خادم ہوں۔ آپ کے
کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہر طرح میں خدمت کے لئے حاضر ہوں۔"

سید احمد و سید حسین مصری حضرات سے بھی محبت ہو گئی ہے۔ سید احمد
نے تو اپنا فیملی گروپ بھی دکھلایا۔ اور اپنی بیوی اور بچوں کے
فراق کا بڑا افسوس کیا۔ یہ دونوں آپس میں دوست اور نہایت
شریف ہیں۔ ان سے اکثر مصر کے حالات معلوم ہوتے رہے۔ عصر
کی نماز کے بعد سامان کی باندھا بوندی ہوئی۔ پھر سب سے ملاقات
کر لی۔ ہر شخص یہی کہتا ہے کہ دوبارہ پھر آؤ۔ یہ تمہارا وطن ہے
سید ابو بکر صاحب نے بڑی تاکید فرمائی کہ حیدرآباد سے ضرور خط
لکھا کرو۔" اور فرمانے لگے "تمہاری خاطر جیسی چاہیئے نہیں کی گئی۔
معاف کرو" میں نے کہا اس کے جواب میں بجز شرمندگی کے اور کوئی
شئے میرے پاس نہیں۔ باہر کی بیٹھک تک مجھے چھوڑنے آئے۔ سید
عبدالرحمن صاحب کے ساتھ مقبرہ کو گیا۔ اور میرا گدھا اور سامان
وغیرہ وہیں لانے کو کہہ دیا گیا۔ راستہ میں شیخ محمد بن طیب المساعی
سے بھی ملاقات ہوئی۔ فرمانے لگے کہ "ہم کو محروم رکھ کر جا رہے تھے"
لپٹ گئے۔ ان کے ساتھ سید حسین بن محمد باعبود نوجوان کھڑے
ہوئے تھے۔ ان سے بھی تعارف ہوا۔ سید علی صاحب نے حضرت
حبیب عیدروس بن حسین العیدروس کی خدمت میں سلام عرض
کرنے کو کہا۔ پھر فاتحہ کے لئے مقبرہ کو گیا۔ عجب منظر تھا۔ تمام اجداد
کی مزاروں پر فاتحہ پڑھ کر ان سب سے رخصت حاصل کی۔ شہر کے
دروازہ کے باہر تک پیدل ہی چلتا گیا۔ سید عبدالرحمن صاحب
بھی میرے ساتھ پیدل چل رہے ہیں۔ بہت کہہ رہا ہوں کہ یہیں سے
رخصت کیجئے۔ نہیں مانتے۔ ان کے ہر فعل سے محبت ٹپک رہی ہے۔

یہ حضرات دل سے کبھی نہیں بھلائے جا سکتے۔ بہر حال شیخ علی باوزیر اور میں دروازہ کے باہر ہو کر سید عبد الرحمٰن صاحب اور شیخ عبد الرحمٰن باوزیر سے جو شیخ علی کے بڑے بھائی ہیں، رخصت ہوئے تو سید عبد الرحمٰن صاحب اذان دینے لگے۔ شیخ علی باوزیر نے اسی بدوی کا اونٹ جو میرے ساتھ ہے اور جس بدوی کا نام سعید باسلامہ ہے کرایہ پر لیا ہے۔ میرے ساتھ کا سامان اسی اونٹ پر کرایہ پر رکھا گیا ہے۔

روانگی از تریم برائے مکہ ۲۵ محرم دوشنبہ

شام کے ۴ بجے ہوں گے تریم سے روانہ ہو گئے۔ رات کے ۸ بجے ضنبر الشیخ کے حمہ پر ٹھیر کر پانی بھر لیا۔ اونٹ اور گدھے کو بھی پلا لیا۔ کیوں کہ آگے پانی دور تک نہیں ہے۔ پھر یہاں سے قندیل جلا لی گئی اور روانہ ہو گئے۔ رات اندھیری ہے۔ دو طرف پہاڑ ہیں، کہیں کہیں کتوں کی آواز آ رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قریب میں کچھ آبادی ہے۔ رات کے گیارہ بجے شعب الطلاق پر عبد الجابر کے پاس قیام کیا۔ رات زیادہ ہو گئی تھی۔ عبد الجابر نے بیٹے کھجور لائے ہیں۔ قہوہ کے ساتھ صرف بسکٹ اور کچھ کھجور کھا کر سو گیا۔

۲۶ محرم سہ شنبہ

رات کو بمشکل دو ڈھائی گھنٹہ سونے کا موقع ملا ہو گا کہ سعید بدوی نے ہم کو اٹھا دیا۔ یہاں سے ۳ بجے روانہ ہو گئے۔ نیند کا غلبہ ہے۔ اندھیری رات ہے۔ گدھے پر سوار ہوں۔ جھونکے پر جھونکے آ رہے ہیں۔ ایک دفعہ تو گرتے گرتے بچ گیا۔ بڑی دیر کے بعد پو پھٹی۔ اجالا ہوا۔ پھر بھی ابر کی وجہ سے بہت دیر تک دن روشن نہ ہوا۔ ٹھنڈا وقت ہے

ہوا میں بھی سردی ہے نیند کے غلبہ کے سوا چلنے میں اور کوئی تکلیف دہ چیز نہ تھی۔ صبح نماز پڑھی اور پھر چلنے لگے۔ حتیٰ کہ ½ ۸ بجے مقطعہ پر قیام کیا۔ اس راستہ میں کہیں آبادی نہیں ہے۔ وادی کے بیچ میں پتھریلا راستہ ہے۔ پہلے لیموں کا شربت پیا۔ پھر کھانا پکا۔ خشکہ اور اسی میں لحم مچھلی پڑی ہوی ہے۔ تھوڑا کھایا۔ پھر سو گیا۔ پہاڑ کے دامن میں چھاؤں ہے۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ ایک دو گھنٹہ نیند آئی۔ پھر دھوپ نے جگا دیا۔ اسی طرح کچھ دیر وقت گزار کر دو بجے شیخ باوزیر نے چاء بنائی۔ چائے پی کر یہاں سے روانہ ہو گئے۔ مغرب سے پہلے بالعقید سے پانی لے آئے۔ یہاں سے پانی پہاڑ کے اوپر دور واقع ہے۔ جانوروں کو بھی پلا لیا۔ پھر رمیضہ پر رات کے ۸ بجے پہنچے اور یہیں قیام کیا۔ یہ بدوی احمد بدوی کی طرح نہیں ہے جو مکہ سے دوعن تک نہایت آرام سے لے آیا تھا۔ کھانا سالن وقت پر خود پکاتا تھا۔ مگر اب شیخ علی باوزیر کے ذمہ یہ سب کام لگے ہیں۔ انکی وجہ سے مجھے بہت آرام مل رہا ہے۔ اس راستہ میں پانی کی بڑی قلت ہے۔ شیخ علی باوزیر نے کھانا پکایا۔ ریت پر بچھونا کر دیا۔

۲۷ محرم چہارشنبہ — رات میں نیند اچھی آئی۔ مگر وہی کل کی طرح آج بھی (½ ۲) بجے رات اٹھا دیا گیا اور قریب ۳ بجے روانہ ہو گئے۔ آج کا یہ راستہ بہت خراب ہے اس اندھیرے میں اکثر پہاڑی کے نصف نصف حصہ تک چڑھنا اترنا پڑتا ہے۔ خاردار درختوں اور پتھروں سے بیر چھیلے جا رہے

ہیں۔ چھوٹے پتھروں پر اکثر گدھے کا پیر پھسل بھی جاتا ہے۔ مگر یہ مرحلہ کچھ زیادہ دیر تک نہ رہا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد وادی سے نکل کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اوپر آنا ہی تھا کہ ٹھنڈی ہوا سے مقابلہ کرنا پڑا۔ یہاں بھی اکثر جھڑمعاڈ کے آثار ہیں مگر زیادہ نہیں۔ حصر حیرو کے پاس سے موٹر کا راستہ دیکھا جو بہت دُور تک چلا گیا ہے مگر ہمارا راستہ دوسرا تھا۔ اس لیے اس راستہ کو چھوڑ دیا۔ حصر حیرو کا میدان نہایت مسطح اور قابل کاشت ہے مگر وہاں کاشت کے کوئی علامات نہیں پائے جاتے ہیں۔ ۹ بجے کریف القضاء پر پہنچے۔ یہاں ایک درخت کے نیچے قیام کیا۔ بسکٹ چائے کا ناشتہ کیا۔ گرمی کی وجہ سے پیٹ میں کچھ مروڑ سا معلوم ہو رہا ہے۔ میں نے شیخ علی سے کہا کہ "یہاں اگر دودھ مل جائے تو ضرور خرید لینا"۔ انھوں نے کہا "اس وقت یہاں کون دودھ لے آئے گا"۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی ہے کہ ایک بدویہ ہماری طرف چلی آرہی ہے۔ پہلے شیخ سے گفتگو کر کے میرے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا "کیا آپ کو دودھ کی ضرورت ہے؟" میں نے کہا "اگر مل جائے تو بڑی مہربانی ہوگی" تو کہا دودھ تو نہیں ہے بلکہ دہی مل جائیگا۔ میں نے کہا "وہ تو دودھ سے بھی بہتر ہے" یہ سن کر پہاڑوں میں دوڑتی گئی اور فوراً دہی لا دیا۔ خشکہ کے ساتھ دہی ملا کر کھایا جو دوا کا کام کیا۔ آج دھوپ کا زور ہے۔ ایک چھوٹے سے درخت کے سایہ میں لیٹا ہوں۔ دھوپ چھن چھن کر آرہی ہے دو بجے تک اسی سایہ میں گزارا کیا۔ پھر لیموں کا شربت پی کر

مٹکوں میں پانی بھر لیا اور یہاں سے روانہ ہوئے۔ روانہ ہونے سے پہلے میں اس بَردِیّہ کو کچھ قرش دینے لگا تو اس نے لینے سے انکار کیا اور کہا "حجیب! تم میرے لئے دعا کرو اور اپنے جد سے عرض کرو کہ "آپ کی ایک خادمہ آپ کی یاد میں پڑی ہوئی ہے وقتِ آخر اس کو نہ بھولنا"۔ پہاڑوں میں رہنے والی ایک عورت بَردِیّہ کا یہ عقیدہ اور اس کی محبت کو دیکھ کر میں بہت متاثر ہو گیا۔ اس کے لئے رُو رُو کر دُعا کی، اور وہ کبھی میری داہنی طرف آکر گھٹنے کو بوسہ دیتی تو کبھی بائیں طرف آکر بوسہ دیتی۔ سر سے پاؤں تک سیاہ برقعہ اور منہ پہ نقاب پڑا ہوا۔ اندر سے صرف دو آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ دُور تک ساتھ آئی۔ میرے اصرار پر واپس گئی۔ کیا اللہ کا فضل ہوا کہ ایک گھنٹہ کے بعد ہی ابر چھا گیا ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ پھر تو راستہ معلوم بھی نہ ہوا۔ مغرب سے پہلے چند بدوی ملے۔ جو شہر بندر سے تریم جا رہے ہیں۔ یہاں کھانا پکا رہے ہیں۔ ہم سے بھی بہت کہا کہ یہیں قیام کرلو۔ راستہ میں خوف ہے مگر ہم نے ان کی بات نہ مانی۔ چونکہ ابھی دن تھا اور چلنے میں سہولت تھی۔ نہ گرمی کی شکایت، نہ اندھیرے کی دقت، خیر! عشاء کے قریب ایک بڑا بھاری اُتار آیا۔ اس میں سے اتر کر قریب ۹ بجے ساحل پر پہنچے۔ کھلا میدان ہے ہوا بھی ٹھنڈی چل رہی۔ پہلے قہوہ بنا۔ پھر کھانا پکا۔ رات زیادہ ہو گئی تھی، نیند کا غلبہ تھا۔ کھانے کو جی نہ چاہتا تھا۔ مجبوراً ایک دو لقمے کھا کر سو رہے۔

۲۵ر محرم ۱۳۷۳ھ پنجشنبہ رات میں ضرورت سے زیادہ سردی ہوئی۔ چادر کام نہ دی تو بلانکٹ سے مدد لی۔ صبح مشک کا پانی برف کا کام دے رہا تھا۔ آج دھوپ نکلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہوئے۔ چونکہ سُنا یہ منزل زیادہ دُور نہیں ہے۔ قریب (۸½) بجے عین الغیاضات پر پہنچے، اس راستہ میں اکثر چڑھاؤ اتار ہیں۔ مگر زیادہ تکلیف دِہ نہیں۔ عین الغیاضات میں کنواں ہے پہاڑ کے نیچے سایہ دار درّہ ہے۔ یہاں قیام کیا۔ چاء کے ساتھ بسکٹ کھایا۔ پھر کچی تاپکانے کے بعد بدوی سعید نے کہا "حبیب! میری عورت کے لئے دُعا کیجئے کہ وہ موذیوں کے شر سے محفوظ رہے"۔ میں نے کہا "آخر قصہ کیا ہے؟" کہنے لگا آج دو مہینے ہوئے میں نے اُس سے نکاح کیا اور قریب (۵۰۰) سو ریال کے خرچ ہوئے یہ عورت دوسرے قبیلہ کی ہے اب ان کے قبیلہ کا ایک آدمی اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس کے قبیلہ کے لوگ بھی اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اس وقت عورت اپنے ماں باپ کے پاس ہے۔ گو وہ مجھ سے خوش ہے اور وہ مجھے چھوڑنا بھی نہیں چاہتی مگر اس کے قبیلہ کے لوگ مجبور کر رہے ہیں۔ مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ اس کو طلاق دیدو۔ میں نے طلاق دینے سے انکار کیا تو کہتے ہیں تمہارے طلاق دینے کی ضرورت نہیں۔ بچی تو ہماری ہے اور ہمارے ہی پاس ہے۔ ہم اپنے کفو میں جس کو چاہیں کر دیں گے۔ عجیب جاہلوں سے کام پڑا ہے۔ کیا شریعت میں ایسا کوئی حکم مل سکتا ہے کہ میں طلاق بھی نہ دوں تو اس عورت پر طلاق پڑ جائے گی؟"

میں نے کہا ایسا تو نہیں ہونا چاہیئے۔" اس کے جواب میں بدوی کہتا ہے کہ ان جاہل بدویوں کے نزدیک سب کچھ ہو سکتا ہے۔ وہ میرے روپیہ بھی واپس کرنے پر رضامند ہیں مگر میں نے پچاس سال کی عمر کے بعد تو نکاح کیا تھا۔ پچاس سال کی عمر تو پیسہ جمع کرنے میں لگ گئی پھر اس کے پیچھے آٹھ سال طلبِ زوجیت (کورٹ شپ) میں گزار دیے۔ تب کہیں نکاح ہوا۔" ان بدویوں کے پاس بھی کورٹ شپ کا رواج ہے۔ چار۔ آٹھ سال کی ملاقات کے بعد نکاح کی نوبت آتی ہے۔ رقم کی ایسی شرط ہے کہ جمع کرتے کرتے ضعیف ہو جاتے ہیں۔ تب کہیں نکاح ہو سکتا ہے۔ اب اس کو چھوڑ کر دوسری کو منانے تک میری عمر ہی ختم ہو جائے گی۔ اب میں تو اس کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔" میں نے کہا "تم حق پر ہو، خدا تمہاری مدد کرے گا۔"

طلبِ زوجیت

عرب میں خصوصاً بدویوں میں ابھی تک "طلبِ زوجیت" کا رواج جاری ہے۔ یہ عام طور پر اپنے کفو ہی میں شادی بیاہ کرتے ہیں۔ عموماً ایک بھائی کا لڑکا تو دوسرے بھائی کی لڑکی۔ اس طرح خاندان ہی میں شادی کی جاتی ہے۔ جہاں گوشہ پردہ کا سوال ہی نہیں رہتا۔ جب لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کا انتخاب کر لیتے ہیں تو ان میں میل ملاپ بھی ہوتا رہتا ہے۔ میل ملاپ کی یہاں تک نوبت آتی ہے کہ کھانا پینا ایک جگہ، رہنا بسنا ایک جگہ۔

لڑکی والے اپنی بچی کو یہ سکھاتے ہیں کہ لڑکے کی طرف ہمہ تن راغب و مائل رہے۔ اس کی طرف سے کبھی بے پروائی نہ برتے۔

دوسری طرف لڑکے والے اپنے لڑکے کو یہ سکھاتے ہیں کہ لڑکی کی طرف
زیادہ مائل نہ ہو۔ دُور دُور ہی رہے۔ زیادہ گھل مل نہ جائے۔
عورت جب مرد کی طرف اتنا زیادہ مائل رہے گی تو مرد کبھی نہ کبھی
اس کی طرف اپنے نفسانی خواہشات کا اظہار کئے بغیر نہیں رہے گا
اُس وقت عورت اس کو ٹھکرا دیتی ہے اور کہہ دیتی ہے کہ "تجھے
میری ذات سے محبت نہیں بلکہ نفسانی خواہش کی تکمیل تیرا
مقصد ہے۔ لیکن تو میرے کس کام کا؟ ایک دیا نور ہے۔ اس کیلئے
تو میرے باپ سے پوچھ اس کا جب وقت آئے گا وہ ہوگا۔" اس
طرح پاکدامنی کے ساتھ یہ جذبۂ محبت اُبھرتا جاتا ہے۔ اور دو
نوں بغیر کسی خواہش نفسانی کے شائبہ کے تکمیل کو پہنچتے ہیں۔
پھر کبھی کبھی اس آزمائش میں (۸-۱۰) سال بھی لگ جاتے ہیں۔
اس کے بعد [illegible] ان کی شادی قرار پاتی ہے۔ ایسی بے لوث
محبت والے جوڑے میں کبھی نفاق کی صورت کیوں واقع ہوگی؟
شادی ہونے سے قبل اگر کوئی ایک ان میں سے مر جائے تو دوسرا
پھر نکاح نہیں کرتا۔ اور اسی کے عشق و فراق میں گھل گھل کر
خود کو بھی ختم کر دیتا ہے۔

اسی موقع پر ایک واقعہ حضرت پیر و مرشد قبلہؒ سے جو سنا
تھا یاد آگیا۔ اس کا ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا۔ یہ واقعہ حیدرآباد
کا ہے۔ بعض خاندانوں میں اپنی اولادیں بچپن ہی میں نسبت
ٹھہرا دیتے ہیں۔ بچے تو ابھی چھوٹے ہی رہتے ہیں۔ مگر ماں باپ
انتظار نہیں کر سکتے ہیں۔ اتفاقاً ایک خاندان میں اسی طرح نامزدگی

اس کے سوائے کسی دوسرے کو نہیں چاہتی۔ کیسے پاک رسم کی کیا مٹی خراب ہوئی" اَسْتَغْفِرُاللہَ الْعَظِیْم"

تین بجے کے قریب یہاں سے روانہ ہوئے۔ خدا کی عنایت تھی۔ ابر چھا گیا۔ ٹھنڈے ٹھنڈے رات کے (۸) بجے البرقہ پر پہنچے۔ کھانا کھا کر سب نے تک ۱۱ بج گئے۔

[illegible] محرم جمعہ

آج رات کی سردی کل سے کچھ کم نہ تھی۔ تھکا ہوا تھا، سو گیا تو صبح تک نہ اٹھ سکا۔ کل کی طرح آج بھی دن چڑھے روانہ ہوئے۔ اصل یہ ہے کہ اتنی سردی میں رات میں چلنا بہت مشکل ہے۔ آج کی راہ ذرا کٹھن ہے۔ خصوصاً ایک بہت بڑے پہاڑ سے اترنا پڑا۔ اس کے ساتھ چڑھاؤ اتار کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ آج بھی مالک کی بڑی عنایت ہے۔ ابر چھایا ہوا ہے ہوا بھی چل رہی ہے ورنہ آج کی منزل بھی ضرور تکلیف دہ ہوتی۔ دن کے (۱۰) بجے تک چلتے رہے۔ جب کہیں جا کر غاغیل پر پہنچے۔ یہاں ایک کنواں ہے۔ اس کے پانی میں گندھک کا مزہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں گندھک کی کان ضرور ہوگی۔ بسکٹ، انناس کا مربہ اور چائے کے ساتھ قہوہ بھی پیا۔ پھر شیخ علی باوزیر نے کھانا پکایا۔ کھانے کے بعد کچھ دیر ایک درخت کے نیچے سو گیا۔ (۲) بجے یہاں سے روانہ ہو گئے۔ یہ راستہ صبح سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ یوں تو صبح ایک دو گھنٹے اور شام ایک دو گھنٹے پیدل چلا کرتا ہوں۔ مگر آج تو ساری منزل پیدل کٹی۔ گدھے کی پیٹھ پر تو بیلنے زخم ہو گئے ہیں۔ اور راستہ میں پہاڑیوں کا اتار چڑھاؤ کا بھی سلسلہ جاری ہے۔

ہمیں پہاڑیوں میں راس العقبہ پر قیام کیا۔ یہ عجیب ڈراؤنا مقام ہے۔ چاروں طرف کا حصّہ بلند ہے اور نیچے بڑے بڑے عمیق غار ہیں بدوی سعید نے خبر دی کہ میں نے یہاں ابھی ایک سانپ کو بستر کے قریب ہی سے گزرتے دیکھا۔ اس لئے آپ کا بستر یہاں سے بدلتا ہوں" میں نے کہا "اس جنگل اور اندھیرے میں کونسی جگہ بتا سکتے ہو کہ سانپ نہیں ہے؟ خدا کی ذات کا بھروسہ کرو، اور جہاں بستر لگا ہے وہیں رہنے دو"۔ اندھیری راتیں ہیں۔ خوفناک پہاڑیاں ہیں۔ جنگلی قوم، لٹیرے بدوی یہیں آباد ہیں۔ درند، پرند، زہریلے کیڑے پتنگے بھلا یہاں نہ ہوں گے تو کیا شہروں میں ہوں گے؟ اور جو کچھ بھی ہے تو انھیں بدویوں کا۔ بہرحال ایسی حالت میں ہی خدا یاد آتا ہے۔ اور اسی پر بھروسہ اور اسی پر توکل کیا جاتا ہے تو اسباب ظاہری منقطع ہو جائیں تو کیا مگر لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" (الزمر-۵۳) (خدا کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہو) کی حبل الجمیل جس شخص کے ہاتھ میں ہو اس کو پھر کسی شئی کی ضرورت نہیں۔ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق ۳) (جس نے خدا پر بھروسہ کیا۔ بس وہ اس کے لئے کافی ہے)۔

۲۵ صفر شنبہ

رات میں نیند اچھی آئی۔ صبح کی نماز کے بعد ہی یہاں سے روانہ ہو گئے۔ یہ راستہ پہلے سے زیادہ مشکل اور کٹھن ہے۔ بہت سے پہاڑوں پر سے گزرنا پڑتا ہے۔ اتار چڑھاؤں کی بھی کثرت ہے۔ خصوصاً عقبۃ العرشہ جو بہت بڑا پہاڑ ہے۔ اس پر سے وادی میں اترنا پڑتا ہے۔

سادات الحسین بن الشیخ ابوبکر بن سالمؒ آباد ہیں۔ اس کے بعد بلد تبالہ ہے جس میں سرکاری مکان اور درخت ہیں، اور ایک قائم الدولہ (جو نائب سلطنت ہوتا ہے) بھی وہاں رہتا ہے۔ اسی بلد کے مقابل کچھ فاصلہ سے (۷) بجے ہم نے قیام کیا۔ یہاں کا حصہ تو بہت کھلا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ساحل بہت قریب ہے کیونکہ کھانے کے بعد تو سمندر کی آواز بہت زور سے آنے لگی۔ جنگل میں بستر لگا کر سو گئے۔ باوجود خنکی کے نہ معلوم کیا وجہ ہوئی کہ دیر میں آنکھ لگی۔ ابھی اچھی طرح نیند بھی نہ پائے تھے کہ (۱) بجے ایک شخص نے اٹھا دیا۔ ۱½ بجے یہاں سے روانہ ہوگئے۔ رات کی سردی ناقابل بیان ہے۔ ابر چھایا ہوا ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں۔ تاریکی میں راستہ سوجھائی نہیں دیتا۔ گدھے کے پاؤں پھسل پھسل جارہے ہیں۔ اسی طرح بلد شحر کے قریب پہنچے۔ یہاں ایک نہر [illegible] بلد شحر کو آتی ہے۔ اسی نہر میں وضو کیا۔ صبح کی نماز [illegible] پڑھی۔ یہاں سے بلد تبالہ تک موٹر کا راستہ بھی ہے۔

شحر بندر میں داخلہ
۲/ صفر یکشنبہ

قریب (۶½) صبح شحر بندر میں داخل ہوئے۔ دروازہ قدیم زمانہ کا عالی شان ہے۔ اس پر پہرہ لگا ہے۔ ہمارے بدوی کی بندوق یہاں لے لی گئی۔ اس کے بعد کہیں ہمیں شہر میں داخل ہونے کی اجازت ملی۔ شیخ محمد بن عمر بن احمد باشراحیل کے نام سید ابوبکر بن شیخ الکاف نے خط دیا تھا۔ ان کے گھر جا کر ان کو خط دیا۔ انہوں نے خط دیکھا۔ پھر تریم کے حالات دریافت کیے۔ قہوہ روٹی

ناشتہ ہوا۔ میں نے کہا "آج ہی کوئی انتظام ایسا ہو جائے کہ میں مکلا چلا جاؤں"۔ انھوں نے کہا کہ "میں قائم الدولہ سے مل کر دریافت کروں گا۔ اگر ہو سکے تو آپ آج ہی چلے جائیے ورنہ کل تو آپ ضرور جائیں گے"۔ یہاں سے شیخ علی باوزیر کے ساتھ منصب سید عبدالرحمن بن محمد بن شیخ بن احمد بن شیخ ابوبکر بن سالم کے مکان پر گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ مع اپنے اہل و عیال کے بلد تبالہ میں قیام کئے ہوئے ہیں۔ خریف کے زمانہ میں سب اپنے باغوں میں رہا کرتے ہیں۔ ان کے صاحبزادے سید عبداللہ بن عبدالرحمن جو یہاں کے مدرسہ کے صدر ہیں، ان سے ملنے مدرسہ گیا تو وہ بھی وہاں نہیں تھے۔ مدرسہ کے بعض اساتذہ نے مجبور کیا کہ مدرسہ کی تعلیمی حالت وغیرہ کو دیکھوں خصوصاً عمر باصالح نے ہر جماعت کو دکھایا۔ عمارت نہایت شاندار ہے۔ سرکاری باغ ہے۔ بنچ، میز، کرسی اور دیگر فرنیچر بھی نہایت عمدہ ہے۔ اس مدرسہ میں (۱۲) جماعتیں ہیں اور ایک اعلیٰ جماعت ہے جس کو سید عبداللہ ہی پڑھاتے ہیں۔ اس وقت زمانہ خریف کی وجہ سے طالب علموں کی تعداد کم ہے۔ سنا کہ اس مدرسہ میں تین چار سو طلبا تعلیم پاتے ہیں۔ یہ سب کچھ سید عبدالرحمن صاحب کی خاص دلچسپی اور محنت کا نتیجہ ہے، ورنہ معلوم ہوا کہ ان کی زیر سرپرستی میں آنے سے پہلے صرف (۶۰-۷۰) طلبا زیر تعلیم تھے۔ عمر باصالح کو ساتھ لے کر شہید بن عوض مصیقر کے مکان پر گیا۔ یہ وہی مصیقر صاحب ہیں جو جدہ سے مکلا آتے وقت ہمارے جہاز کے ساتھی تھے۔ اور جن سے ہم کو جہاز میں بڑا آرام ملا تھا۔

وہ مجھ کو دیکھ کر بہت خوش ہوگئے اور فوراً اوپر لے گئے جو نہایت سجا ہوا ہے۔ قالین، گدّے تکیوں کا فرش ہے۔ یہاں کا منظر بھی نہایت عمدہ ہے۔ سمندر بھی دکھائی دے رہا ہے کہنے لگے "آپ کے آنے سے میں بہت خوش ہوا"۔ قہوہ، رطب اور حلوہ لے آئے۔ اور آج رات دعوت بھی دی۔ کہا کہ آج میرے والد صاحب قبلہ سفرِ حج و زیارت سے مشرف ہو کر میرے واپس آنے کی خوشی میں مولود کرا رہے ہیں۔ آپ بھی ضرور آئیے۔" اس کے بعد حامد بن عبدالحق الماس حکومت کی طرف سے نائب ہیں، ان کے پاس جا کر موٹر وغیرہ کے متعلق دریافت کرنے کا وعدہ بھی لیا۔ ان کے والد ماجد صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ معمر ہیں۔ مجھ کو بہت دعا دی۔ ان سے رخصت ہو کر سیدنا احمد بن الشیخ ابوبکر بن سالمؒ کی زیارت کی جو سیدنا شیخؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں، ایک گنبد میں ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے ناصر بن احمد اور پوتے احمد بن علی بن ناصر بن احمد اور دیگر ان کی اولاد بھی ہے۔ یہاں فاتحہ پڑھی۔ دعا مانگی۔ پھر شیخ باشراحیل کے مکان پر آ گیا۔ کچھ دیر بعد سید عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبدالصمد الکاف اور شیخ محمد علی کتبی باشں کاتب المحکمۃ الشرعیہ سابق بمکّہ فی حارۃ الباب جو خلیفہ شیخ محمد صالح جوہر ساکن حریضہ کے داماد ہوتے ہیں اور جو اپنے خسر سے ملنے کے لئے سید عبداللہ بن عبدالرحمٰن الکاف کے ساتھ حج کے بعد روانہ ہوئے ہیں، اپنے خسر صاحب کی خیریت سن کر بہت خوش ہوئے۔ سید عبداللہ بن

عبدالرحمن صاحب نے اسی سال حج کیا ہے۔ بڑے اخلاق سے ملے۔
میرا پتہ لکھ لیا۔ اور اپنا پتہ بھی دیا۔ ان کے ساتھ سید عبدالرحمن بن
عبداللہ بن سہل الکاف، و سید احمد بن ابوبکر الکاف بھی حج
میں تھے اور اب یہ سب حضرات [illegible] جا رہے ہیں۔ بڑا اچھا موقع ملا
ہے۔ ڈیرا تیار ہو رہا ہے۔ مجھ سے دریافت کیا گیا کہ راستہ میں [illegible]
یا اور کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ میں نے کہا "خدا کا احسان
ہے کسی قسم کی تکلیف نہیں [illegible] گرمی تو معلوم بھی نہیں ہوئی۔
دیکھئے یہ شیخ [illegible] ان سے بھی دریافت کر لیجئے۔
بہرحال ان [illegible] محسوس ہوتا کہ نہ ان کے پاس ڈیرہ
ہے اور نہ کوئی سفر و سامان [illegible] ایسے کٹھن دشوار گذار راستہ
سے چلے آ رہے ہیں۔ اور پھر کسی قسم کی شکایت بھی نہیں کرتے ہیں
اتنے میں عبدہ شیعقر بھی آ گئے۔ شیخ محمد باشراحیل نے بڑی پرتکلف
ضیافت کی۔ انناس [illegible] اور سفرجل کا مربہ [illegible]
انار، موز، حلوا [illegible] اور قہوہ رکھا گیا۔ اس کے بعد یہ سب حضرات
یہاں سے روانہ ہو گئے۔ جاتے وقت شیخ محمد علی نے کہا کہ بہت
افسوس ہے کہ میں آپ سے ملاقات نہ ہو سکی ورنہ آپ کو اپنے
پاس ہی رکھتا۔ اب جب کبھی آپ [illegible] آئیں یا آپ کے دوست
احباب آئیں تو وہ میرے ہی پاس ٹھہریں۔ اپنا پتہ بھی لکھ دیا
اور میرا پتہ بھی لے لیا۔ کچھ دیر میں سو گیا۔ پھر اٹھ کر شیخ محمد باشراحیل
اور شیخ علی باوزیر کے ساتھ کھانا کھایا۔ عصر کی نماز کے بعد سید
عبداللہ بن عبدالرحمن منصب کے صاحبزادے کے پاس گئے انھوں نے

علی الجنید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ سید
عبداللہ کے آدمی نے میرا تعارف کروایا تو حضرت مجھ سے گفتگو فرمانے
لگے اور میرے آنے کو مقبول فرمایا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر
فرمایا میں فقیر ہوں، اور اللہ غنی ہے۔ وہی دے گا اور خوب دے گا
اپنی ٹوپی اتار کر میرے سر پر رکھ دی، اور تھوڑی دیر تک دعا دی۔
اور فرمایا کہ تمہارے دل میں اخلاص اور محبت ہے۔ خدا تم کو بہت
سرفراز فرمائے گا۔ پھر یہاں کی جامع مسجد میں گیا۔ جہاں سید
حسن بن عبداللہ الکاف کی فاتحہ ہو رہی تھی میں بھی شریک ہوا۔
عشاء کی نماز پڑھ کر محمد باشراحیل کے مکان پر آ گیا۔

۳ صفر ۴۹ھ دوشنبہ | رات کو مچھروں نے بہت ستایا۔ صبح ناشتہ کے
بعد عبید صاحب تشریف لائے۔ ان سے کہا
کہ "ذرا نائب الدولہ کے پاس چلیں اور مکلا جانے کے متعلق ان
سے مشورہ کر لیں۔ میں اس طرح یہاں کب تک بیٹھا رہوں گا؟
پیدل جانے کو بھی تیار ہوں۔ بشرطیکہ کوئی آدمی راستہ بتانے والا
مل جائے۔ چونکہ یہاں خبر ملی ہے کہ دو تین روز میں دو جہوں کا ایک
جہاز مکلا آنے والا ہے جو ہندوستان بھی جائے گا۔ ایسی صورت
میں جس قدر ہو سکے جلد یہاں سے مکلا پہنچ جانا چاہتا ہوں۔"
عبید صاحب نے کہا کہ "ابھی چلو میں تیار ہوں۔ انھیں میں بھی کہوں گا۔"
ہم دونوں اور شیخ علی باوزیر مل کر حامد بن عبدالحق المداس کے
پاس گئے۔ عبید صاحب نے کہا کہ "سلطان صالح کے یہ مہمان ہیں
فوراً یہاں سے جانے کا کوئی انتظام کر دو۔" حامد صاحب نے وعدہ

کیا کہ "کل صبح کسی صورت سے بھی یہاں سے روانہ ہونے کا انتظام کردوں گا۔" ایک آدمی بھی ساتھ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ کل صبح یہاں سے روانگی ہے۔ پھر حامد صاحب نے پراٹھے اور سالن اور چائے کا ناشتہ کرایا۔ کچھ دیر ٹھہر کر محمد باشراحیل کے گھر آ گیا۔

آج شام میں شیخ عبید معیقر صاحب کے پاس دعوت تھی۔ وہاں حامد صاحب نائب الدولہ سے بھی ملاقات رہی، انھوں نے ایک خط سلطان صالح کے نام اور دوسرا حبیب ابو بکر بن حسین کے نام دیا اور سواری کے لئے ایک گھوڑے کا انتظام کیا۔ دو عسکری بھی ساتھ ہوں گے اور یہ کہا کہ یہ گھوڑا معہ سپاہی بلد شحر سے واپس کر دیا جائے۔ اور بلد شحر میں علی بن محمد الخلاقی نائب الدولہ کے نام ایک خط لکھ دیا ہے کہ وہ سواری اور سپاہیوں کا انتظام کر دیں گے پھر سلطان صالح کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ "یہاں کے سارے باشندے سلطان صالح کو بہت چاہتے ہیں۔ خدا اُن کی عمر و اقبال میں ترقی دے" میں نے کہا وہ ملک اور رعایا کے بڑے خیر خواہ ہیں۔ اس لئے تو دوعن سے تریم اور شحر بندر سے مکلا تک لوگ انہیں کی تعریف کرتے اور ان ہی کو دعا دیتے ہیں۔ یہاں کھانے کے بعد مولود ہوا۔ پھر مجلس برخواست ہوئی۔ محمد باشراحیل کے ساتھ گھر آ گیا۔ شحر بندر حکومت قعیطیہ میں مکلا بندر کے بعد اسی کا نمبر ہے۔ یوں تو تمام حضر موت میں سب سے بڑا بلد (یعنی شہر) تریم ہے۔ جس میں تین سو ساٹھ مساجد ہیں۔

شحر بندر کے متعلق معلومات | شحر بندر کی آب و ہوا مرطوب ہے۔

خریف کے زمانہ میں جبکہ حضرموت میں شدت کی گرمی ہوتی ہے اور سردیوں کے دنوں میں جبکہ حضرموت میں سردی رہتی ہے یہاں گرمی رہتی ہے۔ یہاں کے مکان عموماً ایک یا دو منزلہ ہوتے ہیں۔ ان میں وسعت بہت ہوتی ہے۔ بلد بہت کشادہ ہے۔ لیکن اس میں آبادی کی بہت گنجائش ہے۔ بازار بھی وسیع ہے۔ سنا ہے کہ سلطان [illegible] کے زمانہ میں اس کی حالت بہت اچھی تھی۔ یہاں لوگ پان بہت کھاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ بلد المعدی میں پان کی کاشت ہوتی ہے اور وہ یہاں سے قریب ہی واقع ہے۔ متعدد ہندوستانی بھی یہاں دکھائی دئیے۔ اکثر بوہرے ہیں جو تجارت کرتے ہیں۔

شحر سے روانگی

تھوڑے زمانے کے بعد یہاں سے روانہ ہو گیا۔ میرے ساتھ شیخ علی باوزیر بھی ہو گئے ہیں۔ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور شیخ علی میرے گدھے پر سوار۔ ان کا [illegible] اونٹ پر سوار ہو گئے۔ ایک عسکری اور ایک گھوڑے کا نگہبان احمد ساتھ ہے۔ شہر کے باہر شیخ فضل بافضل کا مزار ہے۔ ان کی زیارت کرتا ہوا آگے بڑھا۔ دھوپ نکل گئی ہے۔ چونکہ سمندر کے کنارے کنارے چل رہے ہیں۔ ٹھنڈی ہوا بھی لطف دے رہی ہے دھوپ بھی نرم پڑ گئی ہے۔

بلد شحیر میں داخلہ

قریب (۱۰) بجے بلد شحیر میں داخل ہوا۔ شیخ علی محمد خلاقی کے گھر پہنچا۔ انہوں نے فوراً اوپر بلایا۔ بڑی خاطر کی۔ قہوہ اور کھجور پیش کیے۔ بکرا

ذبح ہوا۔ کھانا تیار ہوا۔ بہرحال جس قدر خاطر ہو سکتی تھی کی گئی۔
سلطان صالح کی بڑی تعریف کی۔ اس بلد میں ایک عجیب بات
یہ دیکھنے میں آئی کہ پانی کی نہریں جگہ جگہ بہہ رہی ہیں۔
یہاں کوئی پہاڑ بھی قریب نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ پہاڑ یہاں
سے کافی دور ہے۔ مگر وہ زمین اس قدر [illegible] ہے کہ خود ہی پانی نکل
آتا ہے۔ اس شہر میں تقریباً (۱۰) نہریں جاری ہیں۔ حکومت کو
ان سے بہت نفع ہے۔ ان سے [illegible] قبل [illegible] چند
نہریں تھیں۔ یہ سب شیخ محمد [illegible] نے جاری کی ہے۔ یہاں
سے معلوم ہوا کہ مکلا صرف (۵) گھنٹے کا راستہ ہے۔ [illegible] بہت
تھک گیا ہے۔ اس کی پیٹھ پر زخم ہو گئے ہیں۔ اس لئے ایک
اونٹ یہاں سے لیا گیا۔ تین بجے [illegible] سے [illegible] اور [illegible]
پھر سے سامان کو لے کر اونٹ پر سوار [illegible] ایک [illegible] ایک جمال اور
احمد گھوڑے والا روانہ ہو گئے۔ قریب عشاء کے ہمارے ساتھی
نے کہا "حبیب! مکلا ابھی یہاں سے (۳) گھنٹہ کا راستہ ہے۔
بہتر تو یہ ہوگا کہ سامنے والے بلد [illegible] میں رات گذار کر صبح
صبح روانہ ہو جائیں گے" میں نے کہا "جیسے تم لوگوں کی مرضی ہو
مناسب ہے" خیر! اس بلد میں محمود عمری الحضرمی کے مکان
میں ٹھیرے۔ ان سے کہا گیا کھانا تیار کر دو جو معاوضہ کہو دیا
جائے گا۔ کچھ دیر کے بعد کھانا آ گیا۔ خشک مچھلی کا سالن، موز،
کھجور کھا پی کر سو گئے۔

۵ر صفر چہارشنبہ مکلا میں داخلہ | صبح سویرے نماز پڑھ کر روانہ ہو گئے۔

اُوس پڑ رہی ہے، سردی بھی ہو رہی ہے۔ کچھ دیر کے بعد پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ مگر راستہ نہایت اچھا ہے۔ موٹر بھی چل سکتی ہے کچھ اور بلاد بھی ملے۔ آخر صبح کے (۸) بجے ہم مکلّا میں داخل ہو گئے۔ پہلے سلطان صالح کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ حمام میں ہیں۔ کچھ دیر ہو گی۔ اس لئے ئمی سید بو بکر بن حسین کے پاس آیا۔ دیکھتے ہی بڑے خوش ہوئے۔ فوراً ناشتہ منگوایا اور راستہ کے حالات دریافت کئے۔ میرے واپس آنے کی ان کو بڑی خوشی ہوئی۔ اور فرمانے لگے "انستَ یا حبیب حیّاکَ وَ اَهْلاً وَ سَهْلاً وَ مَرْحَباً" بھائی حامد بن بو بکر نے جو دیکھا تو نہایت مسرت سے لپٹ گئے۔ اور کہنے لگے "اتنا جلد تمام حضرموت کی زیارتوں سے فارغ ہو کر آ گئے" صحت کیسی ہے۔ راستہ میں تکلیف تو نہیں ہوی۔ میں نے کہا "خدا کا فضل ہے۔ دیکھو صورت سے میری صحت ظاہر ہے، رہا راستہ کی تکلیف۔ سفر میں تکلیف نہ ہونا کیا معنے ؟ مگر یہ ضرور کہوں گا کہ خدا کا بڑا فضل رہا۔ مجھے تو بڑا آرام ملا" یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سلطان صالح کے پاس سے موٹر اور ایک چیٹھی آئی۔ جس کا مضمون یہ ہے :-

"مرحبا آمدنت باعث خوشنودی ماست"

"معاف فرمائیے میرے آدمی نے تو مجھے آپ کے نام سے آگاہ
نہیں کیا۔ میں حمام میں تھا۔ اس لئے جناب کی تشریف آوری
کی خبر نہیں ہوئی۔ امید کہ اسوقت آپ یہاں تشریف لائیگے۔"

(دستخط) سیف نواز جنگ

اس خط کو دیکھ کر سید حامد بن ابوبکر بھی ساتھ ہو گئے اور ہم موٹر میں
سوار ہو کر باغ کو گئے۔ ملاقات ہوئی تو بڑی خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ
"آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟" میں نے کہا "خدا کی عنایت اور
آپ کی سرفرازی تھی، بخیر و عافیت یہ سفر طے ہوا"۔ ہر جگہ کے مختصر حالات
بیان کئے۔ اور کہا کہ "جس جگہ بھی گیا آپ کی تعریف ہی سنی، سب
کے سب آپ کو بہت چاہتے ہیں"۔ خود کہنے لگے کہ "یہاں کے لوگ بھی
بہت اچھے ہیں، ان سے محبت اور صلح سے کام لیا جائے تو بہت کچھ
کر سکتے ہیں۔ یہاں اگر کام کرنے کا موقع ملے تو خدا کے فضل سے بہت
کچھ ترقی ہو سکتی ہے" پھر فرمایا کہ "عینات میں اپنے مال کو دیکھا؟" میں نے
کہا "حقیقت میں وہ کتنا ہے یہ تو پتہ نہ چلا؟ البتہ ایک خادم منصب
نے چیدہ چیدہ تقریباً (۱۰۰) درخت بتلائے۔ مکان کی حالت بھی
(کچھ ٹھیک نہیں) ہے۔ اور ہمارا حصہ تو اربیطہ بھی ایک زمانہ سے معلوم نہیں
کیا ہو رہا ہے؟ ہمارے وکیل سید محمد السقاف تھے مگر انھوں نے
مال بہت کھایا۔ اب سنا شیخ بن احمد منصب کے چھوٹے بھائی ہیں،
جب تک آپ توجہ نہ فرمائیں گے یہ انتظام درست نہیں ہو سکتا"
تو فرمایا "انشاء اللہ میں اس معاملہ میں خاص دلچسپی لوں گا اور اپنے
ایک خاص آدمی کو وکیل بناؤں گا۔ میں تو چاہتا ہوں کہ آپ حضرات
میں سے کوئی یہاں آئیں۔ اس لئے آپ حضرات کے مکان اور مال
کی خاص نگرانی کی جائے گی تاکہ آپ حضرات کو اپنے مکان اور
وطن آنے کی ترغیب ہو" پھر سید ابوبکر سے کہنے لگے کہ "آپ ہم تو یہیں
بیٹھے کے بیٹھے رہے" اور سید صاحب تمام حضرموت کی زیارتیں کر کے

آ گئے۔" پھر سلطان صالح نے فرمایا " اب تو ہمارے پاس ہی ان کو
رہنے دو۔ آج عصر سے پہلے ہی یہاں روانہ کر دو۔" سید بوبکر صاحب
نے کہا " یہاں کیا اور وہاں کیا؟ دونوں مقامات برابر ہیں۔" مگر
سلطان صالح نے بہت زور دیا کہ " نہیں! اب یہ ہمارے پاس رہیں گے۔"
یہاں سے روانہ ہو کر منصب سید علی بن احمد بن سالم بن الشیخ ابوبکر
بن سالمؒ کے پاس گیا۔ اس سال یہ بھی حج میں تھے اب واپس ہوئے
ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی سید شیخ بن احمد بھی ساتھ ہیں۔ ان دونوں
حضرات سے ملاقات کی۔ کہنے لگے کہ " ہمارے غیاب میں معلوم نہیں آپ
کی خاطر کس طرح کی گئی؟" میں نے کہا " اپنا گھر سمجھ کر ٹھیرا تھا۔ خدا کے
فضل و کرم سے بہت آرام رہا۔ آپ کے صاحبزادے سید احمد بن علی
سے بہت محبت ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو سرفراز کرے آمین۔ آپ
[illegible] تقریباً ایک [illegible] قیام کر کے روانہ ہوگا۔"
[illegible]
[illegible] سے سید بوبکر [illegible] لیا۔ دوپہر کا کھانا کھا کر دوعن
و حضرموت کو مندرجہ ذیل احباب کے نام خطوط لکھے:-

(۱) سید ابوبکر بن شیخ الکاف تریم۔ (۲) منصب سید محمد بن حسین العطاس
صاحب مشہد (۳) نیکے بچے سید علی بن محمد العطاس مشہد (۴) السید محمد
بن سالم العطاس حریضہ (۵) السید عبداللہ بن محسن الحسین عینات
(۶) السید اسمٰعیل بن احمد بن عیدروس العیدروس الحزم۔

جہاز کے آنے کی خوشخبری

یہ خطوط لکھ رہا تھا کہ ایک جہاز کے آنے کی
اطلاع ملی۔ بڑی خوشی ہوئی۔ سبھوں نے
کہا کہ " یہ تو کرامت دکھائی۔ آج صبح ادھر آپ آئے، اور ادھر دوپہر

میں جہاز بھی آ گیا۔" بعضوں نے کہا کہ یہ جہاز عدن نہیں جائے گا بلکہ سواحل کو جائے گا۔ ابھی موثق خبر نہیں ملی۔ عصر کے بعد جب میں سلطان صالح کے پاس گیا تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ "یہ تو خوب کرامت دکھائی۔ آپ کے آتے ہی جہاز بھی آ گیا۔ اور یہ وہی جہاز "اَلْاَمِین" ہے جس میں آپ یہاں آئے تھے۔ اور یہ جہاز یہاں آنے والے جہازوں میں بہترین جہاز ہے، صرف ایک دن میں آپ کو عدن پہنچا دیگا۔" میں نے کہا "کیا یہ عدن جائے گا؟" تو کہنے لگے کہ یہاں سے وہ سیدھا عدن ہی جائے گا۔ شحر بندر تک بھی نہیں جائے گا۔ مگر ابھی اس میں سے مال اتر رہا ہے۔ غالباً پرسوں تک مال اتر جائے تو یہ روانہ ہو جائے گا۔" پھر میں نے ہمارے وکیل کی نسبت یاد دہانی کی کہ "میرے سامنے ان کو بلوا کر تصفیہ فرما دیں تو بہتر ہے" تو فرمایا "کل میں آپ کے وکیل صاحب کو بلوا کر ضرور دریافت کرتا ہوں" مغرب کی نماز کے بعد مسئلہ تصوف پر گفتگو رہی۔ جناب سیف نواز جنگ نے کہا کہ تصوف پر اکثر لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بہت بعد کی چیز ہے۔ اگر یہ ابتدائے اسلام سے ہوتا تو صحابۂ کرام رضؓ تابعینؒ اور تبع التابعینؒ میں ضرور اس کا چرچا ہوتا۔ یہ تو تیسری صدی میں ظاہر ہوتا ہے۔ یونانیوں کے فلسفہ کے اثر سے متاثر ہو کر یہ نیا مسلک اسلام میں داخل کیا گیا۔ اسکو دین اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔

یہ سن کر میں نے ان سے کہا کہ اس کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں غور کیا جائے تو بہتر ہے۔

خیر القرون میں ایک تصوف ہی کیا بلکہ حدیث، فقہ، اصول

بیان، معانی، بلاغت اور تفسیر وغیرہ کو بھی علم بحیثیت علم کے تدوین نہیں کیا گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس زمانے میں ظاہر و باطن ایک تھا۔ زبان اور دل میں قطعاً ”مرموبعد“ نہ تھا۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے تفویض جہاں وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ تھا وہیں وَيُزَكِّيهِمْ تو تتابعین آیۃ کے مطابق علم شریعت کی تعلیم بھی دیتے تھے اور قلوب ونفوس کا تزکیہ بھی فرماتے تھے۔ گو اس کے چرچے نہیں تھے۔ حلقے قائم نہیں ہوئے تھے مگر خاص خاص صحابہؓ میں یہ انداز پایا جاتا تھا۔

نماز :۔ نماز کے متعلق سرکار دو عالمؐ نے فرمایا :۔

إِنْ تَعْبُدْ رَبَّكَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ ٥

ترجمہ :۔ نماز اس طرح پڑھو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کر سکتے ہو تو یہ تو یقین رکھو کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔

روزہ :۔ جو شخص جھوٹ بولنا، لغو کام کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس بات کی کچھ ضرورت نہیں کہ وہ (روزہ کے نام سے) اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

زکوٰۃ :۔ حدیث۔ خدا کو وہ زکوٰۃ پسند ہے جو سیدھے ہاتھ سے دی جائے تو بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔

دوسری حدیث :۔ اللہ تعالےٰ نے جب زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی۔ پھر پیدا کیا پہاڑ اور قایم کیا اس کو زمین پر۔ پس ٹھہر گئی زمین اور حیران ہو گئے فرشتے پہاڑوں کی سختی سے، چنانچہ

انہوں نے پوچھا "اے پروردگار! کیا پہاڑ سے بھی سخت کوئی چیز تیری مخلوقات میں سے ہے؟" تو فرمایا "ہاں! لوہا ہے" پھر پوچھا لوہے سے سخت اور کوئی چیز ہے تو فرمایا "آگ" فرشتوں نے پھر پوچھا "آگ سے بھی زیادہ سخت کوئی چیز؟" تو فرمایا "پانی" پھر پوچھا "پانی سے بھی زیادہ سخت کوئی چیز ہے؟" تو فرمایا "ہوا" پھر پوچھا ہوا سے بھی کوئی چیز زیادہ سخت ہے؟ تو فرمایا "ہاں! آدم کا بیٹا انسان ہے جب وہ خیرات کرتا ہے سیدھے ہاتھ سے تو بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہوتی۔"

حج:۔ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۝ (البقرة ۲ ۔۱۹۷)

ترجمہ:۔ حج کے دنوں میں احرام باندھنے سے آخیر تک نہ شہوت کی کوئی بات کرے اور نہ گناہ کی اور نہ لڑائی کی۔ (۲) اور نیکی کا کوئی کام بھی کرو۔ وہ خدا کو اسی وقت معلوم ہو جائے گا۔ حج کو جانے سے پہلے زادِ راہ بہم پہنچا لو۔ اور بہترین زادِ راہ پرہیزگاری ہے۔
اے عقل والو! اصل پرہیزگاری یہ ہے کہ ہم سے ڈرتے رہو۔

لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ...... وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ (الحج ۲۲ ۔۳۷)

ترجمہ:۔ اللہ تک نہ تو ان کے گوشت ہی پہنچتے ہیں اور نہ انکے خون، بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری اور فرماں برداری ہی پہنچتی ہے ...... اور اے پیغمبر! خلوص دل سے نیک کام کرنیوالوں کو جنت کی خوشخبری

ستادو۔

حدیث:۔ اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْکِذْبِ وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَۃِ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ط

ترجمہ:۔اے اللہ! پاک کر میرے دل کو نفاق سے اور میرے عمل کو ریا سے اور میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے۔ بے شک تو آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے اور اس چیز کو بھی جانتا ہے جس کو چھپاتے ہیں دلوں میں۔

حدیث:۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً الخ

ترجمہ:۔اے اللہ! میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنا، اور میرے باطن کو صالح اور شائستہ بنا۔

حدیث:۔ قیامت کے روز نمازیوں کی نماز، روزہ داروں کے روزے، حاجیوں کے حج، زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ اور قاریوں کی قرأت ان کے منھ پر پھینک دی جائیں گی یہ کہہ کر کہ یہ عبادتیں تم نے میرے لئے کب کی تھیں؟ لوگوں کے دکھانے اور دنیا میں ناموری اور واہ واہ حاصل کرنے کی گئی تھیں۔ اور وہ تم کو دنیا میں حاصل ہوگئیں۔ نہ وہ میرے لئے تھیں اور نہ ان کا اجر میرے پاس ہے۔ اسی لئے سرکار دوعالم نے فرمایا "اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اس طرح جب تک عملوں میں اخلاص نہ ہو وہ کسی کام کے نہیں۔ زبان کے ساتھ دل بھی درکار ہے۔ خیرالقرون

میں قرآنِ مجید اور نبی کریم کے عملی نمونے پیشِ نظر رکھے جاتے تھے۔ ہر کام اخلاص سے ہوا کرتا تھا۔ ان میں امراضِ قلبی اور بداعتدالی کا اثر نہ تھا اور تمام افراد کے ظاہر و باطن میں کامل یکسانیت پائی جاتی تھی۔ ان کا کوئی قدم خلافِ شریعت نہ اٹھتا تھا۔ دنیوی امور بھی اخروی فلاح اور خوشنودی ربِّ قدیر کے لئے کئے جاتے تھے۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ دنیا میں آگ میں جل جانا پسند ہے مگر خلافِ حکمِ خداوندی کوئی کام کرنا پسند نہیں۔ جس کی وجہ سے ہمیشہ کی آگ میں رہنا پڑے گا۔ ان کے پاس دنیوی عیش و آرام کی کوئی وقعت نہیں تھی۔

جب اسلام میں فتوحات ہوئیں اور بنی امیہ کا دور آیا تو دولت و ثروت کے انبار لگے۔ دولت جب آتی ہے تو اپنے ساتھ اپنے لوازمات بھی لاتی ہے۔ دنیا پرستی کا رنگ چڑھ گیا یہاں تک نوبت آگئی کہ قلوب پر فلسفیت چھانے لگی۔ قلوب کے تکدّر سے باطنی حالت خراب ہونے لگی اور نفس، ضمیر پر غالب ہونے لگا۔ ایسے زمانہ میں باطنی حالت اور دلی کیفیت پر زور دینے کی ضرورت داعی ہوئی۔ یوں سمجھیئے کہ علمِ دین جو ہمارے ظاہر و باطن دونوں پر حاوی تھا۔ ضرورتِ شدید کی بنا پر اس کے دو حصے بن گئے۔ (۱) شریعت اور (۲) حقیقت۔ شریعت تو صرف ظاہر سے تعلق رکھتی ہے۔ کسی باطنی خیانت پر جب تک وہ منظرِ عام پر نہ آجائے گرفت نہیں کی جا سکتی۔

مثال کے طور پر ایک شخص گھر کی خلوتوں میں گناہ کرتا ہے۔ یہ چھپ کر شراب پیتا ہے۔ تو شریعت کی ظاہری حدیں اس پر عاید نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ "لَا تَجَسَّسُوْا" اور "لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَکُمْ"

باطن پر حکم لگانے کے مانع ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ اور آپ کے خلفاء نے تو بنو امیہ ہی کے دور میں اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ اور اپنی خانقاہوں میں بیٹھ دین کی حفاظت کرنے لگے۔ جوں جوں زمانہ بدلتا گیا، ان لوگوں نے اپنے مریدین کا حلقہ وسیع کرنا شروع کر دیا تاکہ عوام معاصی سے محفوظ رہیں۔ یہ لوگ عموماً بالوں کے کرتے پہنتے تھے جس کو صوف کہتے ہیں، پھر یہ لوگ صوفیا کے نام سے مشہور ہوئے۔ تصوف سے مراد وہ علم جس سے صفائی قلب حاصل ہو، وقت آیا تو پھر تصوف کے احکام و عوامل کی تصریح و توضیح بھی ہوئی۔ کتابیں بھی لکھی گئیں، اور اس کی تبلیغ بھی ہونے لگی۔

منشائے تصوف تصوف کا منشاء یہ ہے کہ نفس کو اس درجہ مجلّٰی اور قلب کو اس درجہ مصفّٰی کر لینا چاہیئے کہ اس میں گناہ اور معصیت کے لئے کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔ اور بندہ رفتہ رفتہ آگے بڑھ کر انوار اور تجلیاتِ الٰہی کا خود مشاہدہ کر کے گناہوں سے متنفر ہو جائے۔ شریعت تو ہمارے ظواہر کو سنوارتی ہے اور زبان کو شائستہ بناتی ہے مگر تصوف ہمارے باطن کو سنوارتا اور دل کو شائستہ کر دیتا ہے اور انہیں خدائے بزرگ و برتر کا مقرب بنا دیتا ہے۔ شریعت علم ہے تو حقیقت عمل۔

تصوف کی تعریف تصوف اور روحانیت کے متعلق تمام اکابر و مشاہیر ملت نے جو تعریفات و تصریحات کی ہیں ان سے ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ تصوف سے مراد اتباعِ سنت میں اس

درجہ پابندی کی جائے کہ ظاہر و باطن بالکل ایک رنگ ہو جائیں اور زبان اور قلب میں قطعاً سرِ مو بُعد نہ رہے، جب یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے تو قلب صاف و مُزکّیٰ ہو جاتا ہے اور اس میں انوارِ ربّانی منعکس ہو کر انسان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں۔

حضرت ابو بکر شبلیؒ نے شریعت کی یہ تعریف کی کہ "انسان خدا کی پرستش کرے" اور طریقت یہ کہ "انسان خدا کی طلب کرے اور اس کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرے" اور حقیقت یہ کہ "انسان اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھے، اس کا مشاہدہ کرے، اور اس کو کما حقّہٗ سمجھے" آگے چل کر یہ بھی فرماتے ہیں کہ "صوفی وہ ہے جو تمام افراد و نفوسِ عالم کو "اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہ" سمجھے اور ہمیشہ حق سے متصل رہے۔ اس سے اپنا ربط قوی رکھے۔ یہ سارے جھگڑے اور یہ سارے گناہ اللہ کو اپنے سے قریب نہ سمجھنے کی وجہ سے ہو رہے ہیں، حالانکہ خود مالکِ حقیقی کا ارشاد ہے:۔

"وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ" (الحدید ۔ ۴) تم کہیں بھی رہو وہ (خدا) تمہارے ساتھ ہے، جو یہ سمجھ لیتا ہے پھر وہ گناہ کر ہی نہیں سکتا۔

یزیدیوں کو علمِ شریعت تو تھا مگر تزکیہ نفس نہ تھا۔ جب ہی تو وہ جگر گوشۂ رسولؐ پر سارے مظالم ختم کر دیئے۔ پانی تک بند کر دیا۔ سارے خاندان کو شہید کر ڈالا اور جب آپ کو شہید کیا جانے لگا تو قاتل خود کہتے ہیں "ظہر کی نماز کا وقت جا رہا ہے۔ جلدی قتل کرو" اگرچہ ان کا ظاہر شریعت کا پابند

تھا مگر باطن بالکل تاریک ہو چکا تھا۔ کعبۃ اللہ میں آگ لگانے والے اس پر پتھر برسانے والے، حرم میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو محصور کرنے والے اور تقریباً پون صدی تک منبر و مساجد سے داماد رسول اللہ اور اہل بیت اطہارؓ پر لعن طعن کرنے والے، ان کے رفقاء، ان کے مؤیدین اور ان کے دست و بازو اور اُسے سننے اور گوارا کرنے والے کیا واقعی قوی الایمان مسلمان تھے ؟ اور یہ سب کچھ خدا کیلئے کر رہے تھے۔ کیا اس سے یہ صاف واضح نہیں ہوتا کہ ان کے قلوب مکدر ہو چکے تھے۔ گو بظاہر وہ پابند شریعت تھے مگر بباطن انکے دل تاریک ہو چکے تھے۔ اس حالت کو قرآن نے بھی یوں ظاہر فرمایا ہے :۔

"قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات - ۱۴)

ترجمہ :۔ عرب کے دیہاتی کہتے ہیں "ہم ایمان لائے" اے پیغمبر! تم ان سے کہو "ہاں! تم مسلمان تو ہو گئے لیکن ایمان کا تو ہنوز تمہارے دلوں میں گزر تک بھی نہیں ہوا۔

ظاہراً مسلمان تو ہو گئے، شریعت کے پابند بھی ہو گئے۔ مگر باطناً تزکیۂ نفس نہ کیا جو اصل ایمان ہے۔ وقت پر نماز پڑھ لینا، روزہ رکھ لینا، حج و زکوٰۃ ادا کر دینا اور بات ہے۔ خوشی اور ذوق کے ساتھ عبادت کرنا، ہر حکم پر مطیعانہ اور مسرورانہ عمل کرنا اور بات ہے۔ قرآن خیر القرون میں جیسا تھا اب بھی وہی قرآن موجود ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس وقت اس پر عمل کرنے والے اور اس کی تعلیم کا عملی نمونہ پیش کرنے والے موجود تھے اور اب وہ نہیں رہے اور یہ

خدمت بطور نیابت رسولؐ صوفیا نے اپنے ذمہ کر لی۔ علمائے ظواہر کا ظاہر ضرور شریعت کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ مگر باطن میں نبوت کے اخلاق، نبوت کی خوشبو نہ تھی۔ صوفیا کے پاس یہ دونوں چیزیں موجود تھیں۔

اصل تصوف یہ ہے کہ ہر امر میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہو، جو کام کرے وہ اللہ واسطے کرے۔ ارشاد باری ہے:۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ٥ (الانعام۔ ۱۶۲)۔

ترجمہ:۔ (اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہو کہ میری نماز اور میری تمام عبادت، میرا جینا، اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے یہ زندگی چاہتا ہے۔ یعنے وہ جو حرکت کرے اللہ کے واسطے کرے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ (صٓ۔ ۲۶)۔

ترجمہ:۔ اے داؤدؑ! ہم نے تمہیں زمین پر خلیفہ، نائب بنایا۔ پس تم صحیح صحیح حق کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا کرو، اور نفسانی ہوا و ہوس کے تابع نہ ہو کہ تم کو راہ خدا سے بھٹکا دے۔ بیشک جو لوگ راہ خدا سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ انھوں نے روز حساب

یعنے قیامت کو بھلا دیا تھا"

یہ تزکیۂ نفس کی تعلیم ہو رہی ہے جس کو دنیا والے، ظاہری شرع پرست بھلا بیٹھے تھے۔ صوفیائے کرام نے اس کو از سر نو زندہ کیا۔ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو "محی الدین" کا خطاب اسی لئے دیا گیا کہ لوگ ظاہر کی اصلاح پر ہی اکتفا کرنے لگے تھے اور تزکیۂ نفس اور باطن کی اصلاح سے غفلت برت رہے تھے۔ اسلام قالب بے جان ہو گیا تھا آپ نے اس میں جان ڈالی اور زندہ کیا۔ آپ کی تعلیمات "بے ارادگی" سے شروع ہوتی ہے کہ "بندہ اپنے خدا کے ہاتھ میں اس طرح ہو جائے جس طرح مُردہ غسّال کے ہاتھ میں" اپنی مرضی اور اختیار کو خدا کی مرضی کے تحت کر دے۔ بندہ تمام عبادات، اخلاق، اعمال و اقوال، معاشرت و تمدن اور اپنی ہر حرکت و سکون میں حضور اکرمؐ کی کامل اتباع کرے اور رسول اکرمؐ کی اتباع ہی عین حق سبحانہ تعالیٰ کی اتباع ہے ارشاد ہوتا ہے :-

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (آل عمران - ۳۱)

ترجمہ :- اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے "اگر اللہ کو تم محبوب بنانا چاہتے ہو تو تم میری اتباع کرو تو اللہ بھی تم کو چاہنے لگے گا۔ اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا اور اللہ تو غفور و رحیم ہے ہی۔

دوسری اور تیسری صدی میں لوگ دنیا کی فریب کاریوں اور دلربائیوں میں پھنس کر دین سے بے پروا ہو گئے تھے۔ یہ تو چودھویں صدی ہے جس کے حالات بیان کرنے سے گریز فرمایا تھا۔ اب بھی

ھو الظاہر اپنا کام گرتے پڑتے کچھ نہ کچھ کر ہی لیتا ہے۔ مگر ھو الباطن پردۂ اخفا ہی میں ہے۔ اگرچہ مسجدیں آباد ہیں، روزے بھی رکھے جاتے ہیں۔ حج بھی برابر کیئے جاتے ہیں۔ مگر باطن کی صفائی کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔

حسنات :۔ محبت، صداقت، ہمدردی، ایثار، خوش اخلاقی شفقت، فرماں برداری، حقوق الناس کی ادائی وغیرہ کو اپنایا نہیں جاتا۔

سیئات :۔ عداوت، جھوٹ، مکر و فریب، بہتان، بغض، حسد، کینہ پروری، دھوکا بازی، وعدہ خلافی، چوربازاری، رشوت ستانی، حق تلفی، گستاخی وغیرہ کو ہنر سمجھ کر کیئے جا رہے ہیں چونکہ حکومت ان ہی لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو اہل دین پر ظلم و ستم ڈھاتے ہیں۔ صوفیائے کرامؒ کا صدقہ ہے کہ ایسے فتنہ کے زمانہ میں بھی جو ان سے رجوع ہوتا ہے اس کا روحانی علاج کرکے صحت مند بنا دیتے ہیں!

حضرت پیران پیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؓ نے صوفیوں کو تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے :۔

(۱) مبتدی | مرید، طالب، صاحب وقت جو مجاہدات و ریاضت میں رہتا اور اپنے نفس پر سختی اختیار کرتا، اور لذاتِ نفسانی سے دور رہتا ہے۔

(۲) متوسط | سائر، صاحبِ حال جو طلبِ مقصود میں سختیاں اٹھاتا، ہر حال میں صدق و راستی کو نہیں چھوڑتا ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے۔

(۳) **منتہی** | واصل، ہوشیار، جو اپنے مقام پر ثابت قدم رہتا، تمام مقامات سے گزر کر مقام تمکین یا ثبات میں پہنچ جاتا ہے۔ کوئی حال و احوال اسے متغیر نہیں کر سکتا۔ سختی و نرمی منع و عطا، جفا و وفا اس کے لئے برابر، کھانا بمنزلہ بھوک کے، سونا بمنزلہ جاگنے کے ہوتا ہے۔ اس کا ظاہر خلق کے ساتھ [illegible] حق کے ساتھ [illegible] مقام [illegible] احوال حضرت سرور کائنات ﷺ سے منقول ہیں۔ حضرت پیران پیرؒ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے :-

(۱) اللہ تعالیٰ آخرت کی نیت پر دنیا تو دیتا ہے لیکن دنیا کی نیت پر آخرت نہیں دیتا۔

(۲) جب تو خدا کا تابع ہو گیا تو دنیا کی چیزیں تیرے تابع ہو جائیں گی۔

(۳) دنیا اور دین دونوں سوتنیں ہیں۔ ایک راضی تو دوسری ناراض۔

(۴) دنیا و دین کی ہر کامیابی کا راز صرف نفس کُشی میں مُضمر ہے۔

(۵) اپنا سینہ وسیع کر اور اپنے نفس کو سب سے زیادہ ذلیل سمجھ۔

(۶) ہر حالت میں چہرہ پر خوشی اور دل میں غم۔ اپنے فقر پہ خوش اور اس کی یاد میں غمگین رہ۔

(۷) خلقِ خدا کی خدمت کو اپنا فرض سمجھنا اور ہر ایک کو فائدہ پہنچانا۔ "خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ۔"

(۸) خدا کی مخلوق کے ساتھ خدا کیلئے محبت کرنا۔ اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ۔

(۹) دنیا کو دل سے نکال اور ہاتھ میں لے لے۔ دل بیار، دست بکار۔

(۱۰) جائز طریقہ سے خوب کما، اور راہ خدا میں (یعنی مستحقین پر) خوب خرچ کر۔

(۱۱) بے ارادہ رہنا، بے مقصود جینا، عدمیت اصلی پر رہنا۔

(۱۲) تحتِ حکم چلنا، اقتضائے وقت کو سمجھنا اور اس کے مطابق ہونا۔

(۱۳) تقدیر پر راضی رہنا۔

یہ ارشادات اصل دین کی جان ہیں۔ جب بندہ اپنے کو مالکِ حقیقی میں فنا کر دیتا ہے تو مالک بھی اپنے بندہ کو چاہنے لگتا ہے۔ اس وقت یہی بندہ عبداللہ، حبیب اللہ ہو جاتا ہے۔ اس پر مالک کی بے پایاں عنایات ہونے لگتی ہیں۔

حدیث:۔ وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَ بَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَ یَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا (اخرجہ البخاری)

ترجمہ:۔ اور نوافل سے بھی بندہ کو قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں۔ پس جب میں اس کو چاہنے لگتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کے پاؤں بن جاتا ہوں

جس سے وہ چلتا ہے۔

اسی فنائیت کی کیفیت کو قرآن میں یوں ظاہر کیا گیا ہے:۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال ۱۷)

ترجمہ:۔ اے پیغمبرؐ! جب تم نے تیر چلائی تھی تو وہ تیر تم نے نہیں چلائی بلکہ اللہ نے چلائی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح ۱۰)

ترجمہ:۔ اے نبی! بے شک جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں رتہ اللہ ہی کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ خدا ہی کا ہاتھ انکے ہاتھوں پر ہے۔

یہی طریقہ اصل دین ہے جس کو صوفیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعیں نے اپنایا ہے۔ یہ حضرات ظاہر میں شریعت اور باطن میں حقیقت دونوں کے حامل ہیں، ان کے دونوں گھڑے بھرپور رہتے ہیں۔ اُدھر کوئی قدم شریعت کے خلاف اٹھنے نہ پائے تو اِدھر کوئی سانس یادِ الٰہی سے خالی نہ جائے۔ یہی حضرات پیغمبرؐ کے قدم بہ قدم چل رہے ہیں، اور نائب رسول بھی یہی لوگ ہیں۔ انھیں سے دنیا بھی قایم ہے۔ جس راستہ کو دُنیا داروں نے بھلا دیا تھا ان اللہ والوں نے اس کو قایم رکھا ہے۔ ہم کو چاہیئے کہ ان ہی کی پیروی کریں اور دارین میں فلاح پائیں۔

بعض جہلا صوفیاء کا نام لے کر شریعت سے بے پروائی برتنے لگے۔ یہ لوگ حقیقت سے حقیقت میں دُور ہیں۔ چھوچھپا کر کے

شعبدہ بازی میں پڑ گئے ؎

کوئی بزشیخ سدّو کو زسو کو مانے — شیاطین کی کیا پرستاریاں ہیں
کرامت دکھاتے ہیں سفلی عمل سے — یہ بے دینیاں ہیں کہ دینداریاں ہیں
(حسرتؔ حیدرآبادی)

انھوں نے اس طبقہ کو بدنام کر دیا۔ اللہ انکے شر سے بچائے۔ آمین
یہ سُن کر سیف نواز جنگ نے فرمایا "حقیقت میں آپ نے بڑی معقولیت سے اس مسئلہ کی حقانیت ثابت کی۔ میرا بھی یہی عقیدہ ہے۔ میں نے ان معترضین کے اعتراضات کو آپ کے سامنے اسلئے پیش کیا تھا کہ دیکھوں آپ کس طرح اس مسئلہ کو حل کرتے ہیں۔ ماشاءاللہ! آپ نے نہایت ہی زبردست استدلال سے اس کو ثابت کیا۔ کیوں نہ ہو! آپ کیسے استاد کے شاگرد اور کس شیخ کے مرید ہیں۔ میں نے علامہ حبیب ابوبکر بن شہابؒ کی یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "عبدالقدیر صدیقی اپنے زمانے کا بہت بڑا عالم ہوگا۔ میرے شاگردوں میں ایسا شاگرد عرب میں ہے نہ عجم میں" آپ انکے تعلیم و تربیت یافتہ ہو۔ بے شک صوفیائے کرام کا طریقہ اصل اسلام ہے، بلکہ اسلام کی جان ہے۔ لوگوں کو غلط فہمیاں ہوگئی ہے۔ آپ نے اس کو دور کرنے کی اچھی کوشش کی جزاک اللہ خیرًا

سلطان صالح کا خواب

پھر انھوں نے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ ایک شب میں اسی نیت سے کہ میرا مستقبل کیا ہوگا۔ سورۂ یٰسین شریف اور چند دعائیں پڑھکر سو گیا۔ تو خواب میں ایک نور دیکھا اور اس نور میں سے ایک بزرگ مجذوب

جن کو میں نے حیدرآباد میں دیکھا نکل آئے اور فرمانے لگے "اس سال تو سلطان ہو جائے گا" مجھے اس کا خیال بھی نہیں رہا۔ مگر آج اس کی تعبیر نظر آ رہی ہے۔ میں نے کہا "خدا آپ کو ضرور یہاں کی سلطنت سے سرفراز فرمائے گا۔ کیوں کہ آپ اسم بامسمّٰی ہیں۔ علم و فضل سے ممتاز ہیں، ہر دلعزیز ہیں، خدا پرست ہیں۔ خدا ترس ہیں۔ نیک حاکم کا ہونا مخلوق پر خدا کی عنایت ہے۔ ان شاء اللہ تعالےٰ آپ ضرور یہاں کے سلطان بن کر رہیں گے"۔ پھر کھانا آیا۔ سید حامد بن بوبکر بھی ہیں، یہ سلطان صالح کے بہنوی ہوتے ہیں۔ کھانے کے بعد یہاں سے رخصت ہو کر سید بوبکر کے مکان آ گیا۔ یہاں عمی بوبکر میرے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ چائے بنائی۔ کچھ دیر باتیں کیں۔ پھر فرمایا "آج تم تھکے ہوئے ہو، جلد سو جاؤ تو اچھا ہے۔ یہ کہہ کر زنانہ میں چلے گئے، اور میں بھی سو گیا۔

۱۲ صفر پنجشنبہ

صبح ناشتہ کے وقت سید بوبکر نے کہا "یا عمی علی! تم بڑے خوش نصیب ہو کہ تمہارے آتے ہی جہاز بھی آ گیا۔ اگر یہ جہاز تم کو نہ ملتا تو پھر تم کو ایک مہینہ تک یہیں ٹھیرنا پڑتا۔ یہ تو بڑی کرامت ہوئی۔ اس جہاز کے آنے کی بھی کوئی خبر نہ تھی کیوں کہ اس ہفتہ میں دو جہاز آئے۔ ہم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ اب آئندہ مہینہ میں ہی جہاز آئے گا۔ مگر اچانک اس جہاز کا آنا کرامت نہیں تو اور کیا ہے"۔ میں نے کہا "یہ سب خدا کی عنایت اور بزرگان دین کی حمایت ہے"۔ اس کے بعد محمد بن عبداللہ بن ہارون المحضار کے پاس سید حامد بن بوبکر اور سید عبدالرحمٰن بن

عبداللہ بافقیہ کے ساتھ گیا۔ سید محمد صاحب کا مزاج کئی روز سے ناساز ہے۔ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئے، اور کہنے لگے کہ بھائی علی! تم نے تو بڑی ہمت کی۔ اور تمام دوعن وحضرموت کی زیارت سوا مہینہ میں کر لی۔ اصل میں تمہاری نیت اچھی ہے۔ بزرگان دین کی تائید بھی ہے اور پھر اللہ کا فضل بھی ہے۔ یہ کمال دیکھو کہ تمہارے واپس آتے ہی جہاز بھی آموجود ہو گیا۔ واقعی تم بڑے خوش نصیب ہو۔ چھ مہینے کے اندر تم نے تمام زیارتیں کر لیں۔ کوئی مقدس مقام نہ چھوڑا مثلاً عراق، شام، قدس، مدینہ منورہ، پھر مکہ معظمہ میں حج بھی کیا اس کے بعد حضرموت کی ہمت کی۔ اور یہاں بھی خدا کے فضل و کرم سے تمام زیارتیں کیں۔ تم کو کیسے معلوم کہ کس مقام پر کس بزرگ کا مزار ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ بزرگ خود تمہارا ہاتھ پکڑ کر رہبری کر رہے ہیں۔ پھر تم اجنبی۔ بعض مقامات تو ہم نے بھی نہیں دیکھے یہ سب کچھ تمہاری نیک نیتی کا باعث ہے۔ ہمارے لئے بھی دعا کرو۔ میں نے کہا یا عمی محمد! خدا کے فضل کے سوائے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ خدا کی بے پایاں عنایتوں کو دیکھا ہے۔ اور حقیقت میں یہ سب کچھ میرے پیرؒ کی دعاؤں کا طفیل ہے جس پر میرا ایمان ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ۔ قہوہ پی کر یہاں سے منصب سیدنا شیخ ابوبکر بن سالمؒ کے پاس حاضر ہوا۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوئیں، پھر ہمارے مال کے متعلق کہا کہ تمہارا اموال وغیرہ بہت کچھ ہے مگر کوئی انتظام اچھا نہیں ہے۔ والد صاحبؒ سے کہہ کر کوئی دوسرا وکیل مقرر کروالو۔ اور نگرانی خاص رکھو کہ ہر دو سال میں مکمل حساب

دیا کرے۔ میں نے عرض کیا اس معاملہ کو میں نے سلطان صالح پر
چھوڑا ہے۔ انشاءاللہ تعالےٰ وہ ضرور کوئی نہ کوئی اچھا انتظام کرینگے
دوسرے آپ خود ہمارے قایم مقام ہیں۔ آپ بھی ہمارے مال کی خبر
رکھیں تو فرمایا سید محمد السقاف اور آپ کے والد صاحبؒ کے درمیان
معلوم نہیں کیا معاہدہ ہوا ہے؟ ہمیں کسی قسم کا علم نہیں۔ خط و
کتابت رہتی تو ایک دوسرے سے باخبر رہتے۔ میں نے کہا انشاءاللہ تعالےٰ
آئندہ سے ضرور خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور امید کرتا ہوں
کہ آپ بھی ضرور ہم کو خط سے یاد فرمایا کریں گے۔ اس کے بعد فرمایا
"آپ کے پاس سیدنا شیخ بوبکر بن سالمؒ کا ذکر و شغل ہوتا ہے کہ نہیں"
میں نے کہا "سنا ہے کہ داداؒ کے زمانہ میں سب کچھ ہوتا تھا۔ اس کے
بعد سے رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا۔ میں نے تو ان کے اوراد بھی نہیں دیکھے"
پھر فرمایا "میں تمہارے پاس انشاءاللہ تعالےٰ ضرور روانہ کروں گا"
پھر اپنی کلاہِ مبارک میرے سر پر رکھ کر فاتحہ پڑھی۔ دعا کی اور
پھر ہاتھ میں ہاتھ لے کر اس طریقہ کی اجازت عطا فرمائی۔ پھر ایک
خط والد صاحب قبلہؒ کے نام لکھ دیا۔ بہرحال بڑی مہربانی اور
محبت سے پیش آئے۔ یہاں سے گھر آتے وقت راستہ میں منصب
شیخ سعید بن احمد العطیش باوزیر سے ملاقات ہوئی جو بلد القداع
میں باوزیر مشائخین کے منصب ہیں۔ معمر بزرگ ہیں۔ بڑی دعائیں
دیں۔ عصر کے بعد سید حامد بن بوبکر کے ساتھ سلطان صالح کے پاس
گیا۔ اس وقت وہ اپنے نئے مکان میں تھے جو لب سمندر ہے۔
جس کو جدید طرز پر سلطان عمر نے بنوایا ہے۔ سارے محل میں عمدہ

فرش ہے۔ نہایت پُر فضا موقع محل ہے۔ صاف ستھری آب وہوا ہے۔ یہاں ایک مصری صاحب سے ملاقات ہوئی جو ابھی ابھی جہاز سے اتر کر آئے ہیں۔ اور جو اصل میں اس وقت برلن میں قیام پذیر ہیں۔ برلن میں باوجود طیاروں کی کثرت کے انکی احتیاج کو ظاہر کر رہے تھے کہ اس وقت دس ہزار طیارے اڑ رہے ہیں۔ پھر بھی جب میں وہاں سے فرانس جانا چاہا تو معلوم ہوا کہ ایک مہینہ پہلے ہی (سیٹ رزرو) جگہ محفوظ ہو گئی ہے۔ سید محمد بن عقیل بن یحییٰ کے ساتھ یہ مصری صاحب آئے تھے۔ سید محمد صاحب بڑے عالم اور فاضل معمر بزرگ ہیں۔ مجھ سے فرمانے لگے "کیا تم زیارتوں سے فارغ ہو کر آگئے"؟ میں نے کہا "الحمد للہ! تمام زیارتوں سے مشرف ہو کر آیا ہوں" تو فرمایا "اھلاً مرحبا یا سیدی"۔ پھر مصری صاحب نے کہا "اس وقت برلن میں تین چار سو مسلمان ہوں گے"۔ کچھ دیر کے بعد یہ لوگ چلے گئے۔ پھر سلطان صالح کے ساتھ ان کے باغ کے قدیم مکان میں آگیا۔

سلطان صالح نے کہا کہ "آپ کا جہاز "الامین" کل دن کے (۱۰) بجے یہاں سے روانہ ہو جائے گا۔ اب آپ کو عدن پر میل جہاز بھی مل سکتا ہے۔ سید ابوبکر نے کہا کہ عدن سے بمبئی کو جہاز کب جاتا ہے؟ تو سلطان صالح نے کہا: توار کی شام کو روانہ ہو کر جمعہ کی علی الصباح بمبئی پہنچتا ہے۔ وہاں سے حیدرآباد ایک دن کا راستہ ہے۔ تو گویا ایک ہفتہ میں آپ مکلا سے حیدرآباد پہنچ جائیں گے سید ابوبکر نے یہ سن کر بہت تعجب کیا اور کہا کہ "حضرموت سے آج تک کوئی شخص بھی حیدرآباد کو (۱۲) روز میں بھی نہ گیا ہوگا یہ تو

یہ کچھ سید علی کی کرامت معلوم ہوتی ہے" سلطان صالح نے بھی کہا کہ "بے شک یہ غیر معمولی واقعہ ہے۔ دراصل آپ کے والد صاحبؒ کی اور خود آپ کی نیت اچھی ہے کہ ہر کام سہولت سے ہورہا ہے"۔ پھر ہمارے وکیل سید محمد سقاف کے متعلق یاد دہی کی تو فرمایا "میں ان کو بلوایا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ یہاں نہیں ہیں بلکہ تریم گئے ہیں" میں نے کہا "جب میں تریم میں تھا تو معلوم ہوا کہ وہ مکلّا گئے ہیں۔ اور جب میں مکلّا آیا ہوں تو پھر وہ تریم چلے گئے ہیں۔ اس طرح مجھ سے منھ چھپا رہے ہیں"۔ یہ سن کر فرمایا "آپ ایک تحریر دیجئے کہ سابق وکیل کو بدل دیا جائے اور ہمیں ذمہ دار بنا دیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر میں سب کچھ انتظام کردوں گا"۔ میں نے کہا "آپ کو ہر طرح اختیار ہے۔ اس وقت میں تو لکھ دیتا ہوں۔ اور حیدرآباد سے والد صاحب قبلہؒ سے بھی لکھوا کر روانہ کردوں گا"۔ انھوں نے پھر فرمایا "آپ کے والد صاحب قبلہؒ کے نام ایک خط اور ہمارے گھر میں ایک خط لکھ دوں گا آپ منّو میاں (خواجہ معین الدین صاحب حیدرآباد میں نواب سیف نواز جنگ بہادر کے پیروکار تھے) کو دیدیں"۔ میں نے کہا "وہ خط میں خود جاکر گھر پر دوں گا۔ اور ان لوگوں کی خیریت پوچھوں گا۔ اور آپ کی خیریت کا بھی اطلاع دوں گا"۔ فرمایا کہ "انشاء اللہ تعالیٰ ڈیڑھ مہینے کے بعد میں بھی آنے والا ہوں کیونکہ میرا سب زنانہ وہیں حیدرآباد میں ہے۔ چوں کہ مجھے اب یہیں رہنا ہے تو ان کو لے کر آجاتا ہوں"۔ میں نے کہا "بہت مناسب ہوگا"۔ پھر عمی ابوبکر کے ساتھ مکان آگیا۔ عمی ابوبکر نے کہا کہ

آج کی رات تم جاگتے رہو۔ اور کل جہاز میں دن بھر سوتے جاؤ۔
کیوں کہ حرکت کے وقت سوتے رہیں تو آرام ملتا ہے"۔ میں نے کہا کہ
"عمی ابوبکر! اللہ کا فضل رہے گا۔ ایسی نوبت ہی نہیں آئے گی۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہر جگہ آرام سے رکھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ
آئندہ بھی آرام ہی سے رکھے گا۔ آپ دعا فرمائیے"۔

۷ صفر جمعہ

صبح خبر ملی کہ جہاز پر مال سب چڑھ گیا ہے۔ اور
جہاز (۹) بجے روانہ ہو جائے گا۔ ناشتہ کے بعد
سلطان صالح کے پاس گیا۔ انھوں نے حیدر آباد کے چند خطوط
دئیے۔ انھیں لے لیا اور ان سے رخصت لی۔ پھر عمی ابوبکر سے
مل کر روانہ ہوا۔ عمی ابوبکر نے بھی ایک خط حضرت والد صاحب قبلہؒ
کے نام دیا۔ اور زبانی بھی فرمایا کہ والد صاحبؒ کو یہاں آنے کیلئے
ضرور کہو۔ میرے ساتھ سید عبدالرحمٰن بن عبداللہ باٗفقیہ بھی عدن
تک چل رہے ہیں۔

روانگی از مکلّا ۷ صفر جمعہ

ٹھیک (۱۰) بجے دن کے یہ جہاز مکلّا سے روانہ
ہو گیا۔ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ اسی جہاز
میں آتے وقت روپیہ دے کر جو جگہ محفوظ کی تھی
آج وہی جگہ بلا اجرت دئیے مل گئی۔ کیوں کہ یہ ہوادار مقام ہے
اکثر لوگ نیچے کی جگہ پسند کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہاں سے صرف
(۸-۱۰) مسافر سوار ہوئے ہیں۔ نہایت آرام سے جا رہے ہیں۔
یہاں افندی محمد صلاح الدین صاحب النجار ابن شیخ عبدالوہاب
النجار سے بھی ملاقات ہوئی۔ یہ وہی مصری صاحب ہیں جن سے کل

سلطان صالح کے پاس ملاقات ہوئی تھی - مگر آج تو بڑی اچھی طرح ملاقات رہی - (۶) سال سے برلن میں مقیم ہیں - پہلے تو انھوں نے انجینیرنگ کی تعلیم پائی - پھر کارخانہ میں عملی کام سیکھا - اب تو وہیں انجن اور مشنری کا کام کر رہے ہیں - اور جرمنی سے مصر کو موٹر اور دیگر انجن لا کر فروخت کرتے ہیں ۔

یورپی ممالک کے حالات

محمد صلاح الدین صاحب مصری سے بعض یورپی ممالک کے حالات معلوم ہوئے - وہ کہتے ہیں صحت اور صفائی کے اعتبار سے جرمنی تمام یورپین ممالک میں اعلیٰ ہے - اگرچہ جنگ عظیم میں جرمنی کا بہت نقصان ہوا - ملک کا وہ حصہ جس میں معدنیات مثلاً لوہا وغیرہ ہے زیادہ تر اس کے ہاتھ سے نکل گیا - اور چار بڑی قوتوں میں بٹ گیا - ان کی طرف سے بڑی پابندیاں عائد تھیں - علاوہ ان تمام نقصانات کے ایسی بھی اس نے جو ترقی کی ہے اور کر رہا ہے، وہ تو بہرحال قابل تعریف ہے - چند دنوں میں اس کی حالت پہلے سے بہتر ہو جائے گی وہاں کے لوگوں کو ورزش اور جمنا ئیزم کا بہت شوق ہے - سوئمینگ باتھ عام پبلک کے لئے بے حساب ہیں - تخمیناً سوشیل سوسائٹی کے کلب چالیس ہزار ہیں - اور اس کے ممبرز ایک ملین سے زائد ہیں - (۷) سال تک تعلیم لازمی ہے - یہاں ایک طالب علم صرف پندرہ پونڈ ماہانہ میں آسانی کے ساتھ زندگی بسر کرسکتا ہے - تعلیم میں بڑی بڑی سہولتیں ہیں اور کہنے لگے کہ اخلاقی حالت یورپ میں سب سے بہتر سوئیڈن کی ہے اور سب سے خراب فرانس کی

پھر انگلینڈ کی یہ بھی کہہ رہے تھے کہ آج سمندر بہت ساکت ہے۔

جہاز میں کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ وقت پر ہر چیز میسّر آئی۔ بہت آرام رہا۔ رات میں بہت سردی تھی کمبل تان کر سو گیا۔

۸ رصفر شنبہ صبح روٹی، کیک بسکٹ اور چائے کا ناشتہ ہوا۔ صلاح الدین صاحب سے ہمیشہ گفتگو ہوا کرتی تھی چنانچہ آج وہ ڈاکٹر ظہیر الدین صاحب جامعی کے متعلق کہہ رہے ہیں کہ ڈیڑھ سال قبل ان کے ساتھ سویس سے عدن تک سفر رہا۔ میرے والد نے ان کا امتحان لیا تھا وہ ڈاکٹری پاس کر کے مصر سے گئے ہیں۔ میں ان کے نام کل آپ کو ایک خط دوں گا۔ آپ ان سے (HOTEL DEL EUROPE) میں ملئے۔"

ہم کو خیال تھا کہ یہ جہاز آج دن میں عدن پہونچ جائے گا۔ مگر ۲ بجے سے ذرا ہوا چلنے لگی اور ہوا بھی مخالف تھی، کچھ دیر بعد زور کی چلنے لگی۔ جس کی وجہ سے مسافروں کو بہت تکلیف ہوئی۔ میرے ساتھی سید عبدالرحمٰن بالفقیہ کو کئی استفراغ ہو گئے۔ آخر میں تو صلاح الدین صاحب کو بھی قے ہو گئی، اور بستر پر پڑے رہے۔ میرے سر میں بھی بہت درد ہوا مگر قے نہیں ہوئی۔ اسطرح مغرب کے بعد بھی یہی حالت تھی۔ بالآخر یہ جہاز رات کے (۸) بجے عدن پہنچا۔ رات ہو گئی تھی۔ پولیس کے ملازمین نے آکر پاسپورٹ دیکھا، مگر ڈک پاسنجروں کو ابھی اترنے کی اجازت نہیں ملی۔ صبح ڈاکٹر کے معائنہ کے بعد اترنا ہو گا۔ صلاح الدین صاحب تو سکنڈ کلاس میں سفر کر رہے تھے وہ تو اتر گئے۔ ہم نے

بہت کوشش کی کہ کسی طرح اترنے کی اجازت مل جائے مگر ہم کو رات جہاز ہی میں بسر کرنی پڑی۔

۹ صفر یکشنبہ عدن میں داخلہ

صبح ہوئی تو ڈاکٹر صاحب کا انتظار رہا۔ قریب (۷½) بجے ڈاکٹر صاحب تشریف لائے۔ معائنہ کے بعد اترنے کی اجازت ملی میں اور سید عبدالرحمٰن بالفقیہ نے ایک کشتی میں سوار ہو کر اپنا سامان بھی رکھ لیا اور ساحل پر پہنچے۔ یہاں ایک پولیس کا سپاہی آتا ہے اور کشتی والوں کا نرخ مقرر کرتا ہے۔ اس کے بعد خود بخشش طلب کرتا ہے۔ پھر وہیں ایک دلّال صاحب سے ملے جو ہمارے پاسپورٹ کی صحت کروانے کی فیس (۲) روپیہ لے گئے۔ بعد صحت انھوں نے پاسپورٹ کی صحت کرنے والوں کو بھی انعام دلایا اور اپنا محنتانہ بھی وصول کیا۔ میرا پاسپورٹ یہ کہہ کر رکھ لیا کہ آج کے میل میں جگہ کے لئے کوشش کرتا ہوں۔ میں تو کچھ جانتا ہی نہ تھا۔ بالفقیہ کے کہنے پر دے دیا۔ یہاں سے موٹر تک پہونچانے کے لئے پولیس والوں نے ایک روپیہ لے لیا۔ حالانکہ وہ دو سو قدم سے زیادہ نہ تھا۔ ابھی سامان گیٹ سے باہر نہ گیا ہوگا کہ کروڑگیری کسٹم والے پہنچے اور سامان کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے جب دیکھ لیا کہ کوئی ایسی چیز جو قابل محصول نہیں ہے تو کہتے ہیں کہ کچھ بخشش عنایت کرو۔ ہم نے کہا آخر کس لئے؟ نہ کوئی سامان ہے اور نہ کچھ۔ پھر کیوں مانگتے ہو؟ تو کہتے ہیں کہ کچھ ہمارا بھی تو خیال رکھئے۔ خیر یہاں سے بھی چھٹکارا ملا تھا کہ دروازہ پر پولیس والے صاحب نے آگھیرا کہ کچھ ہمیں دلائیے۔ مجھے سخت

تعجب ہوا کہ دیسی ریاستوں کا محض نام بدنام ہے۔ ورنہ جہاں انگریزی دورِ حکومت ہے اور جو ہمیشہ معرکہ کی جگہ ہے، یہاں کی حالت سب سے بدتر دیکھی گئی۔ ایک موٹر کرایہ پر لی۔ اور شیخ بکار بن سالم باشراحیل کے مکان پر پہنچے۔ سید عبد الرحمٰن بالفقیہ کو یہ جانتے ہیں۔ بالفقیہ نے سلطان صالح کی طرف سے میرا تعارف کروایا۔ پھر تو باشراحیل نے بڑی خاطر کی۔ مجھے آج کے میل سے جانے کی بڑی خوشی تھی، مگر بعد میں یہ معلوم ہوا کہ آج سے دو روز پہلے ہی جگہ محفوظ ہو گئی ہے۔ اب کوئی ٹکٹ نہیں ملتا۔ یہ خبر مجھے عصر کے قریب معلوم ہوئی تو فوراً میں نے خطوط لکھے کہ کم از کم میرے جانے سے پہلے یہ خطوط تو پہنچ جائیں تاکہ میری خیریت اور آنے کی اطلاع ہو جائے۔ مگر افسوس کہ خطوط کو بھی میل میں جگہ نہ ملی۔ پوسٹ آفس نے ان کو لینے سے انکار کر دیا کہ اس کا وقت بھی ٹل گیا۔ مغرب سے پہلے عمّی سید علی بن حسن المحضار اور سید حامد بن مصطفےٰ المحضار کے پاس گیا۔ یہاں سید علی بن محسن المحضار سے ملاقات ہوئی۔ جو سید عبد اللہ بن محسن کے بھائی ہیں۔ جن سے قویرۃ المحضار دوعن میں ملاقات ہوئی تھی۔ باشراحیل کے پاس کھانا کھا کر پھر عمّی سید علی کے پاس گیا۔ اور رات میں انھیں کے پاس قیام کیا۔ کیونکہ عمّی علی نے وعدہ کیا تھا کہ صبح کی نماز سیدنا عیدروس کی مسجد میں پڑھ کر زیارت بھی کریں گے۔ اسلئے یہیں سو گیا۔

۱۰ صفر دوشنبہ | رات میں گرمی تھی۔ صبح کی نماز کے پہلے

عمیؒ علی نے مجھے اٹھا دیا اور کہا کہ شیخ محمد کے ساتھ نماز پڑھو۔
اور پھر زیارت کرنے جاؤ۔ میری طبیعت آج اچھی نہیں ہے۔
شیخ صاحب موصوف کے ساتھ جاکر وہیں وضو کیا۔ پھر نماز
باجماعت میں شریک رہا۔ اس کے بعد گنبد میں داخل ہوکر فاتحہ
پڑھی۔ اور کچھ دیر سورۂ یٰسین اور دیگر سورتیں پڑھتا بیٹھ گیا حتیٰ
کہ اشراق کا وقت آگیا۔ بعض حضرات بھی زیارت کو آئے ہوئے
ہیں۔ یہ سب کے سب مجھ کو فاتحہ دینے پر مجبور کرتے ہیں۔ انکے
اصرار کرنے پر میں نے بھی ان کی خوشی کی۔ یہ مسجد کے قبلہ رخ گنبد
واقع ہے۔ رات میں گنبد کا دروازہ بند رہتا ہے۔ اور علی الصباح
کھلتا ہے۔ عموماً سرہانے کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ مسجد اور گنبد
دونوں شاندار ہیں۔ اس گنبد کے اندر سیدنا ابوبکر بن عبداللہ
العیدروسؒ صاحب عدنؒ اور ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے
احمد بن ابوبکرؒ اور عمر بن عبداللہ بن علوی بن عبداللہ العیدروسؒ
اور احمد و علی بن عمرؒ اور ان کی اولاد بھی آرام فرما ہیں۔ گنبد کے
باہر بھی چند قبور ہیں۔ یہاں سے قریب ہی شیخ جوہرؒ کا مزار ہے یہ
سیدنا ابوبکر بن عبداللہ العیدروسؒ کے بہت چہیتے غلام تھے۔ بعض تو
یہاں تک روایت کرتے ہیں" العیدروسؒ نے فرمایا ہے کہ" جس
کسی کو میرے پاس آنا ہو تو وہ پہلے جوہرؒ کی زیارت کرے" یہیں
شیخ عبداللہ بن عمر بامخرمہؒ اور باشکیل دین کینؒ کی بھی قبریں
ہیں۔ الحمد للہ! ان سب کی زیارت کی۔ ناشتہ کے بعد سیٹھ
علی شریف سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے کہا کہ اس ہفتہ میں

اور کوئی جہاز بمبئی جانے والا نہیں ہے۔ آئندہ اتوار کو میل ملے گا، جب تک آپ کو یہیں ٹھیرنا پڑے گا۔ میں نے کہا کم از کم ایک ٹیلیگرام تو دیدوں کہ بخیر وعافیت عدن پہنچ گیا ہوں۔ اور آئندہ اتوار کو میل سے روانہ ہورہا ہوں۔ اس ٹیلیگرام سے ان کو ایک حد تک اطمینان تو ہو جائے گا۔ سیٹھ علی شریف کو بھی یہ رائے پسند آئی۔ میں نے اسی وقت ایک ٹیلیگرام مرتب کر کے روانہ کر دیا۔

افندی صلاح الدین سے ملاقات

یہاں سے ایک ٹیکسی لے کر ہوٹل ڈی ال یوروپین کو گیا۔ الحمد للہ! صلاح الدین صاحب سے ملاقات ہوی۔ میرے میل سے نہ جانے کا بڑا افسوس کیا۔ اور کہا کہ یہ انتظار بھی کیا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ کچھ دیر باہر ورانڈہ میں بیٹھے ادھر اُدھر کی باتیں کیں۔ مصری جدید طرز پر عربی تعلیمی نصاب کی میں نے خواہش کی تو کہا کہ انشاء اللہ تعالی ڈیڑھ ماہ میں واپس ہوں گا۔ اس کے بعد آپ کے پتہ پر ضرور روانہ کروں گا۔

اور کہا کہ ڈاکٹر ظہیر الدین صاحب جامعی کے نام میں نے ابھی خط نہیں لکھا ہے۔ ابھی میرا دو روز یہاں قیام ہے۔ اس عرصہ میں آپ کل یا پرسوں جس روز چاہیں تشریف لائیں خط لکھ رکھونگا۔ اس ہوٹل کے روبرو ایک چمن ہے جس میں بیانڈ بج رہا ہے۔ مغرب سے پہلے ان سے رخصت ہو کر ٹیکسی لی اور عدن کیمپ آ گیا۔ یہ فاصلہ تقریباً چار میل کا ہوگا۔ پہاڑی پر چڑھنا اترنا پڑتا ہے۔ عدن کیمپ پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے۔ ایکطرف

پانی بھی ہے۔ یہاں ریل بھی دوڑتی ہے۔ موٹروں کی تو گنتی نہیں۔ بجلی کی روشنی سڑکوں پر، مکانوں میں، دوکانوں میں، ہر جگہ موجود ہے۔ میٹھا پانی مشین سے تیار کیا جاتا ہے۔ مزے میں کچھ فرق ہے۔ سڑکیں کشادہ صاف ستھری۔ بمبئی کا ایک حصّہ معلوم ہوتا ہے۔ یہاں کے لوگ مروّت اور ایثار کو جانتے تک نہیں۔ کاروباری ہیں۔ مغرب کی نماز عیدروس کی مسجد میں پڑھی، اس خیال سے کہ حضرۃ میں شریک رہوں۔ کیوں کہ ہر سہ شنبہ کی شب کو یہاں حضرۃ ہوتا ہے۔ نماز کے بعد معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے فاتحہ پڑھ کر باشراحیل کے مکان آگیا۔ کھانے کے بعد جا کر حضرۃ میں شرکت کی، بڑی خیر و برکت تھی۔ منصب سید عبداللہ بن عیدروس العیدروس سے بھی ملاقات کی۔ بڑے مقدس بزرگ ہیں۔ رات (۱۰) بجے یہاں سے واپس ہو کر عمّی علی بن حسن کے مکان میں سو گیا۔

<u>۱۱ر صفر سہ شنبہ</u> صبح (۱۰) بجے سیٹھ علی شریف کے ساتھ (P & O) پی اینڈ او کے آفس کو گیا۔ وہاں معلوم ہوا کہ چہار شنبہ کی شام کو بمبئی سے میل آ رہا ہے۔ اور وہ اتوار تک یہیں رہے گا۔ اتوار کو پھر یہاں سے بمبئی جائے گا ڈک پاسنجر کے لئے جگہ کا ملنا مشکل ہے۔ کیوں کہ پہلے سے ڈک پاسنجر کی جگہ کم ہوتی ہے۔ اور اس دفعہ تو کمپنی کے ملازمین جا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں جگہ کا ملنا دشوار ہے سیٹھ علی شریف نے کہا کہ "کسی صورت سے ایک جگہ تو سید صاحب کے لئے دینی

پڑے گی۔ کیوں کہ گزشتہ جہاز میں بھی ان کو جگہ نہ مل سکی۔ یہ بھلا کب تک یہاں پڑے رہیں گے؟ سرکاری ملازم ہیں۔ ان کو وقت پر پہنچنا ضروری ہے۔ میں تو بڑے صاحب کے سامنے کھڑا ہو جاؤں گا؟ جس سے سیٹھ علی شریف صاحب کی گفتگو ہوئی مددگار رہیں۔ مددگار صاحب نے کہا جمعہ کے دن آئیے۔ اور بڑے صاحب سے خود بات کر لیجئے۔" وہاں سے سیٹھ صاحب کے گھر آگیا۔ سیٹھ صاحب نے اطمینان دلایا کہ "ہر طرح کوشش کروں گا کہ آپ کو ڈک کا ٹکٹ مل جائے۔ ورنہ سکنڈ کا ٹکٹ لے لیجئے۔" میں نے کہا "میں ہر طرح تیار ہوں، دیکھئے مالک کیا کرتا ہے"۔ پھر سیٹھ صاحب فرانس آفس کو گئے۔ یہ پہاڑی پر واقع ہے۔ یہاں سے انگریزی فوج کی بارکس شروع ہوتی ہے۔ اس پہاڑی کے اوپر کے حصہ میں فوجی ہسپتال ہے۔ فرنچ آفس سے ملحق امیر البحر کا مکان اور اس پر جھنڈا لہلہا رہا ہے۔ یہ راستہ اترتے وقت بائیں طرف ڈیڑھ میل کے فاصلہ سے دوسری پہاڑی پر ریسیڈنٹ کا مکان اور کیمپ ہے۔ بہرحال یہ سارا پہاڑی حصہ یوروپین آبادی سے بھرا ہوا ہے۔ اور پہاڑوں کے اندر جو قدیم شہر ہے، وہاں زیادہ تر مسلمان اور یہودی آباد ہیں۔ یہودیوں کی آبادی بھی کافی ہے۔ ان کا اپنا ایک خاص مدرسہ، دواخانہ دیگر ضرورتوں کا ایک ایک ادارہ بھی قایم ہے۔

یہودی، عیسائی اور مسلمان کی پہچان | ملک عرب میں یہودی

عیسائی اور مسلمان بستے ہیں، زبان ایک ہے۔ صورت شکل بھی ملتی جلتی ہے۔ البتہ ان کے لباس اور وضع قطع کی وجہ سے ہم ان میں تمیز کر سکتے ہیں۔

عیسائی عورت فراک چڈی میں اتر آئی ہے۔ یہودی عورت اگرچہ برقع میں ہے، مگر سر اور منہ کھلا رہتا ہے۔ اور سر کے بالوں کی دو چوٹیاں ہوتی ہیں۔ اور کچھ بال کنپٹی پر بھی چھوڑتی ہیں۔ مسلمان عورت برقع میں معہ نقاب کے رہتی ہیں۔ اسی طرح عیسائی مرد ڈاڑھی مونچھ چٹ "کلین شیو" فیشن میں رہتا ہے۔ یہودیوں کی خاص پہچان یہ ہے کہ بچہ ہو تو سر کے بالوں کو کنپٹی پر دو انچ بڑھا کر رکھے گا۔ بڑے ہوں اور ڈاڑھی نہ رکھتے ہوں تو کنپٹی پر تین انچ تک بال رکھ کر خط رگاتا ہے۔ اور جو مذہبی لوگ ڈاڑھی رکھتے ہیں تو ان کی ڈاڑھی بھی اس طرح ہوتی ہے کہ کنپٹی پر بالوں کا ایک گچھا بالکل نمایاں رہتا ہے۔ اس کو وہ "زنّار" کہتے ہیں۔ جب وہ لوگ پیشاب یا رفع حاجت کو جاتے ہیں تو اُس وقت اس "زنّار" کو کانوں کے پیچھے کر دیتے ہیں۔ مسلمان اکثر ڈاڑھی رکھتے ہیں تو صرف (ٹھڈی) پر مختصر سی۔ البتہ جو پکے مذہبی ہوتے ہیں وہ سنّت نبوی کے موافق رکھتے ہیں۔

بغداد میں بھی یہودی آباد ہیں اور دمشق میں بھی، مگر بیت المقدس میں بکثرت ہیں۔ اور ہر میدان میں بہت اڈوانس۔ خصوصاً پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) کے بعد سے تو انھیں خاص طور پر بیت المقدس میں لاکر بسایا گیا ہے۔ یہ لوگ کہاں کے

باشندے ہیں؟ جرمنی، فرانس، انگلینڈ وغیرہ کے یعنی یورپ و امریکہ کے یہودی باشندوں کو یہاں لا کر بسایا گیا ہے۔ یہ سب تعلیم یافتہ، فنداں، ہنرمند ہیں۔ دنیا کی دولت سمٹ سمٹا کر آج انھیں کے ہاتھوں میں آگئی ہے۔ زراعت کے بڑے بڑے کھیتوں میں مشین کے ذریعہ ناگر چلائے جا رہے ہیں۔ اتنے بڑے میدان میں صرف دو ناگر چل رہے ہیں۔ کسان سر پر ہیاٹ جسم پر شرٹ اور نیکر پیر میں ربر کے موزے پہنے ہوئے کھیت میں کام کر رہے ہیں۔ دوسری طرف قدیم فلسطینی علاقہ میں جہاں عرب مسلمان باشندے زراعت کرتے ہیں، وہاں دو دو، تین تین بیلوں سے ناگر چلایا جا رہا ہے۔ یہ ابھی بیل بیدڈ ی میں ہیں۔ یہ توریت میں موٹر اور ہوائی جہاز میں۔ ان کی اور اُن کی رفتار ترقی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

آج کل میں یہاں دیکھ رہا ہوں کہ یہودیوں کے مذہبی زنار کو ہندوستان کا نوجوان طبقہ اختیار کر رہا ہے جس کو دیکھو کنپٹی پر تین چار انچ بال بڑھا کر خط لگاتا ہے۔ یہ بالکل یہودیوں کی صورت بنا رہا ہے۔ اپنے عادات و اطوار چھوڑ کر یہودیوں کی چال و چلن اختیار کر رہا ہے۔ اب تو صورت بھی ویسی ہی بنا رہا ہے۔ خصوصاً مسلمان کو تو ان کی جیسی صورت ہرگز نہ بنانی چاہیے جن پر خدا کی لعنت پڑی ہے۔ جب کہ وہ خدا اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔

حضرت عمر بن شعیبؓ سے روایت ہے نبی کریمؐ نے فرمایا

"وہ ہماری جماعت سے نہیں ہے جس نے دوسری قوموں کی مشابہت کی" (بخاری)۔

یہ سب کچھ لاعلمی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ مگر جب علم ہو جائے تو پھر وہ کام ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔ خدائے تعالےٰ ان لعنتوں کی اتباع سے مسلمانوں کو بچائے (آمین)

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی داڑھی کو اور تین چار انچ دونوں طرف بڑھا کر ٹھوڑی تک پہنچا دیں تو سنّت نبوی کی پیروی بھی ہو جاتی ہے، اور صورت بھی بارونق بن جاتی ہے۔

مسلمانوں کو تو بہر حال اپنے پیغمبرؐ کی صورت و سیرت بنانے اور ان کی پیروی کرنے کا حکم ہے۔

" قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (اٰل عمران۔۴)

ترجمہ:۔ "(اے محمد! آپ) کہہ دیجئے اگر اللہ تم کو محبوب ہے تو تم میری پیروی کرو، تم بھی اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے۔ اور وہ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تو غفور و رحیم ہے ہی"۔

اس حکم کے تحت آپ کی پیروی میں داڑھی رکھنا چاہیئے تھا آج چودہ سو سال سے یہ حکم چلا آرہا ہے۔ اس کی تعمیل کی طرف توجہ نہ کی، میں ان ناسمجھ نوجوان مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ ان کو اس طرح کا زنانہ زلف رکھنے کا حکم آخر کس نے دیا؟ جس کی بلا چون و چرا مشرق سے مغرب تک یوں تعمیل ہو رہی ہے محض ایک فلم ایکٹر کو جو یہودی ہے اس طرح بال رکھتے دیکھا تو بلا سوچے سمجھے خود بھی

اس جیسی شکل اپنی بھی بنانے لگے اور سمجھے کہ ایک نیا فیشن ایجاد ہوا۔ اس سے صورت کے حسن میں کچھ اضافہ تو نہیں ہوا بلکہ وہ بدرونق ہو گئی ہے۔

عورتوں نے بھی کسی ایکٹرس کو ایک خاص قسم کا "جوڑا" بنتے ہوئے دیکھا تو بس اسی کی طرح خود بھی اپنا جوڑا بنانے لگے۔ اس طرح جوڑا بنانے کے لئے خاص خاص زنانی ہیر کٹنگ سیلون ہیں، جہاں ایک مرتبہ بنانے کی اجرت دس۔ پندرہ روپیہ تک پہنچاتی ہے ایک بیوی نے کہا اس جوڑے کی خاطر رات بھر سوئی نہیں کہ کہیں وہ بگڑ نہ جائے، کیوں کہ کل جلوہ تھا اور آج چوتھی ہے۔ اسکی خاطر میز پر سر ٹیک کر رات گزار دی۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے یہ کوئی نیا فیشن نہیں ہے۔ یہ بڑے پرانے دقیانوسی فیشن ہیں جس کو دنیا نے بارہا آزمایا اور پھر ٹھکرا دیا۔

"وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی" (الاحزاب - ۳۳)

ترجمہ:۔ "اور (اے عورتو!) اپنے گھروں میں بیٹھی رہو، اور اگلے زمانہ کی جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو۔"

اگلے زمانہ کی جہالتوں میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ ننگے ہو کر کعبہ شریف کا طواف مرد، عورت دونوں کیا کرتے تھے، یہ تمام فحش بلکہ افحاش فیشن سینکڑوں بار دنیا میں بندۂ نفس لاتے رہے اور بندۂ خدا ان کو ٹھکراتے رہے۔ اللہ کے بندوں کا جب تک غلبہ رہتا ہے تو یہ دبے رہتے ہیں۔ اور جب بندۂ نفس کا غلبہ ہو جاتا ہے

تو پھر وہی فرتوت رسومات کو اجاگر کرتے رہتے ہیں۔ یہ دشمنِ ازلی
شیطان! ان اللہ والوں کو بھی کب چین سے بیٹھنے دیتا فرقہ بازیوں
میں ڈال دیا۔ ایک سیدھا سادھا آسان دین (اَلدِّیْنُ یُسْرٌ) کے
(۷۲) فرقے بن گئے۔ ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے لگا جس کے متعلق
رسول اکرمؐ نے ہم کو قبل از قبل آگاہ فرما دیا تھا۔

"مسلمانوں کو دنیا کے تمام غیر مسلم مل کر بھی تباہ کرنا چاہیں تو
تباہ نہیں کر سکیں گے۔ البتہ مجھے یہ ڈر ہے کہ ان میں حُبِّ دنیا بڑھ
جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ خود ایک دوسرے کا آپس میں کُشت
و خون کر کے تباہ ہو جائیں گے، جس طرح اگلی اُمتیں تباہ ہو گئیں"۔

اسلام کو جسے پرانا چودہ سو سال کا طریقہ اور فیشن کہتے ہیں۔
میں کہتا ہوں کہ یہی طریقہ اور فیشن (UPTODATE) ہے اور
جو قیامت تک بھی UP TO DATE ہی رہے گا۔ اسی طریقہ کا
کو جو فطرت پر مبنی ہے اختیار کرو تو دنیا کی بے چینی رفع ہو کر
چین و سکون نصیب ہوگا۔ اِنْشَاءَ اللہُ الْمُسْتَعَان!

الغرض عمان میں بھی یہودی لوگ تجارتی، صنعتی، اور
دیگر شعبوں میں چھائے ہوئے ہیں۔ یہاں ہندو بھی اکثر دکھائی دیے
جو عربی بڑے مزے سے بولتے ہیں۔ بعض عربی جملے ان کی زبان سے
سن کر بڑا تعجب ہوا۔ مثلاً "استغفر اللہ، وَاللہِ" وَالنَّبِی، صَلُّوا
عَلَی النَّبِی" وغیرہ۔ بے کاری!! انتظار بھی بڑی تکلیف دہ چیز ہے
آج کل کے دن بڑی مصیبت سے کٹ رہے ہیں۔ بجز صبر و شکر کے
اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ آج دوپہر میں سید علی بن محسن المحضار کے

پاس دعوت ہے۔ صاحب موصوف نے بڑی اچھی طبیعت پائی ہے وہ آج (۱۶) سال سے یہیں مقیم ہیں۔ اپنا پتہ بھی لکھ دیا۔

پتہ: بیت علی۔ باجنید۔ سکنۃ الزعفران۔ عدن

۱۲ صفر چہار شنبہ

رات ہمیشہ حمی علی بن حسن کے مکان میں گزرتی ہے۔ دن کے (۱۰) بجے محمد صلاح الدین مصری صاحب سے ملنے گیا۔ صاحب موصوف نے حسب وعدہ ڈاکٹر ظہیر الدین صاحب جامعی کے نام کا خط دیدیا۔ اثنائے گفتگو میں مذہب کے متعلق مصریوں کے خیالات کا اظہار کر رہے تھے' ان کا بیان ہے کہ مصر میں بھی جدید ترکوں کے ہم خیال بہت ہوگئے ہیں خصوصاً آئندہ نسل تو ادھر ہی کو جارہی ہے۔ یہ لوگ عموماً مذہب پر تین قسم کے اعتراض کرتے ہیں :-

(۱) مذہب' علم اور سائنس کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

(۲) مذہب' لوگوں کو توہمات میں ڈال دیتا ہے۔

(۳) مذہب' دعاء کی تلقین کر کے انسان کو محنت کرنے سے روکتا اور کاہل بنادیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان دنیا میں دیگر اقوام کے پیچھے رہ گئے اور ہر اعتبار سے نقصان اٹھا رہے ہیں۔ جو قومیں مذہب سے آزاد ہیں وہ ہر طرح ترقی کر رہی ہیں۔ آج دنیا پر انھیں کی حکومت چل رہی ہے اور مسلمان نہایت ہی پست حالت میں ہیں اور تباہ ہو رہے ہیں۔

اُن کی یہ گفتگو سننے کے بعد میں نے کہا اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا میں ڈھے لسنے کر سیکڑوں

طریقے ہیں جن کے نام بھی مختلف ہیں۔ مگر حقیقت میں پوچھو تو دو ہی طریقے ہیں:-

(۱) نفس پرستی کی زندگی (۲) خدا پرستی کی زندگی

نفس پرستی کی زندگی کیا ہے؟ اس زندگی میں انسان جو جی چاہا کرتا ہے، اپنی آزادانہ زندگی کو کسی کے تابع رہ کر سلب کرنا نہیں چاہتا۔ خدا پرستی کی زندگی میں انسان خدا کو اپنا حاکم و مقتدر مانکر اس کی اطاعت میں زندگی بسر کرتا ہے۔

چونکہ انسان مختلف طبائع کے ہوتے ہیں۔ پھر فطرۃً خود غرضی ان کی قماش میں بھری ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں نہ کوئی ایسا قانون ہی نافذ کر سکتے ہیں اور نہ کوئی ایسی حکومت ہی بن سکتی ہے جو ساری دنیا کے لئے قابل تعمیل ہو۔ اور سب کے سب اس سے راضی بھی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں آئے دن شر و فساد برپا ہوتے رہتے ہیں۔

" ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ○

(الروم ۳۰-۴۱)

ترجمہ: (خود لوگوں ہی کے کرتوتوں سے کیا خشکی اور کیا تری، یعنی ہر جگہ ہر طرح کی خرابیاں ظاہر ہو چکی ہیں) اور اس کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ لوگ جیسے جیسے (من مانی) عمل کر رہے ہیں خدا ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے تاکہ وہ ایسی حرکات سے باز آئیں، تاکہ وہ منہ پھیرنے کرنے کے بجائے ہماری طرف رجوع کریں۔"

اسی کو دور کرنے کے لئے دوسرا طریقہ زندگی یعنے خدا پرستی کی زندگی اختیار کی گئی۔ جس سے امن و آمان اور چین و سکون نصیب ہوتا ہے۔ جب سے دنیا قایم ہے انھیں دونوں قسم کی طرز زندگیوں میں لڑائی جھگڑے چلے آرہے ہیں۔ نفس چاہتا ہے کہ کوئی اس کے ارادہ میں حائل نہ ہو، وہ جو چاہے سو کرے، کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔ من گھڑت ایک خدا کا تصوّر اپنے پر مسلط کر لینا، پھر حساب و کتاب، جنت و دوزخ کو مان کر دنیا کی مصیبت کو اپنے مول لینا کونسی عقل کی بات ہے۔ یہ ہیں اشتراکیت کے خیالات۔ یہ خدا کے دشمن ہیں۔ انھیں "ANTI GOD" کہتے ہیں۔ ان کا مطمح نظر یہ ہے کہ:-

EAT, DRINK AND BE MERRY

FOR TOMORROW WE SHALL DIE.

کھاؤ پیو مزے کرو۔ کیوں کہ کل ہم کو مرنا ہے۔

دوسری طرف خدا پرستوں کا یہ خیال ہے:-

(۱) آسمان اور زمین اور اس کے اندر باہر جو کچھ بھی ہے اس کا پیدا کرنے والا، اور اس پر حکومت کرنے والا ایک خدا ہے جو وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ہے۔

(۲) حضرت محمدؐ رسول مقبولؐ خدا کے برحق پیغمبر ہیں، جن کے ذریعہ اللہ نے اپنے بندوں کو اپنے احکام بھجوائے ہیں۔ آپ جو حکم دیں اسکو مانو، جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

(۳) اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی بھی ہے جس کا نام

نیابت ہے۔ جس زندگی میں یہاں کی زندگی کا حساب کتاب دینا ہوگا جس کے بعد دو ہی صورتیں ہیں۔ جنّت یا دوزخ۔

ان نفس پرستوں کے لئے خدا پرستی ایک عذاب معلوم ہوا۔ تو ذات پات، اونچ نیچ، کالا گورا، زمین کے لحاظ سے، زبان کے لحاظ سے، مختلف لحاظ سے جھگڑے کھڑا کر دئیے کہ ان چند ظالموں کے سبب سے ساری دنیا ظلم و ستم کی زندگی بسر کرتی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے معصوم پیغمبروں کے ذریعہ اپنے احکام اپنے بندوں پر بھیجا کئے۔ ہر قوم میں ایک ہادی ضرور آیا:۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرّعد-۷) اس طرح ہر قوم و مذہب کا پیشوا پیغمبر ہی ہوتا رہا۔ مگر ان کے ماننے والے محدود ہوتے اور کچھ عرصہ کے بعد خدائے واحد کی پرستش چھوڑ کر نفس اور شیطان کی پرستش میں مبتلا ہو جاتے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ لوگ ایسے مذہب سے ضرور بیزار ہوں گے جو اپنی اصلیت پر قائم نہ رہا ہو۔ نہ ان کی کتاب ہی اپنی اصل کے ساتھ قائم رہی، اور نہ ان کے پیغمبر کے فرمودات اور نہ ان کی زندگی ہی محفوظ رہی۔ اس لئے ان لوگوں کے لئے یہ ضروری تھا کہ اپنے باطل مذہب کو ترک کر دیں۔ مگر اس کو ترک کرنے کے بعد ان کی سلامتی اسی میں تھی کہ وہ اسلام کو قبول کر لیتے۔ افسوس کہ انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ سرے سے مذہب ہی کے دشمن ہو گئے اور لا مذہبیت ان میں آگئی۔

اسلام سے پہلے دنیا میں جتنے مذاہب تھے وہ دنیا کے ظلم و ستم کو

دیکھ کر دولت اور حکومت کی برائی کر رہے تھے، ترکِ اسباب اور ترکِ دنیا کو خاص مذہبی اہمیت حاصل تھی۔ بدھ مذہب کے پیشوا گداگری پر مجبور تھے اور سمجھتے تھے کہ بغیر اس کے روحانی عظمت حاصل نہیں ہوتی۔ عیسائیت میں اہلِ دولت کے لئے آسمانی بادشاہت میں کوئی حصّہ نہ تھا۔ ہندوؤں کے ہاں بھی آخری عمر کے حصّے میں سنیاس لینا، بھیک مانگنا ضروری تھا ہر مذہب میں ترکِ اسباب، ترکِ دنیا، ترکِ لذّات، ترکِ علائق کو خاص تقدس کا درجہ حاصل تھا۔

بالآخر خاتم النّبیین سید المرسلین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کی تشریف آوری ہوئی، جن کی آمد کے متعلق جملہ آسمانی کتب میں پیشین گوئی کر دی گئی تھی، اور آپ کو ماننے کیلئے ہر پیغمبر نے بھی اپنی اپنی امّت کو ہدایت کی تھی۔ بعضوں نے تو یہ آرزو بھی ظاہر کی کہ "اے خدا! کاش تو ہم کو ان کی امّت میں پیدا کرتا تو کیا اچھا ہوتا" مگر ان کی امّتوں نے ان سب پیشین گوئیوں کی تصدیق ہونے کے باوجود محض اپنے تعصب کی وجہ سے حق پوشی کی اور انکار کر دیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

"اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ ھُمْ یَعْلَمُوْنَ (البقرہ - ۱۴۶)

ترجمہ:- جن لوگوں کو ہم نے کتاب (مثلاً توراۃ، زبور، انجیل وغیرہ) دی تھی وہ لوگ جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور

یقین رکھتے ہیں کہ یہ ان کا بیٹا ہے۔ اسی طرح ہمارے اس پیغمبر محمدؐ کو بھی پہچانتے ہیں، اور یقین رکھتے ہیں کہ یہ پیغمبر ہیں۔ مگر ان میں ایسے بھی ہیں جو دیدہ و دانستہ حق بات کو چھپاتے ہیں، حالانکہ انہیں اس بات کا علم ہے"

اسلام آنے کے بعد بجائے اس کے کہ دیگر مذاہب والے اسلام کو قبول کر لیتے اور آخری پیغمبر پر ایمان لا لیتے تو دنیا میں اس وقت جو شر و فساد برپا ہے وہ مٹ جاتا، اور امن و امان کا دور دورہ جاری رہتا۔ مگر افسوس کہ انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اسلام کی حقانیت کو دیکھ کر اپنے بگڑے ہوئے مذہب کی تھوڑی بہت اصلاح کر لی۔ عیسائیوں نے تو ایک نیا مذہب "پروٹسٹنٹ" پیدا کر لیا۔ اسلام کی توحیدی تعلیم ہی کا نتیجہ ہے کہ عیسائیت میں جہاں تثلیث کو مانتے تھے وہاں توحیدی عیسائیت یعنی :- "UNITARIARRISM" پیدا ہو گئی۔ ہندوؤں نے بھی آریہ سماج کو جنم دیا۔ اسی طرح دیگر مذاہب والوں نے بھی اپنے اپنے مذہب میں تھوڑی بہت اصلاح کر لی۔ اس سے کچھ فائدہ تو نہ ہوا بلکہ اس طرح ان میں دو دو فرقے خود بخود پیدا ہو گئے اور ہر پیرو اپنے باطل دین پر ہی اڑا رہا۔ جو لوگ اپنے پیغمبر کو مانتے ہوئے خود اپنے ہی دین میں ردّ و بدل کر ڈالے۔ بھلا وہ دوسرے پیغمبر کو کیا مانتے؟

جب آقائے نامدارؐ تشریف لائے تو تارک الدنیا کے عقیدۂ فاسدہ پر کاری ضرب لگی، اور کسبِ معاش یعنی زراعت، تجارت

صنعت، حرفت وغیرہ کو افضل العبادات فرمایا۔ دنیا دار العمل ہے، اس کا پھل کچھ یہاں اور بہت کچھ آخرت میں ملے گا:۔ " اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ (حدیث) جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔" لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ (البقرۃ - ۲۸۶) انسان کو اتنا ہی ملتا ہے وہ جتنی کوشش و محنت کرتا ہے: "لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى" (النجم - ۳۹) بغیر محنت کے کچھ نہیں ملتا۔

حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اپنا بار کسی دوسرے پر نہ ڈالے اس پر صحابہ کرامؓ سے بیعت لی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بزمانہ خلافت ایک روز اونٹ پر جا رہے ہیں ہاتھ سے نکیل چھوٹ جاتی ہے، اونٹ کو بٹھا کر اُترتے اور نکیل لیتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا "یا امیر المؤمنین! آپ فرماتے تو ہم آپ کو دیدیتے" آپ نے فرمایا "سرکارِ دوعالمؐ سے بیعت کیا ہوں کہ اپنا کام دوسرے سے نہ لوں گا۔"

کسی نے نبی کریمؐ کے سامنے ایک بزرگ کی تعریف کی کہ "وہ دائم الصوم اور قائم اللیل ہیں" دریافت فرمایا "وہ کھانا کہاں سے کھاتے ہیں"؟ عرض کیا گیا کہ "ان کا بھائی کھلاتا ہے" تو فرمایا "ان کا بھائی جو محنت کر کے خود بھی کھاتا اور انکو بھی کھلاتا ہے اُن سے بہتر ہے"۔ آپ نے عبادت کے ستر حصے قرار دئیے جن میں افضل ترین عبادت کسبِ حلال اور جائز کمائی ہے اور فرمایا "جو شخص حلال روزی کی سعی میں تھک کر سو جائے

اللہ تعالے اس سے خوش رہے گا اور وہ مرنے کے بعد بخشا جائے گا۔"
آپ نے یہ بھی فرمایا "جو حفظِ آبرو اور دوسروں کی امداد کرنے کیلئے
مال جمع کرتا ہے یہ بھی کارِ ثواب ہے۔"

جہاں تک مذہبِ اسلام کا تعلق ہے اس سے ان اعتراضات
کا جو اوپر مذکور ہیں خود بخود ازالہ ہو جاتا ہے۔ اسلام نے ایک
ایسے ملک میں جنم لیا جہاں جہل اور توہمات میں لوگ ڈوبے
ہوئے تھے ان کی بیخ کنی کی۔ موثر بالذات صرف ایک ذات
کو ٹھہرایا اور علم کو ترقی دی۔ جس ملک میں اسلام پہنچا علم کی مشعل
ساتھ لے گیا۔ قرطبہ یونیورسٹی یورپ کی موجودہ ترقی کا باعث ہے
مسٹر بری فالٹ اپنی کتاب "انسانیت کی تعمیر" میں لکھتے ہیں:

"ساری سائنس عربوں کی سائنس کی مرہون منت ہے
اس لئے نہیں کہ عربوں نے عجیب و غریب دریافتیں کیں اور
انقلابی نظریئے پیش کئے بلکہ اس لئے بھی کہ سائنس اور اس
کے وجود کا باعث یہی عربی تہذیب بھی ہوئی ہے۔"

مسٹر گل جینز برگ فرماتے ہیں:-

"پیغمبر عرب نے بادیہ اور غیر مہذب عربوں میں ایک ایسی
نئی روح پھونک دی کہ وہ مغربی دنیا کے رہنما اور معلم بن گئے
اور شمشیر و تمدن کا پھریرہ چین سے لے کر اسپین تک اڑنے لگا۔"

اب رہا دعا کی تلقین پر یہ اعتراض کہ دعا انسان کو محنت
کرنے سے روکتی ہے۔ دعا سے ہوتا کیا ہے؟ بندہ جب کوئی کام
کرتا ہے تو اس کام کو کما حقہ ادا کرنے پھر اس کام کو جس غرض

اور مقصد کے لئے کیا جا رہا ہے وہ مقصد حاصل ہونے کی التجا کی جاتی ہے۔ اس پس منظر میں جو بھی کام ہوگا دُعا کو ساتھ لے کر کریں تو اس میں نئی جان پڑ جاتی ہے اس لئے سرکارِ دو عالمؐ نے فرمایا:-

"اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" دُعاء عبادت کا مغز ہے پھر فرمایا "لَا یُرَدُّ الْقَضَاءُ اِلَّا الدُّعَاءُ" تقدیر (قضاء معلّق) سوائے دُعاء کے نہیں پلٹتی"۔ ہر کام کے لئے دعا کرنے کو کہا گیا یعنی اللہ سے التجا کرنا، عرض معروض کرنا اور اس کام کی کامیابی کے لئے اسی سے مدد مانگنا سکھایا گیا ہے۔ ابوالخیر محمد بن محمد الجزری الشافعیؒ نے "الحصن الحصین" کے نام سے قرآن اور احادیث کی مستند دعاؤں کا مجموعہ شائع کیا ہے، جس میں ہر قسم کی دُعائیں موجود ہیں۔ پھر خدا پر کس طرح بھروسہ کیا جائے واضح کر دیا ہے یعنی "پہلے اونٹ کی نکیل باندھو، پھر مالک حقیقی کے حوالہ کر" کسی کام کو کامیاب بنانے کے لئے جتنی کوشش کرنی ہے وہ پہلے کر لے اس کے بعد اس کے نتیجے کے لئے خدا کی ذات پر پورا بھروسہ کر۔ صرف اپنی کوشش پر بھروسہ کرنا اپنے مخلوق ہونے پر ظلم ہے۔ یعنے کام کرنے سے پہلے ہی مدد الٰہی مانگ اور اس کا نام لے کر کام شروع کر۔ کام ختم ہونے کے بعد نتیجہ کے لئے بھی خدا کی ذات پر بھروسہ کر۔ کسی بزرگ کا قول ہے: "یہ کہنا کہ کرے تو ملتا ہے غلط ہے، مگر ملتا اسی کو ہے جو کچھ کرتا ہے" اسی مقصد کو ظاہر کر رہا ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ ہر مذہب میں چاہے وہ

کتنا ہی بگڑا ہوا کیوں نہ ہو، کچھ مشترک تصورات ضرور پائے جاتے ہیں جیسے یہ دنیا فانی ہے، آنے والی دنیا باقی ہے، اس دنیا میں ہم جو کچھ بھی کریں گے اس کا بدلہ دوسری دنیا میں ملے گا۔ اس لئے نیکی کی ترغیب اور بدی سے نفرت دلائی جاتی ہے۔ ہر مذہب میں ایثار کی تعریف اور خود غرضی کی مذمت کی گئی ہے۔ جھوٹ، عداوت، رشوت ستانی، ایذارسانی، حق تلفی، ظلم و زیادتی وغیرہ ان رزایل کو بُرا کہا گیا۔ اور سچائی، ایمان داری، خدمتِ خلق، ہمدردی، محبت وغیرہ حسنات کو سراہا گیا، مگر اس کے پیرو مذہب کا نام بدنام کر کے اپنی نفسانی شرارتوں پر اُتر آتے ہیں۔ اور وہ سب کچھ کر جاتے ہیں جیسے مذہب منع کرتا ہے۔

اب میں مذہب اسلام میں خدا کا جو تصور پیش کیا گیا ہے اسکو بتلانا چاہتا ہوں جسکی وجہ سے ایک مسلمان کس طرح اپنے نفس و ارادہ کو خدا کے ارادہ کے تحت کرتا اور اپنے آپ کو اسکے سپرد کرتا ہے:۔

(۱) سب سے پہلا تصور یہ کہ خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے وہی معبود حقیقی ہے جو قابلِ پرستش ہے، وہی خالق ہے، اس لئے حکم بھی وہی دیتا ہے۔ "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ" (الاعراف ۔ ۵۴) حکم دینا اسی کا کام ہے۔ حکم صرف خدا ہی کا چلتا ہے۔ "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" (یوسف ۔ ۶۷) وہ سب کا خالق ہے اور سب سے اسکو محبت ہے۔ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ (بخاری) ہر طرح کی خوبی اسی کے ہاتھ میں ہے وہ ہر چیز پر قادرِ مطلق ہے۔ "بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○" (آل عمران ۔ ۲۶) وہی ہر بات کو سننے والا، اور ہر چیز کو

دیکھنے والا ہے۔ "اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ" (بنی اسرائیل-۱) تم کہیں رہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ "وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ" (الحدید-۴) ہم جو کچھ کرتے ہیں اچھا ہو کہ بُرا، اس کے روبرو کر رہے ہیں۔ اس کو ہر وقت حاضر و ناظر جاننا ضروری ہے۔ اللہ پر بھروسہ کرو۔ وہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا وکیل ہے :- "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ" (آل عمران-۱۷۳) ذرہ بھی اس کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کرتا: "لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ"۔

(۲) حضرت محمد رسول اللہ اس کے سچے رسول ہیں، جن کے ذریعہ اس نے اپنے بندوں کو اپنے احکام بھیجا ہے۔ خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ "اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ" (محمد-۳۳) رسول جس کام کا حکم دیں وہ کرو، اور جس سے وہ منع کریں اُسے ہرگز مت کرو۔ پیغمبر کی حکم عدولی میں خدا کے غضب سے ڈرتے رہو۔ خدا کی مار بڑی سخت ہے۔ "وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ" (الحشر-۷) جس نے پیغمبر کی اطاعت کی اس نے عین خدا کی اطاعت کی۔ "مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" (النساء-۸۰) اس طرح پیغمبرؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کے لئے حکم دیا گیا ہے۔ اُن کا حکم سو میرا حکم، ان کی فرمانبرداری سو میری فرمانبرداری" فرمادیا۔ "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" (النجم ۵۳-۴) وہ یعنی محمد اپنی خواہش

دلنفس سے بات بھی نہیں کرتے۔ جب تک ان پر ہماری طرف سے
وحی نہ ہو، کوئی حرکت نہیں کرتے۔

(۳) قیامت برحق ہے، ہم کو مرنا ہے، مالک کو منھ دکھانا ہے
تم میں سے ہر ایک دوسرے کا چرواہا ہے، رکھوالی ہے۔ ایک دوسرے
کے متعلق بازپرس ہوگی (حدیث) امن تمام تمدنی ضروریات سے مقدم ہے
اور بدامنی سے تمدن بگڑ جاتا ہے۔ اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا ہ
یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا (نبا ۱۷-۱۸)۔

ترجمہ:۔ بے شک فیصلے کے دن کا ایک وقت مقرر ہے،
اُس دن صور پھونکا جائے گا، اور تم لوگ گروہ کے گروہ حاضر ہونگے۔
ہم سب کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ حساب کے بعد دو ہی
صورتیں ہوں گی۔ یا تو ابدی جنت یا پھر ہمیشہ کی دوزخ۔

اسلام نے اپنے بہترین دور میں فتوحات اور ترقی کی جو
غیر معمولی قوت ظاہر کی اس کا راز عقیدۂ توحید سے زیادہ
وجود باری تعالیٰ پر ایقان کامل میں پایا جاتا ہے۔ صرف یہی
نہیں کہ اللہ ایک ہے بلکہ اللہ ہر جگہ موجود بھی ہے، اس کا وجود
کل عالم کے وجود کا باعث ہے۔ اس کی مرضی آخری اور قطعی ہے
اس کی سرکار سب سے بڑی اور اس کی طاقت لامحدود ہے۔

انسان کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اس کی مرضی کا پابند
ہو جائے۔ یہی وہ چیز ہے جس سے عربوں کے فرقوں کو بعد اسلام
ایک جسدِ واحد بناکر زبردست قوت عطا کی گئی تھی۔ یہی وہ
چیز ہے جو اگر آج بھی کہیں صحیح معنوں میں مسلمانوں میں موجود

ہو جائے تو انھیں وہ پختگی، سیرت، عزم راسخ اور قوت ارادی بخشتی ہے، اور انتہا درجہ کی سخت مشکلات میں صبر اور ہمت دلاتی ہے، جس سے اس نظام کے بہترین پیرو آراستہ و پیراستہ ہیں۔

ایک امتناع شراب ہی کو لیجئے۔ آج بعض مہذب ممالک میں شراب نوشی پر سخت سے سخت امتناعی احکام جاری کیے گئے۔ مگر وہ عملی طور رک نہ سکی۔ سزا بھی دی جاتی ہے۔ جرمانے بھی ہوتے ہیں۔ نقصان بھی اٹھاتے ہیں۔ مگر شراب نوشی بند ہوئی ہے اور نہ ہو سکے گی۔ اس کے برخلاف اسلام میں جس دن شراب حرام کی گئی۔ ایک صاحب پیئے ہوئے تھے معلوم ہوتے ہی قے کر ڈالی۔ لوگوں نے کہا "حرام ہونے سے پہلے آپ نے پیا تھا" تو فرمایا "معلوم ہو جانے کے بعد نجس شے میرے پیٹ میں کیسے رہ سکتی ہے" صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں "دنیا میں زندہ جلایا جانا قبول۔ مگر حرام کام کرنا قبول نہیں جس کی وجہ سے آخرت میں ہمیشہ جلنا ہوگا"۔ یہ خوف صرف مذہب ہی سے پیدا ہو سکتا ہے۔ دنیوی قوانین اس طرح اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ جب تک مذہبی تصورات ان پر غالب رہے۔ دنیا نے امن و چین کی زندگی بسر کی، اور جب سے مذہب سے بیزاری پیدا ہوئی۔ اشتراکیت اور جمہوریت کی بلا نازل ہو گئی، اور یہ سمجھ لیا گیا کہ ملوکیت اور شخصی حکومت ہی در اصل ایک لعنت تھی۔ پس اب صحیح حریت اور آزادی نصیب ہو گئی۔ مگر افسوس کہ دنیا امن و چین کی زندگی سے محروم ہو گئی۔

یہ یاد رکھو! انسان فطرتاً خود غرض واقع ہوا ہے، اپنی ذاتی خواہش اور راحت کو مقدم رکھتا ہے۔ انسانیت، انصاف، رحم و کرم سب اپنے ذاتی مفاد کے بعد ملوکیت کے دور میں مقتدرِ اعلیٰ۔ صرف ایک شخص ہوتا تھا۔ لہٰذا اس کی خواہشات بھی محدود ہوتی تھیں۔ آج کے جمہوری دور میں کیا ہو رہا ہے؟ حکمران پارٹی کے افراد لاکھوں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ ان کی ذاتی تمنائیں ان کی تعداد کے لحاظ سے اتنی ہی لامحدود ہوتی ہیں۔ جس سے باقی دنیا زندہ رہنے سے بھی محروم ہو جاتی ہے۔

بادشاہ تنہا ہوتا تھا، اگر وہ ظالم تھا مر گیا، اور اس کی جگہ اچھا بادشاہ آگیا تو رحمت آگئی۔ مگر آج کی جمہوریت وہ لعنت ہے کہ اس سے کبھی چھٹکارا نہیں مل سکتا۔ ایک خود غرض جماعت جاتی ہے تو دوسری خود غرض جماعت آجاتی ہے۔ اور یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ صرف مذہب یعنے آئین خداوندی کا خوف ایسا تھا جس سے ان لیے دیقوں کے ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے تھے۔ اسی لیے تو انھوں نے مذہب کی مخالفت شروع کر دی۔ ذاتی خرابیاں کو مذہب کا نتیجہ قرار دے کر اس کی انتہائی مذمت کی جانے لگی اس طرح مذہب کے مقابلہ میں شیطان کی فتح ہو گئی۔ جب اکثریت شیطان کے تابع ہو جائے تو پھر چین و سکون کہاں رہے گا؟ یہ دشمنِ دین افراد ایک دن دنیا کو ختم کر کے رہیں گے۔ یہ سب نتیجہ ہے مذہب سے دوری کا۔ اور خدائے تعالیٰ سے بے خوفی کا۔ خوف ہی انسانی سرکشی کا سب سے بڑا تازیانہ ہے۔ خدائے تعالےٰ کا

خوف تو بڑی چیز ہے۔ جب اس کے بندے انگریز کا خوف تھا تو یہاں کی حکومت کیسی تھی اور اب جمہوریت ہے تو کیسی ہے؟ کیا یہ مشاہدہ عبرت کے لئے کافی نہیں؟

پھر خوف ہو تو کس کا؟ وزیر سے لے کر چپراسی تک اس میں ملوث ہیں۔ ظلم و زیادتی عام، رشوت ستانی عام، چور بازاری عام۔ حق و انصاف عنقا کی پشت پر سوار ہو کر اڑ گیا۔ اور یہ بات عام کر دی گئی کہ مذہب کو سیاست سے کیا تعلق؟ مذہب آیا ہے شخصی کردار بناتا ہے، اور سلطنت عام ہے۔ گویا اس میں کردار کی حاجت ہی نہیں۔ کتنی نامعقول بات ہے؟ کیا سیاست انسانی زندگی سے بے تعلق ہے؟ حالانکہ مذہب وہ بہترین فطری قانون ہے جو خدائے لاشریک کی طرف سے اس کے برگزیدہ اور معصوم بندوں کے ذریعہ اس کے بندوں پر نافذ کیا جاتا رہا۔ جو انسانی زندگی کے ہر پہلو سے متعلق ہے جس کے متعلق خود ارشاد باری ہے:۔

" اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝ (آل عمران - ۸۳)

ترجمہ:۔ کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہیں۔ حالانکہ جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے وہ سب چارو ناچار اسی کے حکم بردار ہیں، اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اور اپنے کئے کا حساب دینا ہے۔

" فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ

لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا ۝ (فاطر-۴۳)

ترجمہ:- فطرت الٰہی میں کبھی تبدیلی نہ دیکھو گے اور نہ فطرت الٰہی کو ٹلتا ہوا پاؤ گے۔ اس کا کام پختہ اور پکّا ہوتا ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (روم-۳۰)

ترجمہ:- فطرت الٰہی کی اتباع کرو جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا کے طریقہ تخلیق میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ یہ سیدھا اور پختہ دین ہے۔ مگر اکثر لوگ ہیں کہ کچھ نہیں جانتے۔ اور اسی کو قرآن سنّت اللہ کہتا ہے۔

دیگر باطل مذاہب کے متعلق یہاں کچھ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ البتہ مذہب اسلام کے متعلق جرأت سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہی ایک مذہب ایسا ہے جو دنیا میں عمل کرنے پر زور دیتا ہے۔ عاقبت کا دارومدار اسی دنیا کے عمل پر ٹھہراتا ہے۔ دنیا کی کوئی شئے بے کار پیدا نہیں کی گئی "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا" (آل عمران-۱۹۱) ہر شئے سے کیسا کام لینا اسلام نے سکھایا۔ جائز طور سے روزی کمانے کو بہترین عبادت کہا۔ اکل حلال اور صدق مقال کو نجات کا ذریعہ ٹھیرایا۔ خوب کماؤ جائز طور پر اور خوب خرچ کرو مگر حقداروں پر غلط خرچ کرنے والوں کو اخوان الشیٰطین کہا۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل - ۲۶-۲۷)

ترجمہ:- رشتہ دار، غریب اور مسافر ہر ایک کو اس کا حق پہنچاتے رہو۔ اور دولت کو بیجا مت اڑاؤ۔ فضول خرچی مت کرو کیونکہ بیجا صرف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان تو اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا اور منکر اور نافرمان ہے۔

احکام خداوندی میں قتل کا بدلہ قصاص ٹھہرایا گیا۔

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ
فِی الْقَتْلٰى ...... ۝ وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی
الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝" (البقرۃ - ۸ -)

ترجمہ:- "اے ایمان والو! مقتولوں کے متعلق تم پر قصاص لینا فرض کیا جاتا ہے ...... اور تمہارے لئے قصاص میں بڑی حیات ہے۔ اے عقل والو! تاکہ تم متقی و خدا ترس بنو" جب آدمی کو معلوم ہو جائے کہ قصاص میں میں بھی مارا جاؤں گا، تو وہ مرتکب قتل ہی نہ ہوگا نیز اگر قتل قاتل ہی پر منحصر رہے تو انتقاماً دوسرے لوگوں کا قتل موقوف ہو جائے گا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:-

"مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ
اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ
فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ
مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَقَدْ
جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا

ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ (المائدہ - ۳۲)۔

ترجمہ :- ہم نے اسی لئے بنی اسرائیل پر یہ بات لکھدی تھی کہ جو شخص قصاص کے ناحق نا روا مار ڈالے یا زمین میں فساد کرنے کے لئے قتل کر دے تو گویا اس نے سب کو قتل کر ڈالا اور جس نے کسی کو قتل سے بچا لیا تو گویا اس نے سب کو بچا لیا۔ ان کے پاس ہمارے رسول واضح نشانیاں اور معجزات اور دلائل لیکر آ چکے ہیں اس کے بعد بھی ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں حد سے زیادہ فساد پھیلاتے ہیں۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (المائدہ - ۳۸)

ترجمہ :- اور جو مرد یا عورت چوری کرے ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ ان کے اس فعل کی سزا ہے اور خدا کی طرف سے عذاب ہے اللہ بڑا عزت والا ہے۔ (کسی کے ظلم کو روا نہیں رکھتا) بڑی حکمت والا ہے۔ (جو سزا اس نے مقرر کی نہایت مناسب ہے)

ان سزاؤں پر یورپ کے لوگ یا یورپ زدہ لوگ اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دقیانوسی زمانہ کے احکام ہیں۔ آج کی مہذب دنیا میں نہیں چلائے جا سکتے۔ تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جہاں ان احکام کی تعمیل ہوئی ہے وہاں قتل و غارت گری اور چوری ڈکیتی کی وارداتیں بہت کم ہوئی ہیں۔ برخلاف اس کے جہاں یہ سزا نہیں ہے وہاں آئے دن ان جرائم کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔

اور امن و امان مفقود ہو رہا ہے۔ جب تک تم خدائی احکام کی پوری
پوری تعمیل نہ کرو گے دنیا میں امن و امان قایم ہی نہ ہو سکے گا۔
کسی مخلوق کو آگ کی سزا دینے کا ہمیں اختیار نہیں۔ یہ سزا سوائے
خدا کے دوسرا کوئی دے نہیں سکتا۔ کھٹمل، سانپ، بچھو کو بھی ہم
آگ میں نہیں ڈال سکتے۔ اور یہ معترضین ہزاروں بے گناہ معصوم
بندگان خدا کو بمباری کرکے آگ میں جھونک دیتے ہیں۔ مگر
قاتل کے قصاص لینے، اور چور کا ہاتھ کاٹنے پر اعتراض کرتے
ہیں، اور اس کا برا نتیجہ بھی بھگت رہے ہیں۔ سست اور کاہل
بنانے والا مذہب یہ حکم دیتا ہے:۔

"وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ
مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّ
كُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ
اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ جَنَحُوْا
لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (الانفال -- ٦٠-٦١)

ترجمہ:۔ مسلمانو! تم اپنے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے جس قدر
تم سے ہو سکے زور و قوت پیدا کرو۔ منجملہ اس کے گھوڑوں کا سرحد
پر باندھنا بھی ہے۔ اس سے تم اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں
کو ڈراؤ۔ ان میں دہشت پیدا کرو۔ ان کے سوا اور لوگوں میں بھی
جو منافق، کافروں کے دوست بنے تمہارے دشمن ہیں۔ تم ان کو

نہیں جانتے۔ اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔ دیکھو! تجوریوں میں روپیہ جمع کرنے سے کام نہیں چلتا۔ کچھ ہاتھ سے بھی لگا لو کچھ جیب بھی خالی کر دو۔ یاد رکھو! (خوب سمجھو!) جو تم راہ خدا میں صرف کرو گے تو تم کو اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اور تم پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا۔ اور تمہارا حق روکا نہ جائے گا۔ اور اگر وہ دشمنان اسلام صلح جوئی اختیار کریں تو تم بھی صلح جوئی اختیار کر لو اور اپنے خدا پر بھروسہ کرو۔ بے شک وہ سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

اے دشمنانِ عقل! مذہب کو بدنام کرتے ہو کہ وہ تمہاری ترقی کے مانع ہے اور تم ہی تو ہمات پیدا کر کے محنت سے روکا۔ اور کاہل بنا دیا۔ کیا تم نے اپنے خدا اور رسولؐ کے احکام کی تعمیل کی؟ یہی تو وہ مذہب ہے جس کی ستائش فرماتے ہوئے مالک حقیقی کا ارشاد ہوتا ہے:۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران - ۱۹)

ترجمہ:۔ دین حق خدا کے نزدیک اگر ہے تو وہ اسلام ہی ہے۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (آل عمران - ۸۵)

ترجمہ: جو اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے دین کی اتباع کرے خدا اس کو کبھی قبول نہیں کرے گا، اور وہ شخص آخرت میں بھی خسارہ میں رہے گا۔

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ - ۳)

ترجمہ:۔ مسلمانو! آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمام دینوں میں دینِ اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا اور اس سے راضی بھی ہو گیا۔

یہی دین بتلاتا ہے کہ ہر شئے سے کیسا کام لینا چاہیئے؟ جہاں ہر ضرورت کے لئے ایک طرف قرآنی احکام ہیں تو دوسری طرف ہمارے پیغمبرؐ کے اسوہ حسنہ (احادیث) بھی موجود ہیں جو مالک کے فضل سے قرآن کی طرح محفوظ ہیں۔ اور قیامت تک محفوظ رہیں گے۔ اس لئے کہ اب نہ کوئی پیغمبر آئے گا اور نہ اپنی تعلیمات چھوڑ جائے گا۔ بلکہ علمائے دین اسی قرآن وحدیث کی روشنی میں قیامت تک دنیا کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔

کس قدر صریح الفاظ میں ہم کو ترقی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے! ایسی تیاری کرو، اور ایسے قوی بنو کہ دشمن دور ہی سے تم کو دیکھ کر ڈرتا رہے۔ کیا تم نے اس حکم پر عمل کیا؟

تیاری کرنے کے لئے ایک طرف مال کی ضرورت ہے تو دوسری طرف محنت کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ مال بھی خرچ نہیں کروگے اور محنت سے بھی جی چراؤگے تو پھر کس طرح قوی بنوگے۔ اور دشمنوں کو ڈراؤگے؟ زبانی ڈرانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ تم میں ایسی قوت پیدا ہونی چاہیئے کہ دور ہی سے تم سے دشمن ڈرتا رہے۔

یہ بات بھی یاد رکھو کہ مسلمان کسی قوم کا نام نہیں بلکہ وہ ایک خاص اعتقاد اور عمل کی جماعت ہے۔ اسی لئے اس کو

"اُمَّةٌ" کہا گیا۔ یعنی جماعت "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران ۳ ـ ۱۱۰) مثلاً کمیونسٹ، کانگریس، سوشلسٹ وغیرہ جماعتیں ہیں خاص خیالات کی۔ ان کو ملک، زبان، قبیلہ رنگ، روپ وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہندوستان میں کانگریسی ہو کہ کمیونسٹ، مسلمان ہو کہ سوشلسٹ، بحیثیت قوم کے یہ سب ہندوستانی ہیں۔ جماعتیں الگ الگ ہیں، ہر ایک کا نظریہ جدا ہے۔ وہ اپنے اپنے نظریوں پر قایم رہتے ہوئے بھی قوم کے اعتبار سے یہ سب کے سب ہندوستانی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے نظریہ کو دوسرے سے اچھا سمجھتا ہے۔ میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ اسلام کے سوا اور کسی نظریہ میں چین و سکون کی زندگی نصیب نہ ہوگی۔ محض اس لئے کہ خدائی قانون جو فطرت کے موافق ہے۔ جس کا بنانے والا ساری مخلوق کا خالق ہے۔ وہ اپنی مخلوق کی فطرت سے بخوبی واقف ہے وہ اپنی مخلوق کے لئے جو حکم دے گا وہی صحیح اور درست ہو سکتا ہے اور اسی سے چین و سکون نصیب ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس کے احکام بلا چون و چرا بجا لائے جائیں۔ یہ نہیں کہ کچھ باتوں کو تو مانیں اور کچھ نہ مانیں :-

"اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (البقرہ ۲ ـ ۸۵)۔

ترجمہ :- تو کیا کتاب الٰہی کی بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے ۔ جو لوگ تم میں سے ایسا کریں ۔ اس کے سوا ان کا کیا بدلہ ہو سکتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ان کی رسوائی ، ذلت و خواری اور آخیر کار قیامت کے دن بڑے ہی سخت عذاب کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے اور جو کچھ بھی تم لوگ کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ! "

اس آیت پر غور کرو ، کیا یہ آیت ہم پر صادق نہیں آتی ؟ کیا ہم خدا اور اس کے رسولؐ کے احکام کی بلا کم و کاست تعمیل کر رہے ہیں ؟ جب اس کے احکام سے بے پروائی برتنے لگے تو ظاہر ہے کہ ذلت و خواری میں پڑ گئے ۔

شب و روز ہے مضحکہ اہل دیں کا :: مذاہب سے اب سخت بیزاریاں ہیں
نہ تعظیم دیں ہے نہ عزت نبی ہے :: شرائع تو گویا غلط کاریاں ہیں
خدا کو تمہاری غرض کیا پڑی ہے :: جو تم کو خدا ہی سے بیزاریاں ہیں
(حسرت رحؒ سیدر آبادی)

یہ خدائی قانون ، قانون قدرت (LAWS OF NATURE) کبھی بدلے ہیں اور نہ بدلے جائیں گے ۔ انسانوں کا بنایا ہوا قانون ہمیشہ بدلتا رہتا ہے ۔ ہاں ! اس قانون قدرت میں ایک بات ضرور ہے کہ اس میں نفس پرستوں ، خود غرضوں اور غنڈوں کی گنجائش نہیں ۔ یہ مذہب کے دشمن ، اصل میں قوم کے دشمن ، ملک کے دشمن ہیں ۔ ملک میں امن و امان کے بجائے بے چینی اور بے اطمینانی کی زندگی کے اسباب پیدا کر دیتے ہیں ۔ شیطانی سلطنت میں اطمینان قلب کہاں نصیب !

اطمینانِ قلب تو صرف رحمانی سلطنت ہی میں نصیب ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی اطمینانِ قلب چاہتا ہے تو وہ خدا کی بتلائی ہوئی زندگی کے سوا اور کہیں نہ پا سکے گا۔ اس لئے ارشادِ باری ہے:-

"اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ط اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (رعد-۲۸)۔

ترجمہ:- اے ایمان والو! اگر تم اطمینانِ قلب چاہتے ہو تو وہ صرف اللہ کے ذکر میں ہے، اللہ کی بات ہی ہے۔ یعنے تم جو کام کرو، اس کام کو اللہ نے جس طرح کرنے کا حکم کیا ہے جس طرح کرنے کو بتلایا ہے۔ اس کو اپنے پیش نظر رکھ کر کرو۔ اس کے سوائے تم کو اطمینانِ قلب ہونے کی اور کوئی صورت نہیں۔

خوفِ خدا اور پابندیٔ مذہب رہے تو پھر چور بازاری رشوت ستانی، بے ایمانی، غنڈہ گردی، ظلم وزیادتی کہاں پاسکتے ہیں؟ یاد رکھو! جب تک مذہب دشمن، خدا دشمن لوگوں کے ہاتھوں میں ملک کی عنانِ حکومت رہے گی کبھی ملک کو چین نصیب نہ ہوگا اور نہ وہ ملک سرسبز و شاداب ہو سکے گا۔

اصل یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسولؐ کے احکام جو ہمارے لئے ہر طرح سود مند اور فائدہ بخش ہوتے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے میں سراسر نقصان کے سوائے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:-

"وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ج وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرۃ ۲ - ۲۱۶) -

ترجمہ: اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بُری لگے حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے - اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے لیکن وہ تمہارے حق میں بُری ہو - حقیقت شئے کو اللہ ہی جانتا ہے تم نہیں جانتے -

اگر ہر کام کی صحت چاہتے ہو تو وہ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت ہی میں پاؤ گے - انسان اس سے ہٹ کر اپنی عقل و فہم کی بناء پر جو کچھ کرے گا اس میں سوائے نقصان اور گھاٹے کے کچھ نہیں"۔ پھر فرماتا ہے :-

" فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ج فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ ۝ (یونس ۱۰ - ۳۲) -

جب حق معلوم ہونے کے بعد اس کو نہ ماننا گمراہی نہیں تو اور کیا ہے ؟ تم لوگ آخر کدھر کو بہکے چلے جا رہے ہو ؟ ہماری پسند یا ناپسند ہر دو ناقص، اور پھر جب حق معلوم ہو جائے تو سلامتی اسی میں ہے کہ مالک جو حکم دے اسی کی تعمیل بسر و چشم کریں - اور جس سے منع فرمائے وہ ہرگز نہ کریں راضی برضا رہنا اس کا کام ہے - " تمہاری خوشی سو ہماری خوشی " پر زندگی گزار دے - یہی مقام عبدیت ہے جو بندہ کا نقطۂ معراج ہے - جب وہ خدا سے راضی تو خدا بھی اس سے راضی -

" رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ " (البیّنۃ ۹۸ - ۸) -

اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی - اس کے لئے

ارشاد باری ہوتا ہے :۔

"یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۝ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝ (الفجر۔ ۲۷۔ ۳۰)

ترجمہ :۔ "اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کے پاس واپس ہو جا تو خدا سے راضی اور خدا تجھ سے راضی۔ پس تو میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا! اور میری جنت میں چلا چل"۔

رسول مقبولؐ نے ہم کو سعی اور محبت پر آمادہ کیا اور دینی اور دنیوی ترقی کا صحیح راستہ بتلا دیا اور وہ راز سکھا دیا کہ کس طرح انسان نفس امارہ سے نفس لوامہ تک اور نفس لوامہ سے نفس مطمئنہ تک روحانی ترقی کر سکتا ہے۔ یہ خدا سے راضی تو خدا بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ یہی انسان کا کمالِ عروج ہے۔

اب ہم دیکھیں گے جب اِن احکام پر پوری پوری پابندی کے ساتھ تعمیل ہوئی تو کیا نتائج برآمد ہوئے ؟

حضرت رسولِ مقبولؐ کی پوری زندگی سچی خدا پرستی کا ثبوت تھی۔ آپ کی زندگی کیا تھی؟ قرآن تھی۔ ہر ہر پہلو سے آپ نے خدا پرستی کی مثال قایم کر دکھائی۔ جب کوئی ملک فتح ہوتا ہے تو نفس پرست، اپنی فتح کے نشہ میں بے خود ہو کر وہ سب کچھ لعنتی کام کر جاتے ہیں، جس سے دنیا پناہ مانگتی ہے۔ آپ جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو اونٹ پر

سوار ہیں۔ "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا" (الفتح - ۱) پڑھتے ہوئے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے، کبھی سجدہ میں، کبھی مالک کا شکر ادا کرتے ہوئے داخل ہو رہے ہیں۔ پھر رحمت کی یہ شان کہ جو حدود کعبہ میں داخل ہو جائے امن میں، جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے امن میں، جو ہتھیار رکھ دے امن میں، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرے امن میں۔ بالآخر مکّہ مکّہ والوں کے لئے اور خود مدینہ واپس۔ لوگوں کی دولت اور حکومت سے ان کی اولاد ہی زیادہ فائدہ اٹھاتی ہے۔ صاحبزادی عرض کرتی ہیں "ساتھ کی بہنوں کو اللہ اللہ کرنے کا زیادہ موقع ملتا ہے۔ مجھے دنیوی کاروبار سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ پھر کام کرتے کرتے ہاتھوں پر گٹھے اور نشانات پڑ گئے ہیں، ایک غلام یا باندی مجھے بھی عنایت ہو تو سہولت ہوگی۔" تو ارشاد ہوتا ہے کہ "اس کے یتیم اور بیوائیں زیادہ مستحق ہیں۔ بیٹی! تم ہر نماز کے بعد یہ وظیفہ پڑھ لیا کرو تم سب عورتوں سے بہتر ہو جاؤ گی۔ سُبْحَانَ اللّٰہ ۳۳ بار۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ۳۳ بار۔ اَللّٰہُ اَکْبَر ۳۴ بار۔" اس وظیفہ کو "تسبیح فَاطِمَہؓ" کہتے ہیں۔ ایک غلام یا باندی تو نہیں ملی بلکہ ایک وظیفہ اور بڑھ گیا۔ ایک چور عورت کا ہاتھ نہ کاٹنے کے لئے سفارش کی گئی تو فرمایا "یہ تو یہ، اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا۔"

سود کے بارہ میں آپ نے فرمایا "جاہلیت کے تمام دستور

میرے قدموں کے نیچے، میں سود کو ختم کرتا ہوں۔ اور سب سے پہلے اپنے چچا عباسؓ کے سود کو معاف کرتا ہوں۔ اب وہ کسی سے اپنا سود وصول نہیں کر سکتے۔" خون کا بدلہ لینے کے متعلق آپ نے فرمایا " جاہلیت کے زمانہ کے تمام انتقامات خون اب باطل کر دئیے گئے۔ اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں۔"

آپ نے پوری قوم اور سوسائٹی کی اس طرح تربیت فرمائی کہ وہ ایک خدا پرست سوسائٹی ہوگئی۔ اس کا ایک اصول یہ تھا کہ جو کسی عہدہ کا طالب ہوا۔ اس کو عہدہ نہیں دیا جاتا۔ ایسی سوسائٹی میں عہدہ کے امیدوار بننے اور اپنی تعریف اور توصیف کرنے اور حکومت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کی کیا گنجائش تھی؟ اس جماعت کا ایمان اس آیت شریف پر تھا:-

" تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (القصص ۲۸-۸۳)۔

ترجمہ:- (دنیا کی نعمتیں تو ہر کس و ناکس کو مل جاتی ہیں اور) یہ آخرت کا گھر ہے جس کی نعمتوں کو ہم نے ان لوگوں کے لئے خاص کر رکھا ہے جو دنیا میں کسی طرح کی شیخی نہیں کرنی چاہتے اور نہ فساد کے خواہاں ہیں۔ اور انجام بخیر تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔

سرکارؐ کی جس دن وفات ہوئی طبیعت ہلکی تھی، حجرہ مبارک

مسجد سے ملا ہوا تھا۔ صبح کے وقت آپ نے پردہ اٹھا کر دیکھا، لوگ فجر کی نماز میں مشغول تھے۔ دیکھ کر مسکرا دیا کہ "خدا کی زمین پر آخر وہ گروہ پیدا ہو گیا جو رسول کی تعلیم کا نمونہ بن کر خدا کی یاد میں لگا ہوا ہے"۔ صحابہ آہٹ پا کر مارے خوشی کے بے قابو ہو چلے تھے۔ سیدنا ابوبکرؓ چاہتے تھے کہ پیچھے ہٹ آئیں۔ آپ نے اشارہ سے روک دیا اور حجرہ کے اندر ہو کر پردہ چھوڑ دیا۔ اب اس گروہ کو ملاحظہ کیجئے۔

سرکار دو عالمؐ کے جانشین بھی خدا پرستی کا نمونہ تھے اور نفس پرستی اور جاہ طلبی سے پاک تھے۔ چنانچہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ جب اسلام لائے تھے تو آپ کے پاس اس وقت چالیس ہزار دینار یعنی اشرفیاں موجود تھے۔ آپ نے ان سب کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کر ڈالا۔ ایک مرتبہ آپ کی بی بی صاحبہؓ نے حلوے کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا "میں اس سے زیادہ بیت المال سے نہیں لے سکتا"۔ بی بی صاحبہؓ نے روزانہ کے گزارے میں سے کچھ بچا کر ایک دن حلوہ تیار کیا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے حلوہ دیکھ کر بعد دریافت یہ فرمایا کہ اتنے پیسے آئندہ اس مقررہ رقم میں سے کم کر دیئے جائیں۔ انتقال سے قبل آپ نے بیت المال سے جو رقم لی تھی وہ پوری کی پوری اپنا ایک باغ بیچ کر ادا کرنے کی وصیت کی۔

ف۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ جب بیت المقدس جاتے ہیں، تو ایک سواری ہے جس پر وہ خود اور ان کا غلام باری باری بیٹھتے ہیں۔ جس وقت بیت المقدس میں داخل ہو رہے تھے تو

غلام سوار تھا اور خود پیدل، کپڑوں پر بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ قحط کے زمانہ میں ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے سامنے کھانا آیا جب کہ آپ روم و ایران کے بادشاہ تھے، فرمانے لگے "جب تمام لوگوں کو ایسا کھانا میسر نہیں تو پھر میرے سامنے یہ کھانا کیسے؟ اٹھاؤ" کپڑوں کا ایک جوڑا ہوتا جب میلا ہو گیا تو اسی کو دھوتے ہیں، پھر پہن کر نماز کو جاتے ہیں، کپڑے سوکھنے تک نماز کے لئے دیر ہو جاتی ہے۔

ت خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کو اللہ نے دولت و ثروت سے سرفراز فرمایا تھا تو ان کا یہ حال تھا کہ کبھی زیب و زینت کی خاطر کوئی چیز استعمال نہیں فرمائی۔ موٹا جھوٹا کپڑا پہنتے تھے۔ ایک تابعی روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے روز آپ کو منبر پر دیکھا ایک موٹا تہبند پہنے ہوئے تھے اس کی قیمت پانچ درہم یعنی ایک روپیہ سے زیادہ نہ تھی۔

ت خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہمیشہ دنیا کی نمود و نمائش اور راحت و آسائش سے دور رہے۔ زہد و ورع کا یہ حال تھا کہ اپنے رہنے کے لئے کوئی مکان تک نہیں بنایا۔ بیت المال سے جو کچھ آتا اس کو اسی وقت تقسیم کر دیتے اور کہتے "اے دنیا! تو مجھے فریفتہ نہ کر" گاڑھے کا تہبند باندھے ہوئے، گاڑھے ہی کی چادر اوڑھے ہوئے بازار میں پھرتے اور لوگوں کو سچائی اور حسن معاملہ کا حکم دیتے۔ بعض وقت یہ لباس بھی بمشکل میسر آتا تھا۔ ایک دن منبر پر چڑھ کر فرما رہے تھے "میری تلوار کون خریدتا ہے۔ اگر میرے پاس تہبند کے دام ہوتے تو میں اسکو فروخت نہ کرتا۔"

ایک شخص نے اٹھ کر کہا "ہم آپ کو تہبند کی قیمت قرض دیتے ہیں"
سادگی وخاکساری کا یہ عالم کہ بازار سے اپنا سودا سلف خود
خرید لاتے۔ ایک دن بازار سے کچھ کھجوریں خریدیں اور خود اٹھائے
لئے جا رہے ہیں۔ ایک آدمی نے کہا "یا امیرالمومنین! لائیے میں
پہنچا دوں" آپ نے فرمایا "نہیں! یہ جن بچوں کے لئے ہے اُن کا
باپ ہی اُن کے اٹھانے کا زیادہ مستحق ہے"۔ دربان، پہرہ دار کچھ
نہیں۔ تنہا اٹھتے اور مسجد کو چلے جاتے ہیں۔

یہ سارا دَور خدا پرستوں کا دَور تھا۔ خدا سے ڈرنے والوں کا
اور خدا سے محبّت کرنے والوں کا دَور تھا۔ یہ وہ دَور تھا کہ اِس سے
بہتر دَور اِس نیلگوں آسمان کے نیچے اور اِس زمین کے اُوپر نہ آیا
ہے اور نہ قیامت تک آسکے گا۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

سخت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اِس وقت دنیا
میں ایک دو نہیں کئی خود مختار اسلامی ممالک راج کر رہے ہیں مگر
کسی ایک ملک میں بھی کلیتہً اسلامی قانون نافذ نہیں دکھائی
دے رہا ہے۔ حکومت سعودیہ میں ظاہرا شریعت کی جھلک کھائی
دی، مگر باطن اور تزکیۂ نفس سے کوسوں دور ہے۔ تمام ادیان
میں سب سے آسان دین "اَلدِّیْنُ یُسْرٌ" کی کیسے مٹی خراب
ہو رہی ہے۔

اب بھی کچھ نہیں گیا، اگر یہ سلطنتیں اپنی مملکت میں اسلامی
قوانین نافذ کر لیں تو چین و امن کی زندگی بسر کرنے لگ جائینگی
اور خلفائے راشدین کا زریں دورہ یاد آجائے گا۔

اس کا مطلب آپ یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ ان حکومتوں کی کرسیوں پر ملاؤں کو بٹھانا چاہتے ہیں؟ ہرگز نہیں! ان پر تو موزوں اور کارگزار ہی رہیں گے۔ کیا وہ مسلمان نہیں؟ خدا اور اس کے رسولؐ پر ان کا ایمان نہیں؟ ان ہی حضرات کی خدمت میں یہ معروضہ ہے کہ جو فیصلہ کریں از روئے قرآن و حدیث، و شرع شریف کریں۔ افسوس تو یہ ہے کہ ان حضرات کو قرآن و حدیث سے دور کا بھی واسطہ نہ رہا۔ یہ تو دین سے ناواقف ہیں۔ ان کی تو انگریزی اسکولوں میں آنکھ کھلی۔ ENGLISH MEDIUM میں بھی مشن اسکولوں کو ترجیح اور جب اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ اور امریکہ جاتے ہیں تو بالکل اسلام کو سلام کر آتے ہیں۔ صرف تعلیم ہی نہیں بلکہ تربیت بھی اسی ماحول کی حاصل کر کے آتے ہیں۔ دل و دماغ بھی اسی سانچہ میں ڈھل کر آتے ہیں۔ ان سے قرآن و حدیث اور خدا او رسولؐ کی باتوں کی کیا توقع رکھ سکتے ہیں؟

اب دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ موجودہ ماحول سے کس طرح کام لیا جائے؟ دوسرا یہ کہ آنے والی نسل کی تعلیم و تربیت اور اٹھان کس طرح ہو؟ کہ وہ جس لائن میں جائیں اسلامی دائرہ سے خارج نہ ہوں۔

اب میں پہلے سوال کا جواب دیتا ہوں کہ موجودہ ماحول سے کس طرح کام لیا جائے؟

موجودہ حضرات سے کام لینے کا طریقہ یہ ہے کہ جو ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ یعنی سر دفتر ہوتے ہیں ان کے ساتھ ایک مشیر کی حیثیت سے عالم دین کو لگا دیا جائے۔ جو وقتاً فوقتاً ان کی رہنمائی کرتا رہے۔ یہ طریقہ بھی

ہم کو یورپین حضرات ہی نے سکھایا۔ ابتدا میں انگریز جب ہندوستان پر حکومت کر رہے تھے تو تمام گزیٹیڈ پوسٹ یعنے اعلیٰ خدمات پر انگریز ہی مامور رہتے تھے، اور جب انڈین کو اپنی مرضی کے موافق تعلیم و تربیت دینے لگے تو آہستہ آہستہ ان کو بھی گزیٹیڈ پوسٹ پر لینے لگے مگر ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ تو کبھی ہندوستانی کو نہیں بنایا۔ ایک زمانہ دراز کے بعد جب دیکھا کہ یہ شاگردانِ رشید بالکل ان کے قدم بہ قدم چلنے لگے، اور ان کی پالیسی کو اپنا لیا تو ان اعلیٰ پوسٹ پر بھی ان کو موقع دیا جانے لگا۔

پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں جب انڈین آدمی کو محاذ پر بھیجا گیا تو رجمنٹ کا کمانڈنگ افسر انڈین ہی تھا۔ مگر ایک انگریز کو اس کا اڈوائزر یعنے مشیر مقرر کیا جاتا۔ کمانڈنگ کو اپنے تمام اختیارات اور سینارٹی رکھتے ہوئے بھی اڈوائزر کی ہدایت پر چلنا پڑتا تھا۔ اسی طرح موجودہ حکام میں بھی جو جس محکمہ کا صدر ہوتا ہے اس کے ساتھ ایک مذہبی مشیر کو لگا دیا جائے جو ان کی رہنمائی کرے گا۔ اس طرح موجودہ عہدہ داروں کو رکھتے ہوئے بھی ایک طرف تو کار اجرائی ہوگی، اور دوسری طرف ان کی اصلاح بھی ہوتی جائے گی۔ مثال کے طور پر جج کے پاس مقدمہ پیش ہوتا ہے تو مشیر اس کو قاتل کے حق میں قید کی سزا کے بجائے قصاص کا مشورہ دے گا۔ اسی طرح چور کے ہاتھ کاٹنے کا مشورہ دے گا اور جج صاحب کو مشیر کا مشورہ قبول کرنا پڑے گا۔

اب دوسرے سوال کا جواب سنئے کہ آنے والی نسل کی

تعلیم و تربیت وغیرہ کس طرح ہو؟ جب گھر کا ماحول دینی نہ رہا تو ان کو بچپن ہی سے ایسے دینی ماحول کی بورڈنگوں میں رکھا جائے جہاں اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے دین کی زندگی بسر ہو رہی ہو۔ تعلیم و تربیت دونوں کو ساتھ ساتھ چلیں۔ اس کے باوجود وہ اپنی علمیت اور قابلیت کے لحاظ سے ڈاکٹری، انجینیری، سائنس قانون وغیرہ جس میں چاہے اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتا ہے مگر اسلامی کردار بھی ساتھ ساتھ بنتا رہے گا کہ ان کے اندر اسلامیت راسخ ہو جائے۔

اس طرح ظاہرہ شریعت کی بھی پابندی ہو اور باطناً قلب کی صفائی و تزکیہ نفس بھی ہو تو پھر کیا کہنے! قرون اولیٰ کا دَور آجائے گا۔ خدا کے بندوں پر سے نفس اور شیطان کی حکومت دفع ہو کر خدا کی حکومت قایم ہو جائے گی۔ خدا اور اس کے رسولؐ کا منشا بھی یہی اور صرف یہی ہے: "ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ۔"

مسلم اور مومن کس کو کہتے ہیں؟ خدا کے رسولؐ سے سنیئے:

مسلم: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ يَدِهٖ (بخاری)

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کو امن و سلامتی ملے۔

مومن: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (بخاری)

ترجمہ: تم میں سے کوئی مومن نہیں جب تک کہ اپنے بھائی مسلمان

کے لئے وہی چاہے جو خود اپنے لئے چاہتا ہے۔

مومن: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے ہمسائے سے اسی طرح محبت نہ کرے جس طرح کہ وہ (اپنی ذات سے محبّت کرتا ہے (مسلم)۔

حدیث: (۱) جو چیز خدا نے تیری قسمت میں لکھ دی ہے اس پر راضی و شاکر رہ۔ اگر تو ایسا کرے گا تو دنیا کے غنی ترین لوگوں میں تیرا شمار ہوگا۔

(۲) اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کر، اگر ایسا کرے گا تو مومن کامل ہوگا۔

(۳) جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے، دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کر۔ اگر ایسا کرے گا تو کامل مسلمان ہوگا۔

جب مسلمان اور مومن کی یہ تعریف ہے تو آج کی دنیا میں مسلمان اور مومن کا نظر آنا مشکل ہے۔ جہاں خود غرضی کار فرما ہو وہاں محبت و ایثار کہاں پایا جائے گا۔ ؎

نہ ماں باپ میں حبّ اولاد باقی ÷ نہ اولاد میں ان کی دلداریاں ہیں
جہاں سے نکالا ہے مخلصی کو ÷ غرض ہی غرض کی تلبیگاریاں ہیں

جس کو دیکھو غرض کا بندہ ہے ÷ کوئی اپنا نظر نہیں آتا
(حسرت حیدر آبادی)

اس آسان دین کو چھوڑ کر کیا کوئی اور طریقہ اس سے بہتر

بتایا جا سکتا ہے؟ امن و امان کا چین و سکون کا! پھر یہ کس کا بنایا ہوا ہے؟ خالقِ ارض و سماء کا، ربّ العالمین کا، اس راستہ کو مضبوطی سے پکڑو، اور دارین میں فلاح پاؤ۔ والحمد للہ رب العالمین۔

یہ سُن کر محمد صلاح الدین صاحب بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے" اللہ تعالےٰ نے آپ کے دل کو روشن کیا ہے۔ آپ نے تو آنکھوں پر سے پردہ ہٹا دیا۔ اگر اس نئی پود — NEW GENERATION کو اس طرح تفہیم کریں تو یہ کبھی مذہب کی مخالفت نہ کرے گی۔ مشکل یہ ہے کہ ہمارے قدیم تعلیم یافتہ علماء بھی ایسے معترضین کو مرتد اور کافر تک کہہ بیٹھتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بھی ان علماء کو دشمنِ دین اور دشمنِ قوم کہہ کر ان کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ آپ کا یہ محققانہ استدلال بے دینوں کے دلوں میں بھی دین کی عظمت پیدا کر دے گا۔ آپ کو قلب سلیم عطا ہوا ہے اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔"
پھر صلاح الدین صاحب سے رخصت لے کر سیٹھ علی شریف سے ان کے گھر پہ ملاقات کی۔ ان سے کہا کہ کل صبح ۱۰ بجے کے آفس کو چلیں تو بہتر ہے۔ انھوں نے کہا کہ کل صبح (۹) بجے آجائیے۔ آپ ہم صبح مل کر جائیں گے۔ اور یہ بھی کہا کہ آپ کا دل بہت اچاٹ ہو گیا ہوگا۔ کل (۴) بجے شام آپ تشریف لائیں تو تفریح کو چلیں گے۔ یہاں سے شیخ باشراحیل کے پاس کھانا کھا کر عمی علی بن حسن کے مکان آ گیا۔

۱۳ر صفر پنجشنبہ | آج صبح منصب سید عبداللہ بن عیدروس العیدروس کے مکان پر ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا۔ صاحب موصوف نے حبیب عیدروس بن حسین العیدروسؒ کو دریافت کیا اور فرمایا کہ اب تو وہ بہت ضعیف ہو گئے ہوں گے۔ ان کی عمر کا اس وقت کوئی شخص بھی تمام حضرموت میں نہیں ہے۔ میں نے کہا ان کی بھی بڑی تاکید تھی کہ میں حضرموت جاؤں اور اپنے اجدادؒ کی زیارت کر آؤں۔ الحمد للہ ان حضرات کی دعاؤں سے سب کام بہت آسان ہو گئے۔ فرمانے لگے کہ آپ کی نیت اچھی ہے اور آپ کی زیارت بھی قبول ہے۔ پھر فاتحہ مرتب کرنے کی درخواست کی۔ فاتحہ پڑھ کر دعا فرمائی۔ اس کے بعد اجازت لے کر سیٹھ علی تریف کے پاس گیا۔ ان کے ساتھ موٹر میں P&O کے دفتر کو گیا۔ سیٹھ صاحب نے خود انگریز سے جو وہاں کا صدر ہے گفتگو کی تو اس نے کہا "تم کو ڈک میں تکلیف ہو گی۔ کیوں کہ بہت سے ہمارے ملازمین اس جہاز سے جا رہے ہیں" میں نے کہا "کوئی مضائقہ نہیں۔ سفر میں تو ایسا ہوتا ہی ہے اگر آپ ابھی کے ٹکٹ کا انتظام کر دیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہو گی" چنانچہ اس نے وعدہ کیا کہ "کل آؤ، تم کو ٹکٹ دیدوں گا"۔ سیٹھ صاحب نے کہا "لیجئے اس نے وعدہ بھی کر لیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کل آ کر ٹکٹ لے لیں گے"۔ مکان پر چھوڑتے وقت سیٹھ صاحب نے کہا کہ "آج ۴ بجے ضرور آئیے ہوا خوری کو جائیں گے"

میں نے کہا "انشاء اللہ تعالیٰ ضرور آؤں گا" سیٹھ صاحب
حقیقت میں ایسے ملک میں فرشتہ معلوم ہوئے۔ نہایت ہمدردی
سے پیش آتے ہیں، ہر قسم کی کوشش کے لئے تیار ہیں۔ خدا انکو
اس کا اجر عطا فرمائے۔ آمین
وعدہ کے موافق ٹھیک (۴) بجے ان کے پاس گیا۔ قریب
(۴½) بجے ہم موٹر میں سوار ہوکر ان حوضوں کو دیکھنے گئے جہاں
بارش کا پانی پہاڑوں پر سے جمع کیا جاتا ہے، اور سالانہ سرکاری
طور پر ہراج کیا جاتا ہے۔ اس مقام کا نام سماریج ہے۔
یہاں کل (۱۳) حوض ہیں۔ جن میں تقریباً (۳۰) ملین گیالن
پانی کی گنجائش ہے۔ بارش اچھی ہو تو سالانہ (۲۰-۲۵) ہزار
روپیوں میں یہ ہراج ہوتا ہے۔ یہ پانی عموماً غریب لوگ
پیتے ہیں۔ زیادہ تر دیگر ضروریات کے لئے استعمال میں لاتے
ہیں۔ گو یہ حوض نہایت قدیم ہیں۔ ۱۸۵۴ء کے پہلے یہ بہت
ہی بری حالت میں بدوؤں کے ہاتھوں میں تھے۔ مگر سنہ مذکور
میں انگریزوں کے ایک رزیڈنٹ نے ان کو حاصل کر کے ان کی
اصلاح کی۔ اور اب تو یہ نہایت اچھی حالت میں ہیں۔ یہاں
سے بحر حقاط پر گئے۔ انگریزوں کی آمد سے پہلے جہاز یہیں ٹھیرا
کرتے تھے۔ گویا یہی بندرگاہ تھا۔ انگریزوں نے دوسرے رخ
کو پاٹ کر جہازوں کا گودام بنا دیا جس کو تو آہی کہتے ہیں۔
اس وقت بحر حقاط میں ہندوؤں کے مردے جلتے ہیں۔ اس کے
اوپر پہاڑی ہے جس کو مارننگ کہتے ہیں۔ جہاں سے جہازوں کے

آنے کی اطلاع ملتی ہے۔ اس کے پاس ہی ایک دوسرا پہاڑ
ہے جس کا نام تیرہ ہے۔ یہ دراصل جزیرہ تھا۔ مگر انگریزوں
نے سمندر میں سے راستہ نکال کر خشکی سے ملادیا ہے۔ یہ راستہ
تقریباً (۳) فرلانگ کا ہوگا۔ اسی پہاڑ پر سمندر سے پانی لیکر
مشن کے ذریعہ میٹھا بنایا جاتا ہے۔ اس قسم کے دو کارخانے
ہیں۔ پھر یہاں سے عدن کو پائپ کے ذریعہ پانی جاتا ہے۔
مغرب کے قریب سیٹھ صاحب نے گھر پر لاکر چھوڑ دیا اور یہ
کہا کہ کل صبح آجائیے ٹکٹ لے لیں گے۔ سیٹھ صاحب نے آج
اپنا اڈریس کارڈ بھی عنایت کیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا:۔

ALE BHOY SHARIF MANAGER

MESRS JOOMA BHOY LALLJI Co,

ADEN.

۱۴ / صفر جمعہ صبح (۱۰) بجے میں سیٹھ علی شریف کے ساتھ P&O
کے دفتر کو گیا اور مبلغ Rs. 81/2 اکیاسی روپیہ
دو آنہ میں ڈک پاسنجر کا ٹکٹ خرید لیا۔ اس جہاز کا نام
RAZ MUK VAY-167 (رزمک وے ۱۶۷) تھا۔ اتوار
کے دن روانہ ہونے والا ہے۔ سیٹھ صاحب نے کہا کہ صبح ناشتہ
سے فارغ ہوکر جہاز میں بیٹھ جاؤ۔ دوپہر کے بعد وہ روانہ ہوجائیگا
آج کل ہوا یہاں بڑی تیز چلتی ہے۔ ایسی تند و تیز ہوا
تو بہت کم دیکھنے میں آئی۔ بارش کا تو نام نہیں۔ فقط ہوا ہی ہوا
ہے معلوم ہوا کہ تین مہینے یعنے جون، جولائی، اگسٹ یہ ہوا

رہتی ہے۔ جس قدر تیز یہ ہوا عدن میں چلے گی ہندوستان میں اسی کثرت سے بارش ہوگی۔ جمعہ کی نماز العیدروسؒ کی مسجد میں پڑھی۔ پھر منصب کے ساتھ سبھوں نے زیارت کی۔ لحج تک یہاں سے ریل جاتی ہے۔ میٹھا پانی بھی لحج سے آتا ہے۔ میوہ۔ ترکاری بھی یہیں سے آتی ہے۔ خصوصاً آم، جام، سیتا پھل وغیرہ کو یہاں دیکھ کر تعجب ہوا۔

۱۵ر صفر شنبہ صبح (۹) بجے زیارت کے لئے العیدروسؒ کی مزار پر گیا تو باہر دروازہ پر سید حسین بن عیدروس العیدروس منصب کے چھوٹے بھائی اور ان کے ساتھ ہی شیخ عوض بن سعید البا حمیش بھی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سید صاحب موصوف تو ہمیشہ اسی جگہ بیٹھتے ہیں اور شیخ صاحب موصوف تو یہاں کے پیش امام ہیں۔ اور سارے کاروبار مسجد اور درگاہ کے انہیں کے ذمہ ہیں۔ گنبد کے اندر داخل ہوا۔ یٰسین شریف اور دیگر سورتیں پڑھ کر فاتحہ دی۔ پھر گنبد سے جب باہر آیا تو سید صاحب تشریف لے جا چکے تھے مگر شیخ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ شیخ صاحب نے غلاف کے زریں کپڑے کا ٹکڑا بطور تبرک عنایت کیا۔ میں نے کہا آج عشاء کی نماز یہیں پڑھوں گا۔ یہاں سے منصب سید عبداللہ بن عیدروس کے گھر گیا۔ وہاں ان کے چھوٹے بھائی سید حسین بن عیدروس تشریف رکھتے تھے۔ میرے متعلق جب معلوم ہوا کہ فوج میں ملازم ہوں تو کپتان نواب زادہ احمد خاں سرچین کو دریافت کیا جو ممتاز یار الدولہ کے داماد

بھی تھے۔ اور فرمایا کہ ہمارا سلام ان کو ضرور کہنا۔ پھر والد ماجد
و دیگر بھائیوں کو بھی سلام کہنے کے لئے فرمایا۔ حبیب عیدروس
بن حسین العیدروس اور حبیب احمد بن عیدروس بن حسین العیدروس
کو بہت بہت سلام پہنچانے کے لئے بھی کہا۔ قہوہ پلایا۔ دُخون کا
دھواں دیا۔ عطر عنایت کیا۔ فاتحہ پڑھی اور دُعا کی۔ ان حضرات
سے رخصت ہو کر مکان آ گیا۔ آج عشاء کی اذان العیدروس
کی مسجد میں دی۔ اور شیخ عوض بن سعید بلشں المم کے کہنے پر نماز بھی
پڑھائی۔ پھر زیارت سے فارغ ہو کر گھر آ گیا۔

دوسرا مرحلہ

چند روز سے سید عمر بن عبد الرحمن الاحمد بن الشیخ
ابو بکر بن سالم میرے پیچھے پڑ گئے ہیں کہ انھیں کچھ
ورد بتلاؤں۔ مجبور کر دیا تو سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قطب
ربّانی کا ایک ورد بتلا دیا۔ انھوں نے اس کی اجازت چاہی تو
اجازت بھی دیدی۔ وہ کہنے لگے ایسا نہیں بلکہ ہاتھ میں ہاتھ لیکر
اس طریقہ کی اجازت دو۔ مجھ پر یہ دوسرا مرحلہ تھا۔ خیر ان کی
خوشی پوری کی تو بہت خوش ہو گئے۔ یہ المنصب سید عبد الرحمن
بن محمد بن شیخ بن احمد بن الشیخ ابو بکر بن سالم شحر بندر کے
چھوٹے صاحبزادہ ہیں۔

۱۶ر صفر یکشنبہ عدن سے واپسی

صبح دیگر ذرائع سے بھی خبر ملی کہ میل جہاز
یہاں سے بعد ظہر روانہ ہوگا یوں تو سیٹھ
علی شریف نے پرسوں ہی مجھ سے کہہ دیا تھا
کہ جہاز تو ظہر کے بعد جا رہا ہے مگر آپ ذرا پہلے ہی آ جائیں تو

سیٹ (جگہ) اچھی مل جائے گی۔ اس لئے بہتر سمجھا کہ ذرا پہلے ہی وہاں
پہنچ جاؤں۔ سیٹھ صاحب نے اپنے ایک دوست حاجی ہاشم محمد
مرچنٹ سے کہہ کر مسٹر بابو میاں کے نام ایک خط لکھوا دیا کہ یہ
صاحب جہاز کے ٹکٹ کلکٹر ہیں اور کہا کہ آپ کو ان سے آرام ملے گا
ان سب حضرات سے مل کر سید علی بن محسن کو ساتھ لیکر روانہ
ہو گیا۔ صاحب موصوف مجھے جہاز میں سوار کرانے کے بعد خدا حافظ
کہا اور چلے گئے۔ مسٹر بابو میاں کو خط دیا جو گجراتی میں لکھا ہوا
تھا۔ خط پڑھ کر انھوں نے کہا کہ آپ سر دست یہیں تشریف رکھئے
ان سے معلوم ہوا کہ اس وقت "کرو" لوگ یعنی جہاز کے ملازمین
قریب ایک سو سے زائد ہیں جو ہندوستان جا رہے ہیں یہ پہلے
تو میل میں ڈک پاسنجر کی جگہ ہی بہت کم ہوتی ہے۔ پھر ان لوگوں
کی کثرت سے تو بڑی تنگی ہے۔

جہاز کیا ہے کہ ایک پر فضا محلات کا وسیع اور طویل حصہ ہے
دوسرے جہاز اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ فسٹ اور سکنڈ
کلاس کو دیکھیں۔ مکان بھی کوئی چیز نہیں۔ کیا فرنیچر ہے سبحان اللہ!
یورپ کے بڑے لارڈ صاحبوں کے گھروں میں ہی ہو سکتا ہے۔
بابو میاں صاحب نے بھنڈاری یعنی باورچی سے تاکید کی کہ
میرا راشن جو جہاز سے ملتا ہے لے کر کھانا پکا دیا کرے اور اس
کی اجرت پانچ روپیہ بھی ٹھیرا دی۔ صبح انڈا، ڈبل روٹی، چاء
دوپہر اور شام میں خشکہ، گوشت کا سالن، دال اور چٹنی۔
چار بجے چاء۔ کھانا برا نہ تھا۔ مگر جدہ سے مکہ کے سفر میں جو

اسپشل کھانا عبید مصیقر صاحب کی نگرانی میں بنا تھا وہ بہت
ہی پرلطف تھا۔ آج کا دن تو خیر خوبی سے جہاز چلا، نہ زیادہ ہوا
تھی اور نہ جہاز میں زیادہ حرکت ہوئی۔ رات میں بھی آرام سے
نیند آئی۔

۱۷ صفر دوشنبہ آج کا دن بھی آرام سے گزرا، مگر شام کے (۵)
بجے سے ہوا میں تیزی پیدا ہوگئی۔ نہایت سرد
اور تند، خصوصاً رات میں تو سر چھپانے جگہ نہ تھی۔ دونوں طرف
کا حصہ کھلا ہے۔ ایسی تکلیف دہ ہوائیں دیکھنے میں نہ آئی۔
رات بھر نیند حرام ہوگئی۔ بلانکٹ اور چادر ملا کر اوڑھا پھر بھی
اندر سے گدگدی ہو رہی ہے۔ جہاز بھی خوب جھونکے لے رہا ہے
وزن دس ہزار ٹن کا ہے۔ اس قدر بڑا ہے کہ پانی سے یہ اوپر
کا حصہ جہاں ہم ہیں تقریباً (۶۰) فٹ ہوگا۔ جب حرکت کرتا
ہے تو کبھی آسمان سے باتیں کرتا ہے تو کبھی پانی سے۔ لوگوں
نے کہا اس وقت ہوا مخالف نہیں ہے ورنہ جو جہاز بمبئی سے
عدن جاتے ہیں ان کے لئے بڑی مشکل ہوتی ہے۔

۱۸ صفر سہ شنبہ صبح ہوئی تو سارے جسم میں درد ہونے لگا، اب
بھی ہوا کا وہی حال ہے بلکہ کچھ زیادتی ہوگئی
ہے۔ کھانا کہاں کھایا جاتا۔ پیٹ ہل ہل کر کچا ہوگیا ہے آج
طبیعت بالکل اچھی نہیں ہے۔ شام کے وقت تو کچھ بخار کے آثار
بھی نمایاں ہونے لگے۔ بھنڈاری کے اصرار پر تھوڑا کھانا کھا کر پانی
پینا تھا کہ گدگدی ہو کر جاری ہو گیا۔ ایسی صورت میں کھانا

کیا پیتا، قے ہو گئی۔ بابو میاں صاحب نے اپنے پاس کی ایک
موٹی کمبل لاکر اڑادی۔ ایک گھنٹہ کے بعد بخار چڑھ گیا۔ اس
ہوا میں جی چاہتا ہے کہ جسم پر سے سب کچھ نکال دوں۔ پھر بھی
دونوں بلانکٹ تو نکال دیئے۔ سارے جسم میں آگ پڑ گئی۔ اعضاء
شکنی کی تو حد نہ تھی۔ ساری رات آنکھوں پر گذر گئی۔

۱۹ر صفر چہارشنبہ صبح ہوئی تو سارا جسم دکھ رہا ہے۔ پیٹ
کچا ہو گیا ہے۔ منھ کا مزہ بدل گیا ہے۔ ہوا
کا وہی زور و شور ہے۔ برائے نام ایک توس کھا کر سوڈا پیا
سر بھاری ہو گیا ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ اس حالت میں بھی
جہاز کے ایک ملازم عبدالقادر نامی آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں
کہ سید صاحب میں بہت قرضدار ہو گیا ہوں۔ اس سے نجات
ملنے کے لئے بہت سے وظیفے پڑھے۔ مگر معلوم نہیں خدا کی اس
میں کیا مصلحت ہے۔ ابھی تک کچھ نہ ہوا۔ اب میں آپ سے
درخواست کرتا ہوں کہ کوئی ایسا ورد عنایت کریں کہ قرض
سے سبکدوش ہو جاؤں۔ میں نے کہا میں کیا جانتا ہوں۔ مگر
انھوں نے بڑا اصرار کیا تو میں نے کہا کہ مقصود بالذات قرض
کو نہ بناؤ۔ مقصود بالذات خدا کو رکھو۔ یہ سب لوازمات آپ
ہی آپ پورے ہو جائیں گے۔ اس پر بھی آپ کے کہنے سے میں
آپ کو اللہ پاک کا اسم مبارک (یَا وَھَّابُ) پڑھنے کی اجازت
دیتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی
قطب ربانی رض کی توجہ شریف کو بھی پڑھو۔ عبدالقادر صاحب

بہت خوش ہو گئے۔ مگر میں نے اس پر زور دیا کہ ہمیشہ مقصود بالذات خدا کی ذات کو رکھو۔ انشاء اللہ تعالےٰ سب کام خود بخود پورے ہو جائیں گے۔ دوپہر کے بعد ہوا میں کچھ کمی ہوئی۔ مگر کل کا اثر اس قدر ہو چکا تھا کہ آج دن بھر آنکھیں جلتی رہیں۔ اور رات میں پھر بخار آگیا۔

۲۰ ر صفر پنجشنبہ | رات بھر بخار رہا۔ صبح صبح پسینہ آکر اترا۔ کھانے کو جی مطلق نہیں چاہتا تھا۔ زبردستی دوپہر میں تھوڑا سا کھایا، پھر ٹھنڈا سوڈا پینا تھا کہ بہانہ ہو گیا۔ رات جاکر آج تو دن کے گیارہ بجے سے جاڑا چڑھ گیا۔ دن بھر پڑا رہا۔ سارے جسم میں درد جو پہلے سے تھا اس میں اور اضافہ ہو گیا۔ سر تو بالکل قابو میں نہیں ہے۔ ایسی حالت میں جہاز کے ملازمین آتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ سید صاحب کچھ ہمیں تعویذ دو۔ کوئی کہتا ہے کہ مجھے ایک عرصہ سے بیماریوں کا سلسلہ جاری ہے۔ ایسا تعویذ دیجئے کہ مجھے بیماریوں سے چھٹکارا ملے۔ کوئی کہتا ہے کہ حفاظت جان اور ترقی رزق کے لئے تعویذ دیجئے۔ ان سب کو میں یہی جواب دے رہا ہوں کہ "بھائی! میں ان چیزوں کو نہیں جانتا۔ خصوصاً اس وقت تو خود میری حالت آپ لوگوں پر ظاہر ہے۔ ایسے بخار کی حالت میں میں آپ حضرات کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟" مگر وہ بندگانِ خدا میری کب مانتے۔ اپنی کہے جا رہے ہیں۔ آپس میں یہ کہہ رہے ہیں۔ بھائی! اپنی خوش نصیبی ہے کہ ایسے حبیب صاحب اپنے ہاتھ لگ گئے ہیں۔

ان سے جو کچھ لینا ہے لو۔ ہم کبھی ایک زمانے سے اس جہاز میں ملازم ہیں، ایسے بزرگ تو دیکھنے میں نہیں آئے۔ آپ کو کب چھوڑتے ہیں۔ آپ ہزار اپنے کو چھپائیں مگر آپ کی سیادت دبزرگی کہاں چھپ سکتی۔ یہ چہرے سے ظاہر ہے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم پر بھی وہ ظاہر ہو گئی ہے۔ الحمد للہ!

ان لوگوں کے سخت اصرار کی وجہ سے میں نے بھی مجبور ہو کر ان سے یہ کہہ دیا کہ آپ لوگ میرے لئے دُعا کریں کہ میرا بخار اتر جائے تو پھر آپ کی مجھ سے جو کچھ بھی خدمت ہو سکتی ہے کروں گا۔"

سبھوں نے کہا کہ "بے شک ہم دل سے دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ آپ کا بخار جلد اتار دے۔" خدا کی کرنی بھی ایسی ہوی کہ واقعی (۴) بجے تک بخار اتر گیا۔ وہ سب حضرات پھر جمع ہو گئے۔ میں پریشان ہو گیا کہ یا اللہ! میں نے آج تک کسی کو کوئی تعویذ نہیں دیا، اور نہ کوئی تعویذ مجھ کو یاد ہے۔ پھر ان حضرات کی خواہش کے مطابق کہاں سے تعویذ لاؤں۔ اسی فکر میں تھا کہ فوراً خیال آیا کہ جدہ سے چلتے وقت حضرت پیر و مرشد قبلہ نے اپنے وظائف و اوراد اور تعویذوں کی کتاب عنایت فرمائی تھی۔ وظائف اور اوراد تو روزانہ جاری وساری تھے البتہ تعویذوں کو کبھی دیکھنے کی بھی نوبت نہ آئی تھی۔ میں نے خیال کیا کہ اس کے دیکھنے سے اپنی مشکل حل ہو جائے گی۔ فوراً جزدان سے نکال کر دیکھا تو اس میں ہر قسم کے تعویذ موجود سُبحَانَ اللہ! پھر کیا تھا! جو شخص جس چیز کی خواہش

کرتا اس کا تعویذ فوراً تیار کر دیا جاتا۔ آج سارا دن بس اسی کام میں صرف ہوا۔ رات میں بھی لوگ بہت دیر تک مجھے گھیرے بیٹھے رہے۔ اس کے علاوہ بہت سے مذہبی سوالات بھی کرتے گئے۔ میری سمجھ میں جو بھی آیا ان کو سمجھاتا گیا۔ بہت خوش ہوئے بے انتہا اخلاص مندی کا اظہار کیا۔ پتہ لکھ لیا اور یہ کہا کہ ہم آپ سے خط و کتابت کے ذریعہ اپنے تعلقات قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ بھی ہمیں اپنے جواب سے ضرور یاد فرمایا کیجئے۔

دیکھا گیا کہ جہاز کے ملازمین اکثر مذہبی خیال کے ہوتے ہیں بمبئی سے بصرہ اور سویز سے ینبوع کو جانے والے جہاز کے ملازمین کو بھی نہایت مذہبی پایا۔ سخت گرمی ہے، ڈیوٹی بھی آگ کے پاس کھڑے ہو کر کوئلہ جھونکنے کی ہے مگر اس پر بھی وہ ماہ رمضان کے روزے برابر رکھتے ہیں۔ نماز کی بھی سختی سے پابندی کرتے ہیں۔ طبیعت اور اخلاق کے بھی نہایت عمدہ ہیں

۲۱ صفر جمعہ رات بھر سرد ہوا کا مقابلہ رہا۔ رات میں کچھ پسینہ بھی آیا، اس لئے صبح بہت پستی ہو گئی تھی۔ (۴) بجے رات سے لوگ سب اٹھ بیٹھے ہیں۔ کپڑے بدل رہے ہیں، سامان باندھ رہے ہیں۔ نہایت مسرور ہیں۔ بمبئی کی روشنی دکھائی دے رہی ہے۔ جہاز نے بھی اپنی رفتار آہستہ کر دی ہے۔

بمبئی پہنچے ۲۱ صفر جمعہ صبح ٹھیک (۵) بجے بمبئی پہنچے۔ گودی پر آنے تک قریب (۶) بج گئے۔ بابو میاں نے سامان کو تو جہاز سے نیچے روانہ کر دیا۔ اور میرے پاسپورٹ پر

سائن کروا کر مجھے سب سے پہلے جہاز سے اُتروا دیا، سامان تو سیدھا
کسٹم آفس چلا گیا۔ قریب (۸) بجے چکنگ ہوی، مجھ سے پوچھا گیا
کہ "تم کہاں سے آرہے ہو؟" میں نے کہا "حج و زیارت کرتا ہوا
آرہا ہوں"۔ کچھ اُلٹ پلٹ کر دیکھا پھر سائن کر دی۔ دوسرے
حضرات کے سامان کی اس بری طرح سے تنقیح کی جا رہی ہے کہ
مجھے بھی ترس آنے لگا۔

۲۱ رصفر جمعہ

میرے سامان کا ایک ہی بنڈل بنایا گیا۔ گاڑی
پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ دروازہ پر چوکیدار کھڑے
ہیں۔ یہاں ہر بنڈل کا ایک روپیہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ میں
بھی ایک روپیہ ادا کر کے روانہ ہو گیا اور سیدھے صابو صدیق سیٹھ
کے مسافر خانہ پر پہنچا۔ مولوی عبدالستار صاحب داروغہ کے پاس
آیا تو انھوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ آپ علیحدہ
کسی کمرے میں نہ ٹھیرئیے بلکہ ہمارے ساتھ ہی رہیئے تو ہمیں بڑی
خوشی ہوگی۔ چونکہ میں اکیلا تھا اور پھر مجھے صرف ایک روز ہی
ٹھیرنا ہے۔ اس کو بھی مالک کی عنایت سمجھا۔ اس لئے یہیں قیام
کر لیا۔ حجامت بنوائی۔ نہا دھو کر کپڑے بدلے۔ جمعہ کی نماز
کے لئے جامع مسجد گیا۔ سلیمان سیٹھ سے ملاقات ہوی۔

لطیفہ

مجھے ایک رائیڈ ٹنگ واٹر پروف اور چمڑے کے دستانہ
کی ضرورت تھی۔ خیال ہوا کہ یہیں سے لیتا جاؤں
دریافت کرتا ہوا ایک بڑی شاپ میں گیا۔ اندر داخل ہوتا
ہی تھا کہ ایک صاحب نے اندر آنے سے روکنا چاہا، (دوران

الفاظ میں مخاطب ہو کر کہا "لے، لے، معاف کرو۔ وہیں کھڑے رہو، اندر نہ آؤ۔" مجھے پہلے کچھ تو ہنسی آئی، اور کچھ ندامت ہوئی۔ میری ہئیتِ کذائی ان کو دھوکا دے رہی تھی، وہ یہ کہ ڈھیلا پائجامہ لمبا کرتا جس میں اوپر نیچے دو دو جیب، اس پر واسکوٹ، یہ سب خاکی ڈرل کے۔ سر پر عربی ٹوپی، کندھے پر رومال، پاؤں میں چپل۔ چنانچہ وہ مجھ سے پوچھتا ہے "تم کیا چاہتے ہو؟" میں نے کہا "ایک رائیڈنگ واٹر پروف اور ایک چمڑے کے دستانے۔" وہ مجھے دیکھ کر ہنس رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ "جاؤ جاؤ! ہمارے پاس نہیں ہے" اتنے میں ایک یہودی جو اسی دوکان کا ملازم ہے فوراً آیا، اور مجھ سے عربی میں بولنے لگا اور کہا کہ "آپ کو یہ لوگ نہیں جانتے۔ معاف فرمائیے، مجھ سے کہئیے میں لا دوں گا۔" میری خواہش کے موافق اس نے نہایت عمدہ واٹر پروف قیمتی 41/8، اور دستانے قیمتی 6/8 لا کر دئیے جب میں خرید کر مالکِ دوکان سے انگریزی میں شکریہ ادا کرتا ہوا اترا تو وہ فوراً اپنی کرسی سے اتر آیا اور مجھ سے مصافحہ کیا، اور بہت شرمندگی سے معافی چاہی۔

یہاں سے ریلوے اسٹیشن گیا اور کل کے لئے ایک سیٹ حیدرآباد تک سکنڈ کلاس کی Rs. 23/8 ادا کر کے ریزرو کرائی۔ حیدرآباد پہنچنے کے متعلق دو ٹیلیگرام بھی کر دئیے۔ وہ آج ہی سب کو پہنچ گئے ہوں گے۔ دن بھر پھرنے کی وجہ مغرب سے پھر بخار آگیا۔

۲۲ صفر شنبہ — رات بھر بخار رہا۔ نیند نہ آئی۔ جہاز میں چار راتیں اور بمبئی میں آج کی ایک رات۔ اس طرح پانچ راتوں سے نیند اڑ گئی ہے۔ میرے ساتھ کا تکیہ کیا ہے دراصل میرے کپڑوں کی پوٹلی۔ جدہ پر میں نے اپنا سوٹ کیس اور کچھ سامان جناب الیاس برنی صاحبؒ کے ساتھ واپس کر دیا تھا کہ وہ گھر پہنچا دیں۔ میں اپنے ساتھ صرف خاکی تین جوڑے رکھ لئے تھے، جس میں سے ایک تو جسم پر اور دو جوڑے تکیہ کے غلاف کی روئی نکال کر روئی کی جگہ اس غلاف میں رکھ دئیے گئے تھے۔ اس طرح حضرموت کے سفر میں میرے ساتھ صرف ایک ہی بستر تھا جس کے تکیہ میں دو کپڑوں کے جوڑے بجائے روئی کے رکھے تھے، ایک سیاہ بلانکٹ، دو بنین، دو واسکوٹ اور ایک چادر یہ سب خاکی رنگ کے۔ سفر میں یہ رنگ بہت مفید ثابت ہوا ایک شطرنجی اور ایک سوزنی، المونیم کا توشہ دان، ٹونٹی کا لوٹا اور ایک گلاس۔ بس یہ کل سفر کا سامان تھا۔ اس تکیہ نے مجھے بڑی تکلیف دی۔ سر کچا پھوڑا کر دیا۔ اس پر سر رکھتا ہوں تو سخت پتھر معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ایک نیا روئی کا تکیہ خرید لیا۔ اور کچھ ضروری سامان بھی بتوسط سلیمان سیٹھ لے لیا۔ آج تو دوپہر سے بخار چڑھ گیا۔ طبیعت بھی بہت خراب ہے۔ مولوی عبدالستار صاحب نے بڑی خدمت کی گو وہ نچلے دھڑ سے معذور ہیں، صرف ہاتھوں کے بل چلتے ہیں۔ حتیٰ کہ سیڑھیاں بھی اسی طرح چڑھتے اترتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے کھانا پکایا۔

ڈاکٹر کو بلوایا، دوا منگوائی۔ ہر طرح کی خدمت کی۔ جس کی وجہ
سے مجھے شرمندہ ہونا پڑا۔ خدا ان کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے
آمین۔ آخر میں رات کے (۸) بجے ایک صاحب کو میرے ساتھ
کر دیا کہ وہ مجھے ریل میں بآسانی سوار کرا دیں۔ گو اس وقت
بھی بخار ہے۔ مگر جانے کی گڑبڑ میں معلوم نہیں ہو رہا ہے سامان
تلوا لیا اور اپنی محفوظ کردہ جگہ پر جہاں میرا نام بھی لکھا ہوا
ہے، بستر لگا کر پڑ گیا۔ رات بھر نیند نہ آئی۔

۲۳ صفر یکشنبہ

صبح ہوی تو فقط چائے پی لی۔ جب دارڑی
پر پہنچا تو ایک شخص دوڑتا ہوا میرے پاس
آتا ہے اور کہتا ہے کہ ”کیا آپ کا نام حبیب علی ہے؟“۔
میں نے کہا ہاں! کیوں؟ اس نے جواب دیا کہ ”ایک صاحب
رائچور کو جانے والے ویٹنگ روم میں ٹھیرے ہوئے ہیں، اور
آپ کو بلوا رہے ہیں“۔ میں نے خیال کیا کہ غالباً میرے بڑے
بھائی جناب حبیب عبداللہ صاحب مہتمم آبکاری ہوں گے جو
اپنے مستقر رائچور کو جا رہے ہوں گے۔ فوراً دوڑتا ہوا اس آدمی
کے ساتھ ہو لیا۔ ویٹنگ روم میں داخل ہوتے ہی جو نظر
پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت والد ماجد صاحب قبلہ تشریف
فرما ہیں، وہ اچانک ملاقات کا منظر بھی قابل دید تھا۔
قدمبوس ہونے لگا۔ ”او علی!“ فرما کر چھاتی سے لگا لیا اور
مارے خوشی کے بے ساختہ آنسو ٹپک پڑے۔ فرمایا ”علی! جب
سے میں تیری تلاش میں ہوں۔ الحمد للہ! سب سے پہلے میں

تجھ سے مل لیا۔ اور تجھ کو دیکھ لیا۔ بیٹھو! کچھ کھا تو لو۔ دیکھو! میرے حلق سے یہ کھانا اتر ہی نہیں رہا تھا"۔ میں نے دو نوالے کھالئے تو پھر فرمایا کہ "اپنی ماں سے بھی مل آؤ۔ اس ڈبہ میں بیٹھی ہیں۔ ہم دونوں تمہارے بڑے بھائی کے پاس جارہے ہیں، معلوم ہوا کہ ان کا مزاج علیل ہے"۔ میں فوراً والدہ صاحبہ قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قدم بوسی حاصل کی، چھاتی سے لگا کر رونے لگیں والد صاحب قبلہ نے فرمایا کہ "اب اتر جاؤ۔ یہ ریل روانہ ہونے کو ہے۔ میری بڑی خوشی تھی کہ میں تم کو حیدرآباد اسٹیشن سے لے کر گھر جاؤں۔ مگر خیر! میں نے تمام انتظام کر دیا ہے تمہارے تمام بھائی اور دیگر خویش و اقارب، دوست احباب سب آئیں گے اور تم کو اپنے ساتھ لئے ہوئے گھر جائیں گے"۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ریل نے سیٹی دی اور روانہ ہو گئی۔ پھر میں اپنے ڈبے میں آ گیا۔ کچھ دیر بعد ہی یہ گاڑی بھی روانہ ہو گئی تانڈور اسٹیشن پر چچو نواب میر مظفر علی خاں صاحب رشید کے بھائی اور چچا، ماموں صاحب سے ملاقات ہوئی جو بلدہ جارہے ہیں۔ ان حضرات سے بھائی رشید کی خبر ملی کہ وہ مجھ سے ملنے کے لئے جاگیر دو دیال سے آنے والے تھے۔ وقت پر سواری کا انتظام نہ ہو سکا، اس لئے نہ آسکے۔ بیگم پیٹ اسٹیشن پر جناب مولوی الیاس برنی صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ تشریف لائے اور میرے ہمراہ ہو گئے۔ مغرب سے کچھ پہلے ہی ہم حیدرآباد نامپلی اسٹیشن پہنچ گئے۔ سارا اسٹیشن دوست احباب، بھائی بندوں

سے بھرا ہوا تھا۔ اس مسرت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ چاروں طرف سے پھولوں کی بوچھار ہو رہی تھی۔ گلے مل رہے تھے۔ جس وقت حضرت پیر و مرشد قبلہ و کعبہ قدس سرہٗ العزیز کے قدمبوس ہوا تو گلے سے لگا لیا۔ اس وقت جو کیفیت طاری ہوئی اور شکستہ قلب کو جو سکون نصیب ہوا اسکی لذت کا اظہار الفاظ سے ممکن نہیں۔

قدر ایں بادہ بخدا تا نہ چشی

یہاں سے موٹر میں سوار ہو کر گھر آیا۔ تمام خویش و اقارب یہاں جمع ہیں۔ موٹر کو دیکھتے ہی بچوں نے خبر آنے کی دھوم مچائی۔ یوں تو پہلے ہی سے سب کے سب دریچے اور دروازوں میں منتظر بیٹھے تھے۔ اندر داخل ہوا تو چاروں طرف سے خوش آمدید ہو رہی ہے۔ خوشیوں کے نعرے لگ رہے ہیں۔ اس مالک حقیقی کا شکر کس زبان سے ادا کروں، جس نے صرف (۶) ماہ کے اندر اندر تمام مقامات مقدسہ کی زیارت اور حج سے مشرف کرتے ہوئے حضر موت میں اپنے اجداد کی زیارتوں سے بھی سرفراز فرمایا اور خیر صحیح سلامت اپنے گھر پہنچا دیا۔

شکر کہ مہمان بمنزل رسید زورق امید بساحل رسید

ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ دَعَوْتَ عِبَادَکَ اِلٰی بَیْتِکَ الْحَرَامِ وَقَدْ جِئْتُ طَائِعًا لِاَمْرِکَ فَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ یَا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا وَرِقَابَ اٰبَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَا وَاِخْوَانِنَا وَاَبْنَائِنَا مِنَ النَّارِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَۃِ۔

آمین یا رب العالمین ٥

یارب دل پاک و جان آگاہم دہ
آہ شب و گریۂ سحرگاہم دہ
در راہِ خود اوّل ز خودم بے خود کن
وانگہ بے خود ز خود بخود راہم دہ

الحمد للہ علی احسانہ

قطعۂ تاریخِ نامۂ حضرموت

موسومہ بہ اسمِ تاریخی داستانِ حضرموت

فرمودۂ جناب الحاج المجاہد محمد احمد اللہ احمد قادری مدیر ماہنامہ القدیر ناظم ادارۂ امارت [illegible] ملت اسلامیہ

لعلیم حصہ اول

ان مقاماتِ مقدس کا ہے اس میں تذکرہ — یعنی عتبات و مکہ اور تریم و حضرموت
اس کو لکھا اخویم کرنل علی بھائی حبیب — یہ سفر نامہ حقیقت میں ہے نعمت لایفوت
اس کا اک اک لفظ ہے لکھا گیا تحقیق سے — اس کے ہر اک واقعہ کا تذکرہ ہے بالثبوت
حج سے فارغ ہو کے در تعمیلِ احکامِ پدر — پہنچے اجدادی وطن کو بن کے اک صالح سپوت

سالِ تاریخِ طباعت نام ہی سے ہے عیاں
لکھو احمد بامسمیٰ "داستانِ حضرموت"

۱۹۶۰ء

[illegible] الشیخ ابوبکر بن سالم الملقب بہ نواب حبیب یار جنگ مرحوم و مغفور

فہرست اسمائے احیاء (۱۵) داستان حضرموت

(۱۵) یہ حضرات سفر حضرموت کے دوران بقید حیات تھے جن سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

سید اسمٰعیل بن احمد بن عیدروس العیدروس	خرم	۸۴	سید عبد اللہ بن عیدروس بن	ترنم	۹۵
حبیب جعفر بن احمد بن " "	"	۸۵	علوی العیدروس		
حبیب محمد بن احمد بن " "	"	"	سید عبد اللہ بن علی بن عبد الرحمٰن		
حبیب حسین بن احمد بن " "	"	"	المشہور شیخ الشجرہ	"	۹۶
منصب سید عمر بن عبد الرحمٰن "	"	"	سید ابراہیم بن حسن بن محمد باعقیل	"	۹۸
حبیب عبد اللہ بن عمر بن عبد الرحمٰن "	"	"	حسن بن جبران	"	۹۹
سید علوی بن عبد اللہ بن حسین السقاف	سیئون	"	سید احمد بن عمر المحضار	عینات	۱۰۰
سید محمد بن محمد العیدروس	تاریہ	۸۷	سید حسن بن اسمٰعیل الحامد	"	۱۰۳
سید ابوبکر بن شیخ الکاف	تریم	۸۸	سید شیخ بن احمد بن عمر المحضار	"	۱۰۴
سید سقاف بن ابوبکر بن شیخ الکاف	"	"	مبارک و عوض خدام الحسین بن		
سید احمد عمری	"	۸۹	الشیخ ابوبکر بن سالم (ہمارے		
سید حسین "	"	"	مکان میں مقیم ہیں)	"	۱۰۵
سید عبد اللہ بن محمد الکاف	"	۹۰	سید عبد اللہ بن محسن	"	۱۰۶
شیخ عمر بن سعید باغریب	"	"	احمد بن صالح باعشان	"	"
سید عبد الرحمٰن بن علی بن ہاشم الکاف	"	"	شیخ عبد الرحمٰن بن احمد باوزیر	"	"
منصب سید عبد اللہ بن محمد الحداد	"	۹۱	سید عبد اللہ بن عیدروس	"	"
سید علی بن عبد الرحمٰن بن سہل			مزروع بن سویم بن سعدان عبد	"	۱۰۸
جمل اللیل	"	"	سید عبد اللہ بن محسن بن شیخ ابوبکر	"	۱۰۹
سید ابوبکر بن حسین	"	"	سید علی بن سالم بن شیخ ابوبکر	"	۱۱۰
سید حسن بن عبد اللہ الکاف	"	"	سید حسن بن علی بن سالم بن		
سید محمد بن سالم سری جمل اللیل	"	۹۵	شیخ ابوبکر	"	"

نام	مقام	نمبر	نام	مقام	نمبر
سید محمد بن مختار بن عبد اللہ بن شیخ ابوبکر	عنبات	۱۱۱	منصب سید زین بن حسین بن		
سید عمر بن عیدروس بن علوی بن			محمد بالفقیہ صاحب الرشفات	تریم	۱۶۷
شیخ ابوبکر	″	″	سید جنید بن احمد بن جنید	″	۱۶۸
سید حسن بن عیدروس بن علوی بن			سید احمد بن عبد الرحمن السقاف	ساکن سیون	″
شیخ ابوبکر	″	″	شیخ علی بن احمد باوزیر	عینات	۱۶۹
سید عبد اللہ بن محمد بن مختار بن			سید عمر بن ابوبکر بن عبد اللہ بن	بلد بور	۱۷۱
شیخ ابوبکر	″	″	علوی بن سالم العیدروس	قریب سیون	
سید صالح بن مختار بن شیخ ابوبکر	″	″	سید حسین بن محمد باعبود	تریم	″
سید ابوبکر بن عمر بن صالح	″	″	بدوی سعید باسلامہ	″	۱۷۲
سید محمد بن سالم بن محمد المختار	″	″	عبد الجبار	شعب العلمانی	″
سید سالم بن شیخ بن عیدروس			شیخ محمد بن عمر بن احمد باشراحیل	شحر بندر	۱۷۳
بن شیخ ابوبکر	مشط	۱۱۴	عمر باصالح مدرس	″	۱۷۴
سید عبد اللہ بن علی بن شہاب	تریم	۱۶۲	سید عبد اللہ بن عبد الرحمن بن		
سید احمد بن ہادی الحداد	″	″	عبد اللہ الکاف	تریم	۱۸۶
سید محمد بن سقاف	″	۱۶۳	شیخ محمد علی کتبی باش کاتب	مکی	″
منصب سید عبد اللہ بن محمد الحداد	″	۱۶۴	المحکمۃ الشرعیہ المکہ		
عبد الرحمن بن محمد باحرمی	″	۱۶۵	سید احمد بن ابوبکر الکاف	تریم	۱۸۷
سید علوی بن عبد اللہ بن [illegible]	″		سید عبد الرحمن بن عبد اللہ بن سہل [illegible]	″	″
بن شہاب	″	″	سید عبد اللہ بن عبد الرحمن بن [illegible]		
سید عبد الرحمن بن عبد اللہ بن			بن شیخ بن احمد بن شیخ ابوبکر		
عبد الرحمن بن شہاب	″	۱۶۶	بن سالم	شحر بندر	[illegible]

نام	مقام	صفحہ	نام	مقام	صفحہ
سیدنا عمر المحضار بن عبد الرحمن السقاف رح	تریم مقبرہ	۹۲	سالم بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن	تریم مقبرہ	۹۲
سیدنا حسن بن عبد الرحمن رح "	زنبل	"	عبد اللہ بن عبد الرحمن السقاف رح	زنبل	
سیدنا احمد بن عبد الرحمن رح "	"	"	عبد اللہ بن ابو بکر السکران العیدروس	"	"
سیدنا علی بن ابو بکر السکران رح	"	"	زوج بیت عائشہ بنت عمر المحضار	"	"
سید محمد مولی الدویلہ معا علی بن علوی			سید عبد اللہ بن علوی ابن محمد الحداد		
بن فقیہ المقدم رح	"	"	صاحب الراتب رح	"	"
سیدنا شیخ محمد جمل اللیل بن حسن بن محمد			سید عبد اللہ بن شیخ بن عبد اللہ بن		"
اسد اللہ بن حسن الترابی بن			بوبکر العیدروس رح	"	"
علی بن الفقیہ المقدم رح	"		عبد اللہ بن احمد بن حسین بن		
عبد الرحمن بن محمد بن حسین صاحب			عبد اللہ بن ابو بکر السکران العیدروس رح	"	"
المفتلح رح	"	"	بہاؤ الدین محمد بن حمد رح "	"	"
محمد بن علی مولی عیدید رح	"	"	(مقبرہ فرط المشائخ)	تریم مقبرہ فرط مشائخ	
شیخ بن عبد الرحمن السقاف رح	"	"	عبد اللہ بن محمد عاشق رح		"
شیخ بن عبد اللہ العیدروس رح	"	"	شیخ سالم بن فضل بافضل رح	"	"
علی بن علوی خالع قسم رح	"	۹۳	شیخ علی بن عمر القریشی رح	"	"
حسن معلم بن محمد اسد اللہ بن حسن ترابی رح	"	"	علی بن احمد بامروان رح	"	۹۴
شیخ احمد بن محمد عیسیٰ رح	"	"	احمد بن محمد ابی النجب رح	"	"
شیخ سالم بن علوی رح	"	"	فقیہ المقدم کے شیخ		
سالم بن ابو بکر بن علوی الکاف	"	"	شیخ سعید بن علی باحرج	"	"
عبد اللہ بن علی الحبشی رح	"	"	احمد بن عبد اللہ باجبلیل	"	"
شہاب الدین احمد بن			شیخ حسین باغدیع	"	"
عبد الرحمن بن شہاب رح	"	"	شیخ علی بن محمد الخطیب صاحب الوعل رح	"	"

(مقبرہ بالکدر)	ترمیم مقبرہ		سیدنا عبداللہ اصغر بن الشیخ		
شیخ یحییٰ بن سالم الشہیدؒ	بالکدر	۹۴	ابوبکر بن سالمؒ	عینات	۱۰۱
مولیٰ العرضؒ	دوم	۹۶	سیدنا عقیل بن سالمؒ	〃	〃
سیدنا شیخ ابوبکر بن سالم	عینات	۱۰۰	عمر بن الحامدؒ	〃	〃
سیدنا الحامد بن الشیخؒ	〃	〃	سالم بن عمر بن الحامدؒ	〃	〃
سیدنا الحسین بن شیخ	〃	〃	عیدروس بن سالم بن عمرؒ	〃	〃
ابوبکر بن سالمؒ			عبداللہ بن علی الحداد	〃	〃
سیدنا عمر المحضار بن الشیخ ابوبکر بن سالم	〃	〃	بن محسن بن الحسین بن الشیخ		
سیدنا عبدالرحمن بن الشیخ ابوبکر بن سالم	〃	〃	ابوبکر بن سالمؒ	〃	〃
سیدنا احمد بن الشیخ ابوبکر بن سالمؒ	〃	〃	احمد بن عبداللہ بن علی الحداد	〃	〃
سیدنا حسن بن الشیخ ابوبکر بن سالمؒ	〃	〃	محسن بن الحسین بن الشیخ ابوبکر بن سالمؒ	〃	۱۰۲
ام شیخہ بنت السلطان	〃	〃	حسن بن الحسین بن الشیخ 〃 〃	〃	〃
محمد بن محسن الکثیری زوجہ سیدنا			شیخان بن الحسین بن الشیخ 〃 〃	〃	〃
الشیخ ابوبکر سالمؒ	〃	〃	حمزہ بن الحسین بن 〃 〃 〃	〃	〃
سیدنا سالم بن شیخ ابوبکر سالمؒ	〃	۱۰۱	شیخ بن الحسین بن 〃 〃 〃	〃	〃
سیدنا شیخان بن الشیخ	〃	〃	ابوبکر بن الحسین بن 〃 〃 〃	〃	〃
ابوبکر بن سالمؒ	〃	〃	عبدالرحمن بن الحسین بن 〃 〃 〃	〃	〃
سیدنا علی بن الشیخ ابوبکر بن سالم	〃	〃	سالم بن الحسین بن 〃 〃 〃 〃	〃	〃
سیدنا صالح بن الشیخ ابوبکر بن سالمؒ	〃	〃	محمد بن الحسین بن 〃 〃 〃	〃	〃
سیدنا جعفر بن الشیخ ابوبکر بن سالمؒ	〃	〃	صالح بن الحسین بن 〃 〃 〃	〃	〃
سیدنا عبداللہ الاکبر بن			عیدروس بن الحسین بن 〃 〃 〃	〃	〃
الشیخ ابوبکر بن سالمؒ	〃	〃	ابوبکر بن الحسین بن 〃 〃 〃	〃	〃

نام	مقام	صفحہ
احمد بن الحسین بن الشیخ ابو بکر بن سالمؒ	عینات	۱۰۲
علی بن سالم بن احمد بن الحسین بن الشیخ ابو بکرؒ	"	"
احمد بن علی بن سالم بن احمد بن الحسینؒ	"	"
علی بن احمد بن سالمؒ	"	"
سالم بن احمد بن الحسینؒ	"	"
احمد بن سالم بن احمد بن الحسینؒ	"	"
علوی بن عیدروس بن عبداللہ بن محسن بن سالم بن احمد بن الحسینؒ	"	۱۰۳
ستنا طلحہ بنت عیدروس بن عبداللہ بن محسن بن الشیخ ابو بکر بن سالمؒ	"	"
شیخ عبدالرحمن بن احمد باوزیرؒ	"	"
سید علی خالع قسم بن علویؒ	بلد قسم	۱۰۹
علامہ حبیب محسن بن علوی بن عبداللہ، حبیب حسن بن ابو بکر بن عبداللہؒ اور ان کے اجداد	عینات	۱۱۱
عبداللہ بن عمر بن عیدروسؒ	مشطہ	"
محمد بن عمر بن ابو بکر بن عیدروس بن	میفات	"
الحسین بن الشیخ ابو بکر بن سالمؒ	"	"
سید عیدروس بن علوی بن عبداللہؒ	"	"
سید عبدالرحمن بن عبداللہ بن احمد بالفقیہؒ	تریم	۱۶۷
سیدنا عبیداللہ بن احمد بن عیسیٰ المہاجرؒ	بلد العید	۱۷۰
سیدنا علوی بن عبیداللہؒ	تاریہ	"
سیدنا احمد بن الشیخ ابو بکر بن سالمؒ	شحر بندر	۱۷۵

نام	مقام	صفحہ
ناصر بن [illegible]	شحر بندر	۱۸۵
احمد بن علی بن ناصر بن احمد بن " " "	"	"
شیخ سعداللہ الشقفاریؒ	"	ضمیمہ
حبیب عبداللہ بن الشیخ العیدروسؒ	"	"
حبیب سالم بن عمر العطاسؒ	"	"
شیخ ضیستان بن احمد باجابرؒ	"	"
شیخ فضل بافضلؒ	قریب شحر	۱۶۰
سیدنا ابو بکر بن عبداللہ العیدروس صاحب عدنؒ	عدن	۲۲۰
سید احمد بن ابو بکر بن عبداللہ العیدروسؒ	"	"
سید عمر بن عبداللہ بن علوی بن عبداللہ العیدروسؒ	"	"
احمد و علی بن عمر بن عبداللہ العیدروسؒ	"	"
شیخ جوہرؒ	"	"
شیخ عبداللہ بن عمر بامخرمہؒ	"	"
باشکیل دین کینؒ	"	"

صحت نامہ داستان حضرموت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۷	تیاییب	حبایب	۵۷	۹	تیرے شیوخ طریقت	سلسلۂ قادریہ کے شیوخ طریقت میرے شیوخ طریقت
"	"	نجیا	نُجبا	۶۱	۱۳	ناشتہٗ	ناشتہ
۷	۲۰	روانگی	روانگی	۷۰	۱۹	حد	جد
۱۲	۱۰	تشکین	تسکین	"	۲۲	ماتا	مانتا
۱۴	۱۰	مرقع	موقع	۷۷	۱۳	FECPAES	FECPLES
"	۱۵	"التنّور"	"التنّور" میں	۸۳	۸	لہا	کہا
۱۷	۱۸	عدحج	بعد حج	۸۹	۱۳	دونوں جوان	دونو جوان
"	۲۰	جہاز مکہ	جہاز مکّہ	۹۲	۳	موڑ میں	بقرہ زبر موڑ میں
۱۸	۴	محفوظ	محفوظ	۹۴	۴	عدد	عدن
"	۱۸	ہوملہے	ہوتا ہے	۱۰۲	۷	اس نے	حضرت زبیر
۲۳	۲۰	رسالت مآب	رسالت مآبؐ	۱۱۲	۵	میرے پاس	اگرم ریت میرے پاس
۲۳	۵	...خواب بھی	قیام روبا؛ خواب بھی	۱۱۶	۳	ہدیا	ہوتی
۲۹	۱۹	اشار موجود	اشارے موجود	"	۴	تے	ہے
۳۰	۸	ضمرہ کا نعمر	ضمرہ کا نعمر	"	۵	اسلاقی	اخلاقی
۴۳	۹	بہا چند بدوی	طریقہ دیل رسائل بہا چند	"	۱۱	نیر	نیز
۴۴	۱۱	میں نے کہا	بدوی لے میں نے کہا	"	۱۳	جولادت نومولود	ولادت نومولود
۵۵	۱۶	شیشوں ب	شیشوں میں	"	۱۴	قربت ے	قربت ہے
۵۶	۱۴	زش ہوئے	خوش ہوئے	"	۱۸	اسلام کے	[illegible] اسلام

شجرہ
امام جعفر
امام محمد
عبد اللہ

نجد الکثیری
سیبان
الشحر
المکلا
بحر الہند
نقشہ
حضرموت
نقشہ ضمیمہ داستان حضرموت

MAZAR E MUBARAK
Hazrath Ash-shaikh Abu-Bakar Bin Salim Saheb e Inat
YAMAN

Dastaan e Hadhramout (safar Nama) by colonel Habib ali Sahab

Mukhamaath e Sidque o Safa (Safar Nama) by: Colonel Habib Ali Sahab

RISALA AL QADEER (Risala Mahana) By Muhammed Ahmed ullah Sahib Ahmed qadeeri

Al Fikr Wal Sakhafah Fit-Tareeq Al- Hadhrami /Ma-aalim tareeq jazeera al-arab az-taleefat

by Janab sayeed baa-aouz ba-vazir

Tareeq Hadhramout By Janab Saleh Abdul Qadir Sahib Al-Bakari ya-fayee

Siraat ul Hameed (Safar Nama) By: Professor Ilyas Burney Sahab

(Safar Nama Qalmi) By Hazrath Abdul Qadeer Mohammed Sidddiqui rh

Mahanama Alnoor (Risala Mahana)

By Hazrath Moulana Syed Baquer Husaini (Tariq) Almaroof Ba Hazrath Faqueer pasha sahib rh

Safar Nama Hijaaz By Hazrath Abdul Qadeer Mohammed Siddiqui rh

بطور تحفہ کے عنایت کیا کہ یہ آپکے جد کا درود شریف ہے - -

سید نا القطب حسین بن الشیخ ابوبکر کے اوراد کا جو مختصر سا مجموعۃ چھپا ہے

Abul khair Muhammed Bin Muhammed BinMuhammed al-Juzuli Ash-shafayee rh ne (Hisn e Haseen)

ke Naam se Quran aur Ahadees ki Mustanad duaoun ka Majhmu-aa shaye Kiya hai.

jiss me Har kisam ki duaein Moujood hain

EDITED : ASRARSIDDIQUI1@GMAIL.COM

ASRAR UR REHMAN SIDDIQUI QADRI QADEERI

SON OF

HAZRATH ABDULLAH MOHAMMED SIDDIQUI

SON OF

HAZRATH HASAN MOHIUDDIN SIDDIQUI RH

SON OF

HAZRATH ABDUL QADEER MOHAMMED SIDDIQUI RH